الفقہ فی السند
فقہاء سندھ اور ان کی فقہی خدمات
تصنیف
حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی
پیش لفظ
مولانا عبدالقیوم حقانی

الفقہ فی السند (فقہاءِ سندھ اور ان کی فقہی خدمات)

مؤلف .... مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی

(صدر مدرس جامعہ سراج العلوم عید گاہ لودھراں)

پیش لفظ .... مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد زمان حقانی، مولانا محمد رمضان خالد

کمپوزنگ .... جان محمد جان رکن القاسم اکیڈمی

ضخامت .... 314 صفحات

تعداد 1100

اشاعت اول .... ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ / نومبر 2011ء

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے مل سکتی ہے

صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی

مولانا محمد رمضان خالد جامعہ سراج العلوم عید گاہ لودھراں 0300-7399211

انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

مکتبہ رشیدیہ سردار بلڈنگ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی

مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

مولانا فضل الرحمن درخواستی صاحب جامعہ ابوہریرہ [illegible] ضلع سیالکوٹ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ۔ (الحدیث)

الفقہ فی السِند

فقہاءِ سندھ اوران کی فقہی خدمات

پیش لفظ:

مولانا عبدالقیوم حقانی

تصنیف:

مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

☆ ☆ ☆

ہم اہلِ عشق ہیں اے آسماں ہمیں نہ مٹا
وفا و مہر و محبت کا ہے چلن ہم سے

☆ ☆ ☆

فہرست مضامین

(ل)

(ب)

(پ)

(ت)

(خ)

(د)

(ذ)

(ر)

(ز)

(س)

(ش)

(ض)

(ط)

(ع)

(غ)

(ف)

(ق)

(ک)

(گ)

(ل)

(م)

پیش لفظ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ۔ امابعد!

ارشاد باری تعالیٰ ہے : إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۔(آل عمران ۱۹)(یعنی اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔ نیز..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا : (مائدہ ۳)(یعنی آج تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا، اور پورا کیا تم پر اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین)

بنی نوع انسان کی ابدی رہنمائی اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کے ذریعہ جو اکمل اور جامع ترین، تغیر اور نا قابل تنسیخ ہدایات دیں، وہ تمام شرائع سابقہ حقہ پر مع شئے زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ اسلام کے نام سے موسوم وملقب ہوئیں۔

دین اسلام کی بقاء کی طرح علوم اسلامی کی بقاء اور ترویج وترقی بھی ضروری ہے، بالکل اسی طرح علماء اسلام کے نام وکام کی بقاء اور ان کے علمی کارناموں اور قلمی کاوشوں سے آشنائی بھی ضروری ہے۔ علوم اسلامی میں تراجم اور تذکرے پر کام ہر زمانہ میں نہایت دقیق، مشکل اور سخت محنت طلب رہا ہے۔ اس موضوع پر کمربستہ صرف وہی حضرات نظر

آتے ہیں جو اللہ الموفق کے دربار عالی سے توفیق یافتہ ہوتے ہیں۔ انہی حضرات میں ہمارے مخدوم ومکرم حضرت العلامہ مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی مدظلہ ہیں۔ جنہوں نے سندھ کے فقہاء کے حالات، واقعات اور مصنفات کا تعارف لکھا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں سندھ کی اہمیت سے کون واقف نہیں۔ سندھ کو "باب اسلام" کہا جاتا ہے۔ سندھ کے علاقے میں بلکہ پورے ہندوستان میں اسلام کو قوت وشوکت، غلبہ واقتدار اور فروغ واستحکام نیک طینت اور جوان سال مجاہد محمد بن قاسم ثقفی کی یہاں آمد اور فتح ونصرت کے بعد حاصل ہوا۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں۔ مالابار، کالی کٹ اور سندھ قدیم کے بعض شہروں کے باشندے اس سے پہلے ہی شب زندہ دار اور مردان وفا شعار مسلمانوں کے قدوم سعادت لزوم سے بہرہ ور ہو چکے تھے، اور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں ہی اسلام ان علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔

محمد بن قاسم کی سندھ آمد اور ان کی معزولی کے بعد ان کے لشکریوں کی ایک بڑی تعداد سندھ میں اقامت پذیر ہوئی جو مستقبل کے حوالے سے سندھ کے لئے بہت سود مند ثابت ہوئی۔ اس مٹی سے ایسے ایسے آب دار لعل وجواہر پیدا ہوئے، جو پوری دنیائے اسلام کے آسمان علم وفضل، صلاح وتقویٰ، امارت وقضا، سیاست وسیادت اور جہاد وقتال کے درخشاں ستارے ثابت ہوئے اور جنہوں نے علم دین کی ہمہ جہتی خدمات کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک نشان منزل کا پتہ دیتے اور اپنے اولین راہرووں کی عظمت وعبقریت کی خبر دیتے رہیں گے۔

سندھ کے تاریخی پس منظر اور رجال سندھ پر ارباب فضل وکمال کے علماء سندھ کے تاریخ ساز کارناموں اور تحریری کاوشوں پر مشتمل مختلف موضوعات پر کئی ایک کتابیں سامنے آئی ہیں۔ جس میں ڈاکٹر یونس الشیخ ابراہیم السامرائی کی کتاب "علماء العرب فی

شبہ القارۃ الھندیۃ'' مؤرخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کی تالیف ''رجال الھند والسند'' اور مولانا عبدالحئی حسنی کی ''نزہۃ الخواطر'' قابل ذکر ہیں۔

ہمارے مخدوم مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی کی کتاب ''الفقہ فی السند'' (فقہائے سندھ اور ان کے تصنیفی خدمات) اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب مولانا مدظلہ نے جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تخصص فی الحدیث کے دوران علامہ محمد یوسف بنوری کے زیر نگرانی و سرپرستی مقالہ کے طور پر لکھی تھی۔ جو علم و ادب، تاریخ و تذکرہ، تعارف کتب اور فقہ اور فقہاء کے حوالے سے ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا اور شاہکار تاریخی شہ پارہ ہے۔

مولانا ملکانوی ایک لائق مدرس، ایک قابل فاضل، ایک لائق تلمیذ، مربی اور تواضع، عبدیت، خاکساری و خدمت اور طلبہ کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک مخلق انسان ہیں۔ صاحب کتاب کی طرح ان کی کتاب بھی اپنے مضامین اور علوم و معارف کے لحاظ سے متانت، جامع اور معلوماتی، درسی، تعلیمی، تحقیقی، ادبی اور تاریخی حلقوں کے لئے ایک نادر علمی تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اشاعت کی سعادت القاسم اکیڈمی کے حصے میں لکھی تھی جو اس عظیم کتاب کو پہلی مرتبہ شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف، ناشر دونوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

۳ ذی الحج ۱۴۳۲ھ

عرضِ مؤلف

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال　　آگ لینے کو جائیں اور پیغمبری مل جائے

مڈل پاس کرنے کے بعد مولود و نعت خوانی کی جذب شوق میں گھر سے نکلا تھا جبکہ

اس شوق سے عہدہ برا ہونے کے لیے گلا کا ساز گار ہونا شرط اول ہے، جس سے بفضلہ تعالیٰ

فطری طور پر اپنا دامن تہی تھا۔

مگر قسام ازل کے بے پناہ فضل و کرم اور قسمت کی خوبی کا کیا کہنا کہ زیورِ علم سے

گو خاطر خواہ آگہی نہ ہی انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام ہی سہی تو زہے نصیب۔

بڑھیا مصری مانند خریداری گو ممکن نہ ہی خریداران یوسف کی فہرست میں نام تو آ گیا۔

بہر حال ضابطہ کا یہ علمی سفر غالباً ۱۹۶۹ء میں مرکز علم و عمل "رشد و ہدایت جامعہ

رشیدیہ ساہیوال میں اپنے اختتام کو پہنچا اور اگلے سال شہید اسلام یوسف زمان" حضرت

لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے توسط سے جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی

الفقہ میں داخلہ ملا۔

کم و بیش عرصہ دو سال کے بعد حضرت مفتی صاحب کے حکم پر "الفقہ فی السند"

کے موضوع پر مقالہ لکھنے کا حکم صادر ہوا۔ تعمیل فرمان پر چند بے ربط و بے ڈھنگ سطریں قارئین کی

خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔

گر قبول افتد زہے قسمت　　ورنہ تو شکایت کیا

ناچیز مؤلف

انتساب

بندۂ ناتواں اپنی اس حقیری علمی کاوش کو "اپنے گرامی قدر لائق صد تکریم حضرات اساتذۂ کرام کے نام منسوب کرتا ہے، جن کے فیضانِ نظر اور اخلاقِ کریمانہ کی بدولت بندۂ ظلوم وجہول کو قلم وقرطاس سے واسطہ پڑا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

o خصوصاً شہید اسلام محسنِ دوراں سیدی ومولائی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ جن کی توجہ وتحریک کے توسط سے مرکزِ علم وعمل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی علمی وعملی دہلیز تک رسائی ممکن ہوئی ....

ع ایں سعادت بزورِ بازو نیست

o اور حکیم العصر محدثِ دوراں شیخ طریقت حضرت اُستاذی مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی مدظلہ جن کے زیرِ سایہ اور فیضِ صحبت میں رہنے کا اتفاق تو عرصۂ دراز پر محیط ہے مگر بقولِ شخصے .... ع آز آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را ۔ والا معاملہ ضرور رہا مگر بایں ہمہ ....

صحبت صاحب ضمیراں کم نہیں اکسیر سے
کہ آب بھی پاتا ہے قیمت، ملتا ہے جب شیر سے
اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

O اور فقیہِ امت، یگانۂ روزگار، امامِ ربانی حضرت اقدس مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہٗ قدسی ذات والا صفات نے میرے لئے اس مقالہ کا عنوان تجویز فرما کر حکماً ارشاد فرمایا کہ اس پر بھی لکھنا ہے

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

حضراتِ قارئین! بالکل تہی سی ہوئی اور فیضانِ علم و عمل رشد و ہدایت جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا ان سطور میں تذکرہ شامل ہو گیا ہے۔

دعا گو ہوں کہ حضرت حق تعالیٰ شانہٗ اس چمنستانِ علم و عمل کو ہمیشہ ہمیشہ ابد الآباد تک قائم و دائم شاد و آباد رکھے۔ (آمین)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بندۂ ناتواں

اللہ بخش ایاز ملکانوی

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

تاریخ سندھ کا ایک ورق

قدیم سندھ کا محلِ وقوع :

قدیم جغرافیہ کی رو سے سندھ روئے زمین کے اقلیم کے تین حصوں میں پھیلے ہوئے ملک کا نام ہے۔ پہلی اقلیم اس کے شمال سے اور دوسری اس کے وسط سے گزرتی ہے یہ ملک پہلی دوسری تیسری چوتھی اور پانچویں اقلیم میں مشترک ہے۔ (تحفۃ الکرام [illegible] ص ۳)

علامہ یاقوت حموی نے لکھا ہے :

"السند بكسر اوله وسكون الثانية وآخره دال مهملة بلاد بين بلاد الهند وكرمان وسجستان" ۔ (معجم البلدان ص ۲۶۷ ج ۳)

سندھ برِ اعظم ایشیا میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے دنیا کی اہم تاریخی آبی شاہراہ پر واقع ہے۔ اسی کے راستے وسط ایشیاء کے عظیم فاتح برصغیر پاک و ہند میں آتے رہے ہیں۔

(جغرافیہ [illegible])

جدید سندھ کا محلِ وقوع :

سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ ہے۔ جو ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے، ۲۸ درجے ۳۲ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۶۶ درجے ۴۱ دقیقے ۷۱ درجے ۱۰ دقیقے طول بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ اس کے شمال و مغرب میں پنجاب اور بلوچستان ہیں اور مشرق و جنوب میں ریاست بہاولپور اور ہندوستانی علاقے سابق ریاست جودھپور اور جیسلمیر سے گھرا ہوا ہے۔ جنوب مغرب میں کچھ کا ریگستان اور بحیرہ عرب کا ۱۵۰ میل لمبا ساحل واقع ہے۔

صوبہ سندھ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ ہے۔

(دائرہ معارف اسلامیہ اردو ج ۱۱ ص ۳۴۹ ـ تاریخ سندھ ص ۱۱ ـ اعجاز الحق قدوسی)

سندھ کی وجہ تسمیہ :

آریہ قوم سے پہلے سندھ کے پرانے باشندے اس ملک کو کیا کہتے تھے؟ ابھی تک تاریخ کی زبان اس کے متعلق خاموش ہے۔

آریہ قوم نے جب سندھ کی وادی میں قدم رکھا تو اسکا نام سندھو رکھا۔ کیونکہ سندھو ان کی زبان میں دریا کو کہتے ہیں اور اس دریائے سندھ کی مناسبت سے پورے ملک کو سندھو اور پھر سندھ کہنے لگے۔ یونانی مورخوں نے سندھوں کو "انڈس" کہا اور اسی لفظ سے "ہند" "ہند" اور انڈیا ماخوذ ہیں۔ یاد رہے کہ برصغیر پاک و ہند کا سب سے بڑا دریا دریائے سندھ ہے جس کی لمبائی ۱۷۰۰۳ میل ہے۔

ایرانیوں اور پھر عربوں نے دریائے سندھ کو "مہران" کے نام سے موسوم کیا۔ اور اسی وجہ سے سندھ وادی مہران کے نام سے مشہور ہے۔ [illegible] ۔ یہ بات

([illegible] تاریخ سندھ [illegible] سید ابو ظفر ندوی [illegible] ج ۳ ص ۳۴۹ [illegible])

لیکن علامہ یاقوت حموی نے دوسری وجہ لکھی ہے فرماتے ہیں :

قالوا السند والهند كانا اخوين من ولد بوقير بن يقطن بن حام بن نوح ـ (معجم البلدان ج ۳ ص ۲۶۷)

لوگوں نے کہا کہ ہند اور سندھ دو بھائی تھے جو بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

محمد قاسم فرشتہ فرزندان حام کے ذیل میں رقمطراز ہے :

"حام اپنے پدر عالی مقام کے حکم سے ارض جنوب کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے آبادی اور معموری میں جہد بلیغ اور سعی موفور عمل میں لایا۔ [illegible] عالم سے چھ

بیٹے عطا فرمائے ایک ہند اور دوسرا سندھ اور ممالک مذکورہ ان کے نام سے موسوم ہوئے"۔ (تاریخ فرشتہ اردو ص ۱۰۱)

اسلام سے پہلے سندھ کا فرمانروا :

اسلامی قلمرو میں آنے سے پہلے سندھ میں برہمن خاندان کا راج تھا۔ جس کا آخری فرمانروا راجہ داہر بن چچ تھا۔ جس کا آفتاب اقبال عرب مسلمانوں کے ہاتھوں غروب ہوا۔

برہمن دور میں سندھ کا حدود اربعہ اور اس کی وسعت :

راجہ داہر کے زمانہ میں سندھ کی حدود مغرب میں مکران تک جنوب میں بحر عرب اور گجرات تک مشرق میں موجودہ مالوے کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گذر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع تھیں۔ جس میں موجودہ سندھ صوبہ سرحد، پنجاب، افغانستان کا کچھ حصہ بلوچستان اور ریاست کچھ اور جودھپور کی سرحدات تک سندھ شمار ہوتا تھا۔ عرب مؤرخین اس سارے علاقہ کو سندھ کہتے ہیں۔

(تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی ناشر [illegible] ص ۴۲)

اسی لحاظ سے ہندوؤں کی مشہور کتاب "مہابھارت" میں اس کو "پنچ سندھ" یا کہا گیا ہے یعنی "پانچ دریاؤں والا سندھ"۔

(تاریخ [illegible] سندھ [illegible])

قبل از اسلام اہل سندھ کا مذہب :

سندھ کی تمام آبادی راجہ داہر کے زمانہ میں زیادہ تر بدھ مت کی پیرو تھی لیکن برسراقتدار طبقہ زیادہ تر برہمن تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۹۹ [illegible])

سندھ میں اسلامی فتوحات کا آغاز کب ہوا؟

عام طور پر سندھ میں اسلام کی ابتدائی تاریخ کا تصور محمد بن قاسم ثقفی "فاتح سندھ" سے [illegible] سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس سے بہت پہلے خلافت راشدہ دور ہی میں اسلامی مہمات کا سندھ میں آغاز ہو چکا تھا۔ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے دور خلافت ۱۵ھ میں حضرت عثمانؓ بن ابی العاص ثقفیؓ کو بحرین کی امارت پر مقرر فرمایا تھا۔ موصوف نے اپنے بھائی حضرت مغیرہ بن ابی العاصؓ ثقفی کو سندھ کے مشہور شہر دیبل کی مہم پر روانہ کیا جیسا کہ علامہ ابوالحسن البلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے تصریح کی ہے۔

ووجّه اخاه المغيرة بن ابي العاص الى خور الديبل فلقي العدو فظفر۔

(فتوح البلدان ص ۴۲۰ للبلاذری)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے اپنے بھائی حضرت مغیرہ بن ابی العاصؓ کو خلیج دیبل کی طرف روانہ کیا۔ وہاں ان کو دشمن سے مقابلہ ہوا اور فتح حاصل ہوئی۔

نیز علامہ یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ نے بھی "معجم البلدان" میں حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں دیبل پر حملہ کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ حضرت مغیرہؓ کی جگہ ان کے بھائی حضرت حکم بن ابی العاصؓ ثقفی کا ذکر کیا ہے۔ (معجم البلدان ص ۱۹۰ ج ۳ حموی)

بہرحال حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کے دور امارت میں دار السندھ کے شہر دیبل پر کامیاب حملہ کی تصریح ملتی ہے۔ خواہ حملہ آور حضرت مغیرہؓ ہوں یا حضرت حکمؓ۔

(چچ نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت مغیرہؓ دیبل میں شہید ہو گئے تھے۔ (ص ۱۲۳)

ایک اور تصریح ملاحظہ ہو۔ امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ فرماتے ہیں:

وعثمان منهم من خيار الصحابة ولاه رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف وغزا فارس وثلاثة من بلاد الهند وله فتوح۔

(جمهرة انساب العرب ص ۲۶۶، دار المعارف مصر ۱۳۸۲ھ)

ترجمہ: ابوالعاص ثقفیؓ کی اولاد میں سے عثمانؓ خیار صحابہؓ میں سے تھے ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا حاکم مقرر فرمایا تھا بعد میں انہوں نے ایران اور ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا اور ان کے ہاتھ پر کئی ملک فتح ہوئے۔

علامہ موصوف کی اس روایت میں ہندوستان کے تین مقامات پر حملہ کی نسبت براہ راست حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کی طرف کی گئی ہے (جن میں ایک سندھ کا شہر دیبل تھا) کیونکہ حملہ انہی کے حکم سے ہوا تھا اس وجہ سے نسبت ان ہی کی طرف کی گئی ہے یا پھر ممکن ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بذات خود ان سارے مقامات پر شریک جہاد ہوئے ہوں۔

محمد بن قاسم کا حملہ اور اس کے اسباب:

سندھ میں معرکہ آرائی کی بنیاد عہد فاروقی میں پڑ چکی تھی اور کسی نہ کسی حد تک سندھ کے بعض علاقوں پر اسلامی مہمات کا سلسلہ جاری تھا اور بسا اوقات صرف سرحدی جھڑپوں تک اس کا دائرہ محدود رہتا تھا۔ البتہ اس دور میں کسی نتیجہ خیز واقعہ کی نوبت نہ آسکی۔ کیونکہ سندھ کے مستقبل کا قطعی فیصلہ محمد بن قاسم کے ہاتھوں مقدر ہو چکا تھا۔

حملے کے اسباب کے سلسلہ میں مختلف وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اہل سندھ سے برسر پیکار ہونے کی ایک وجہ محمد بن جریر طبری نے یہ لکھی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حکم بن عمرو تغلبیؓ اسلامی فوج لے کر مکران جا رہے تھے۔ راستہ میں ایرانی فوج نے مقابلہ کیا اور ایرانیوں نے اپنی مدد کے لئے سندھ کے راجہ سے فوج مانگی تھی۔ جو عربوں کے خلاف صف آرا ہوئی۔ (تاریخ طبری ج [illegible])

پھر واقعہ یہ ہے کہ سندھیوں نے باوجود عربوں سے لڑائی مول لی اور بلاوجہ عربوں کو برسر پیکار ہونے کی دعوت دی۔ سندھ کے فرمانرواؤں نے حکومت کے ایسے باغی لوگوں کو پناہ دے رکھی تھی جنہوں نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر دیا تھا۔
(تاریخ ابن اثیر ج [illegible])

ان باغیوں میں محمد بن حارث علافی، معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن ابراہیم سرفہرست ہیں۔ ان کا وجود مسلمانوں کے خیال میں دین اور اسلامی حکومت کے امن وامان کے لئے خطرہ کا باعث تھا۔ حاکم سندھ کا حکومت اسلامیہ کے باغی اور مجرموں کو اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دینا دوسرا سبب تھا۔ جس کے باعث سلطنت اسلامیہ کو سندھ پر خاص توجہ کرنی پڑی۔ اور ہر آن یہ ملک ان کی نگاہ میں کھٹکنے لگا۔ سندھ پر حملہ کے لئے صرف یہ دو اسباب ہی کافی تھے۔ مگر ممکن تھا کہ حجاج بن یوسف ان پر بھی خاموشی اختیار کر لیتا۔ کیونکہ حدود مملکت سے نکل کر حملہ کرنا اس کے مزاج کے خلاف تھا کہ اسی اثناء میں اہل سندھ نے ایک ایسی حرکت کا ارتکاب کیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ جس کے باعث عرب سندھ فتح کرنے پر تل گئے اور حملہ کرنا ضروری سمجھا۔

واقعہ یوں ہوا کہ عرب کے چند تاجر سیلون (جسے آج کل لنکا کہتے ہیں) گئے ہوئے تھے موت نے انہیں واپس وطن آنے کی اجازت نہ دی لنکا کے راجہ نے ان کے بیوی بچوں کو مال واسباب سمیت بذریعہ جہاز بصرہ روانہ کر دیا اور ان کے ہاتھ خلیفہ کے لئے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اس جہاز میں کچھ حاجی بھی تھے۔ بادمخالف کے باعث جہاز دیبل کے بندرگاہ پر آ لگا جہاں سندھی قزاقوں نے مال واسباب لوٹ کر بے دست وپا اور بے یار ومددگار ناتواں اور غریب الوطن عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ یہ سندھ کی مشہور قوم ''مید'' کے لوگ تھے۔ تاجروں کا یہ خاندان بصرہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جب اہل سندھ کے اس ظلم و بربریت کی اندوہناک اطلاع عراق کے گورنر ابو محمد حجاج بن یوسف الثقفی (۹۵ھ) کو ہوئی تو فرط غضب سے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے غیظ وغضب کا رخ صحیح سمت کی طرف مڑا۔ اور عراقی گورنر نے ان مظلوموں کو قید وبند سے آزاد کرانے اور اہل سندھ کے کافرانہ غرور کو خاک میں ملانے کے لئے اپنے چچازاد بھائی اور

داماد (۱) عماد الدین محمد بن قاسم (۲) کا انتخاب کیا۔

اس جواں سال جرنیل نے سندھ کے راجہ داہر کو خاک وخون میں تڑپا کر اس کے جاہ وجلال اور نخوت کو بروز پنجشنبہ ۱۰ رمضان المبارک ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء اس وقت دفن کیا۔ (۳) جب کہ آفتاب عالم تاب نہاں خانہ مغرب میں روپوش ہو چکا تھا اور گیارھویں رمضان کا آفتاب جو کل راجہ داہر کے دور میں غروب ہوا تھا آج اپنے ساتھ انقلاب نو کا پیغام لے کر طلوع ہوا اور سرزمین دیبل پر اس کی اولین شعاعیں اموی جاہ وجلال کے جلو میں ضیاء پاش ہوئیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

سندھ کے قدیمی مشہور شہر:

دیبل:۔ دریائے سندھ کے مغربی جانب سمندر پر کسی زمانے میں ملک سندھ کا سب سے بڑا شہر، بندرگاہ اور تجارتی مرکز رہ چکا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ کے باعث آج یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ آباد تھا۔ اس کی بربادی کی مفصل داستان الکامل لابن اثیر ص ۳۳۳ ج ۷ میں موجود ہے۔ بعض کراچی اور بعض ٹھٹھہ کو قدیم دیبل (دیول) بتلاتے ہیں۔

(۱) مشہور ہے کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے مگر بعض مورخین اس سے انکار کرتے ہیں [illegible] کہنا ہے کہ حجاج کی دو لڑکیاں [illegible] تاریخ معصومی ص ۴۵

(۲) علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اس طرح لکھا ہے محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم بن ابی عقیل الثقفی فتوح البلدان ص ۴۳۳ ابن اثیر [illegible] عماد الدین محمد بن قاسم [illegible] حجاج بن یوسف بن الحکم بن ابی عقیل [illegible] عامر بن مسعود [illegible] ص ۲۲۲ [illegible] بھائی قاسم کا بیٹا تھا حوالہ تاریخ معصومی ص ۴۵ [illegible] ص ۲۲۲ [illegible]

(۳) (تاریخ فرشتہ ص [illegible])

(۴) (تاریخ سندھ)

مگر محققین کی تحقیق کے مطابق دیبل وہی ہے جس کو بھنبھور کہتے ہیں حال ہی میں

اس کی کھدائی ہوئی ہے اور محمد بن قاسم کے دور کی مسجد بھی نکل آئی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے [illegible] ص ۲۲)

جس پر کتبہ ایک سو نو (۱۰۹ھ) ہجری کا ہے۔ اس مسجد کا ذکر علامہ بلاذری

نے بھی کیا ہے۔ (فتوح البلدان ص ۴۱۵ [illegible])

یہ جگہ کراچی سے ۳۳ میل جنوب کی سمت واقع ہے۔ جبکہ ٹھٹھہ کراچی سے ساٹھ میل دور

ہے۔ اس لئے ٹھٹھہ دیبل نہیں ہو سکتا ہے۔ ([illegible])

تاریخ معصومی کی توضیحات واستدراکات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(تاریخ معصومی توضیحات واستدراکات ص ۲۸۸)

نیرون :

سندھ کے راجہ نیرون سے منسوب ہے لیکن چچ نامہ میں ہے کہ جس ٹیکری پر یہ قلعہ

واقع تھا اس کا نام "نیرون" تھا اسی لحاظ سے اس کو "نیرون" ٹیکری والا قلعہ یا قلعہ نیرون کہا

گیا ہے جس کے بعد یہ قلعہ مقامی طور پر نیرون کوٹ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اہل سندھ

اسے نیرون کا قری بھی کہتے ہیں۔ ([illegible])

قلعہ نیرون قبل از اسلام یعنی سندھ کے حکمران "راءِ خاندان" کے عہد میں

موجود تھا۔ سندھ کا ساحلی شہر تھا اور دیبل سے پچھتر (۷۵) میل پر واقع تھا اگر بھنبھور کے

کھنڈرات دیبل کے ہیں تو بھنبھور سے حیدرآباد تقریباً پچھتر (۷۵) میل کے فاصلے پر ہے۔

حیدرآباد :

اس شہر کا نام "حیدرآباد" سندھ کے کلہوڑو فرمانروا میاں غلام شاہ نے ذی قعدہ

۱۱۸۲ھ مارچ ۱۷۶۹ء میں رکھا جب اس نے حیدرآباد کا موجودہ قلعہ تعمیر کرایا تھا قلعہ کے

سنگ تکمیل پر یارَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا کندہ کرایا۔ جس سے گیارہ سو بیاسی ہجری

علامہ مقدسی جو ۳۷۵ھ میں سندھ تشریف لائے تھے منصورہ کے بارے میں لکھتے

ہیں: "اس شہر کے لوگ ہوشیار، فہمیدہ ہیں۔

"وللاسلام طراوۃ والعلم واھلہ کثیر"۔ (بلاذری ص ۹ ۴ مقدسی)

یہاں اسلام ترو تازہ ہے اور اہل علم کثرت سے ہیں۔ اہل منصورہ کا لباس عراقیوں

کی شکل ہے۔ لیکن بادشاہوں کا لباس ہندوستانی راجوں کی طرح کرتا اور ازار ہوتا ہے۔

(تاریخ سندھ ص ۲۲۲ ابو ظفر ندوی)

یہاں کے لوگ زیادہ تر ظاہری مسلک کے پابند ہیں اور حدیث پر عمل کرتے

ہیں۔ (تاریخ سندھ ص ۲۲۴ ابو ظفر ندوی)

سیہوان :

اب بھی موجود ہے ایک پہاڑی پر آباد ہے نور سکھر سے ایک سو اسی میل اور لکی

سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے یہاں کا قلعہ "کافر قلعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ راجہ

سہاسی کے چھ قلعوں میں سے ایک تھا۔ (تاریخ معصومی ص ۵ جنت تحقیقات تاریخ ص ۹۳)

الور :

اصلی نام ارور تھا عربوں نے الف لام داخل کر کے الرور بنا دیا چنانچہ بلاذری،

ابن اثیر اور یعقوبی نے اسی لفظ کو استعمال کیا ہے۔ لیکن لام اور را دونوں قریب مخرج ہیں

اس لئے کثرت استعمال سے ایک را گر گئی اور الور ہو گیا ہے۔

(تاریخ سندھ ص ۳۰۰ ابو ظفر ندوی بحوالہ فتوح ص ۴۳)

راجہ داہر کے عہد میں سلطنت کا پایہ تخت الرور سندھ کا بڑا تجارتی شہر تھا۔ دریائے

سندھ کے مشرقی جانب ایک بلند پہاڑ پر واقع تھا۔ کئی سو سال تک پایہ تخت رہنے کے بعد آخر

دولت کے عہد میں تقریباً ۱۳ ۲ ھ میں دریا کے رخ بدل لینے کی وجہ سے ویران ہو گیا۔ اب

اس سے پانچ میل کے فاصلے پر روہڑی نام کا ایک دوسرا شہر ضلع سکھر میں واقع ہے۔

(تاریخ سندھ، سید ابو ظفر ندوی، حاشیہ ص ۱۰)

محب اللہ بھکری نے اپنی مختصر تاریخی تصنیف (قلمی) میں لکھا ہے اس شہر کو کسریٰ نوشیرواں کے عہد میں ایک ایرانی تاجر "مہماس بن اردوخ بن جہان ارتق" نے آباد کیا تھا۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ اعجاز الحق قدوسی ص ۲۰۷)

ٹھٹھہ:

وادیٔ سندھ کا یہ مقدس شہر بقول علی شیر قانع اہل معرفت کا مسکن اور اہل یقین کا وطن رہا ہے۔ یہاں کی زمین اہل فضیلت و کمال کی کان ہے۔ یہاں کی مٹی طبعاً صاحبان حال و قال کی نشوونما کے لئے سازگار ہے۔ ٹھٹھہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں دو باتیں مشہور ہیں بعض کہتے ہیں "ٹھٹھہ" "یعنی اَنجمن مجلس" کی خصوصیت سے منسوب ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ٹھٹ کے لفظ سے موسوم ہے۔ جو سندھیوں کی اصطلاح میں "لوگوں کے جمع ہونے کا مقام ہے" کے معنی رکھتا ہے۔ (تحفۃ الکرام، اردو ترجمہ ص ۵۲۶، ۵۲۹)

اکثر اہل علم و کمال اس سرزمین میں پیدا ہوئے ہیں۔ (تحفۃ الکرام، ص ۵۴۰)

اس کے علاوہ ہالہ، بکھر، بھٹ شاہ (مرتضیٰ آباد آف ہالہ) روہڑی وغیرہ بھی سندھ کے قابل ذکر شہر ہیں۔ (ایضاً)

سندھ کا رقبہ اور مشہور شہر:

سندھ کا کل رقبہ چون ہزار ایک سو تینتیس (۵۴۱۳۳) میل ہے اور اس میں تین ہزار ایک سو سترہ (۳۱۱۷) گاؤں اور شہر آباد ہیں۔ بعض مشہور شہر مندرجہ ذیل ہیں کراچی، حیدرآباد، ٹھٹھہ، شکارپور، لاڑکانہ، جیکب آباد، خیرپور، سکھر۔

سندھ کی قدرتی تقسیم اور اس کے علاقائی حالات:

سندھ کا خطہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ کو بالائی سندھ اور دوسرے کو

زیریں سندھ کہتے ہیں۔ بالائی سندھ کو شمالی اور زیریں کو جنوبی سندھ بھی کہتے ہیں۔

(تاریخ سندھ ص ۳ ابوظفر ندوی)

اور سندھی زبان میں زیریں کو (لاڑ) اور بالائی کو (سرو) بولتے ہیں۔ نیم گرم منطقے میں واقع ہونے کے باعث سندھ کا علاقہ مجموعی طور پر موسم گرما میں سخت گرم اور موسم سرما میں سخت سرد ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ یہاں کی گرمی (گورے) کو کالا کر دیتی ہے دھوپ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اس میں انڈا بھون سکتے ہیں۔ (تاریخ سندھ ص ۹۹ مولانا غلام رسول مہر)

مئی سے اگست تک درجہ حرارت بسا اوقات ۱۱۵ درجے سے بڑھ جاتا ہے اور موسم سرما میں ۳۶ درجے تک گر جاتا ہے۔ بارش کا سالانہ اوسط تقریباً سات انچ ہے۔

(دائرہ المعارف اردو ص ۳۳۵ ج ۱۱)

بعض علاقوں کی آب و ہوا معتدل ہے، اکثر علاقہ ریگستان اور پہاڑی ہے۔ وسطی وادی میں زیادہ تر ببول کا خودرو درخت پیدا ہوتا ہے۔ جس کے گھنے جنگلات دریائے سندھ کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خاص بار آور درخت آم، کیلا، کھجور، لیموں، امرود، کنار اور نارنگی ہیں۔ اہل سندھ قد کے متوسط، جسم کے خوب گٹھے ہوئے، رنگ سانولے، آنکھیں اور بال سیاہ، دانت غیر معمولی طور پر عمدہ اور مضبوط اور سروں پر لمبے بال رکھتے ہیں۔ مسلمان اکثر سنی اور حنفی ہیں ان میں مذہبی تعصب بالکل نہیں ہے۔

(تاریخ سندھ ص ۹۱ حصہ ۱ غلام رسول مہر)

علاقائی زبان :

سندھ کی موجودہ زبان سندھی ہے۔ اس زبان کا رسم الخط عربی زبان سے ملتا جلتا ہے۔ مختلف خطوں کے لہجے الگ الگ ہیں۔ لیکن لکھنے میں شیرینی اور لہجے میں ایک دلکشی پائی جاتی ہے۔ (تاریخ سندھ ص ۱۲ اعجاز الحق قدوسی)

فقہ اور اس کی تاریخی حیثیت

فقہ کی لغوی تعریف :

لغت عرب کے اعتبار سے فقہ کا استعمال بکسر القاف فِقہ اور بضم القاف فُقہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ فِقہ بکسر القاف باب سَمِعَ سے ہے۔ جس کے معنی جاننا ہیں۔ اور فُقہ بضم القاف باب کَرُمَ سے ہے۔ اس کے معنی فقیہ ہو جانا ہیں۔

درمختار میں علامہ علاؤالدین حصکفیؒ فرماتے ہیں :

"فالفقہُ لغۃً العلم بالشیٔ ثم خُصَّ بعلم الشریعۃ و فَقِہَ بالکسر فقہا علم وفَقُہَ بالضم فقاھۃ صار فقیھاً الخ"۔ (درالمختار ص: ۳۴ ج: ۱)

"منحۃ الخالق علی البحر الرائق" میں علامہ خیر الدین رملیؒ سے نقل کیا گیا ہے: "و یقال فَقِہَ بکسر القاف اذا فھم و بفتحھا اذا سبق غیرہ الی الفھم و بضمھا اذا صار الفقہ سجیۃ" (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص ۳ ج: ۱)

یعنی فِقہ بکسر القاف اس وقت پڑھتے ہیں جب کوئی بات سمجھ لے اور فَقَہَ بفتح القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شخص بات سمجھنے میں کسی دوسرے سے سبقت کر جائے اور فَقُہَ بضم القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب فقہ اس کی طبیعت بن جائے۔ چنانچہ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں :

"الفقہ ھو التوصل الی علم غائب بعلم شاھد وھو اخص من العلم"۔

ترجمہ: علم حاضر کے ذریعے علم غائب تک رسائی کا نام فقہ ہے اس لحاظ سے علم عام ہوا اور فقہ خاص (مفردات القرآن ص ۳۹۱)

گویا فقہ کے لغوی معنی، عقل و دانش، فہم و فراست، دقیقہ رسی، نکتہ سنجی اور کسی شی

کی تہ تک پہنچنے کے ہیں۔ لیکن بعد میں یہ لفظ اپنے اس معنٰی کے علاوہ علم شریعت کے معنٰی میں بکثرت استعمال ہونے لگا ہے۔ چنانچہ لغت کی شہرۂ آفاق کتاب "القاموس المحیط" میں ہے فِقہٌ بالکسر کے معنٰی ہیں کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا اور اس کی تہ تک پہنچنا علم دین کی بزرگی و برتری اور دوسرے علوم پر اس کی فضیلت کی بناء پر فقہ صرف اسی معنٰی کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص:۲۸۹، ج ۴)

فقہ کی اِصطلاحی تعریف :

اصطلاح شرع میں اس کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فقہ کا اطلاق پہلے عام تھا پھر یہ لفظ اس مخصوص فہم پر ہوتا ہے جو کتاب وسنت کی ضیاء پاشیوں سے ماخوذ ہو۔ یعنی کتاب وسنت سے اصول وضوابط کے مطابق احکام شریعت کو معلوم ومتعین کرنا۔ چنانچہ علامہ آمدی المتوفی ۶۳۱ھ تحریر فرماتے ہیں :

"وفی عرف المتشرّعین الفقه مخصوص بالعلم الحاصل بجملة من الاحکام الشرعیة الفرعیة بالنظر و الاستدلال"۔ (الاحکام فی اصول الاحکام، ص ۷، ج ۱)

ترجمہ: اہل شرع کے عرف میں فقہ کا اطلاق اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو نظر واستدلال کے ذریعے شرع کے فروعی احکام کے بارے میں حاصل ہوتا ہے۔ نظر واستدلال سے مراد کسی حکم کو اس کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا اور دلائل تفصیلیہ سے مراد وہ آیات واحادیث ہیں جو ان احکام عملیہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس اعتبار سے کتاب وسنت ہی شریعت اسلامی کے دو بنیادی اصول مانے جاتے ہیں۔ اگرچہ فقہ کی اصطلاح میں اُصولِ شریعت چار ہیں: کتاب' سنت' اجماعِ اُمت اور ان تینوں سے مستنبط شدہ قیاس۔ محشی حسامی لکھتے ہیں : فالمعنی الادلة التی تثبت بکل واحد منها الاحکام اربعة۔ قرآن مجید میں لفظ فقہ متعدد مرتبہ فہم وفراست، عقل وبصیرت اور گہری

سوچ و سمجھ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :

"وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ"۔

ترجمہ : ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔

"وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيْحَهُمْ"۔ اور جتنی چیزیں ہیں سب اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔ مگر تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

"قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ"۔ ترجمہ: وہ بولے اے شعیب علیہ السلام ہم نہیں سمجھتے بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے۔

"وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوْهُ"۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے کہ وہ اس کو سمجھیں۔

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ"۔

ترجمہ : سو کیوں نہ نکلا ہر جماعت میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں۔

یہ لفظ حدیث میں بھی کئی موقعوں پر آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی تھی :

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الدِّيْنَ وَفَقِّهْهُ فِي التَّأْوِيْلِ"۔ (مسند امام احمد ص ۲۶۶ ج ۱)

ترجمہ : اے اللہ! ان کو دین سکھا اور ان کو تاویل کی سمجھ عطا فرما۔

فقہ کی پہلی تعریف :

صاحب مفتاح السعادۃ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے :

"هو علم باحث عن الاحكام الشرعية الفرعية العملية۔ من حيث استنباطها من الادلة التفصيلية الخ"۔ (مفتاح السعادۃ ص ۲۰ ج ۲)

یعنی علم فقہ وہ علم ہے جو احکام شرعیہ فرعیہ سے اس حیثیت سے بحث کرے کہ ان کا استنباط تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہے۔ مگر اس تعریف کے اعتبار سے صرف مجتہد پر فقیہ کا اطلاق ہو سکے گا، حافظ للفروع کو فقیہ کہنا صحیح نہ ہوگا، البتہ مجازاً اس کو فقیہ کہہ سکیں گے۔

فقہ کی دوسری تعریف :

شیخ ابن ہمام نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے :

"هو التصديق بالاحكام الشرعية القطعية"۔ (تحریر ابن ہمام ص ۶)

اس تعریف میں شیخ ابن ہمام نے لفظ تصدیق کا اضافہ کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے اس تعریف کو پہلی تعریف سے اچھا کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"فالاولى مافى التحرير من التصديق الشامل للعلم والظن"۔

(تحریر ابن ہمام ص ۳۰)

اور شیخ ابن ہمام نے یہ تغیر اس لئے کیا ہے کہ فقہ کو جو لوگ ظنی کہتے ہیں ان پر رد ہو جائے۔ اس لئے کہ فقہ قطعی ہے۔ کیونکہ فقہ کا ماخذ کتاب وسنت اور اجماع ہے۔ اور ان میں ہر ایک قطعی الثبوت ہے۔ لیکن چونکہ اس کا اکثر حصہ ظنی الدلالت ہے اس وجہ سے اس میں قیاس کے لئے گنجائش ہے۔ اور اسی بناء پر کسی مجتہد کے مسلک کو بالکلیہ غلط نہیں کہہ سکتے اور کسی ایک مسلک پر عمل کرنا نہ صرف درست بلکہ ضروری ہے۔ درمختار میں لکھا ہے :

"اذا سئلنا عن مذهبنا و عن مذهب مخالفنا قلنا وجوباً مذهبنا صواب يحتمل خطاء ومذهب مخالفنا خطاء يحتمل الصواب واذا سُئلنا عن معتقدنا و معتقد خصومنا قلنا وجوباً الحق ما نحن عليه والباطل ما عليه خصومنا۔ ۔۔۔ الخ"

(درمختار ص ۳۳ ج ۱)

ترجمہ : اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تمہارا فقہی مسلک ٹھیک ہے یا تمہارے مخالفین

کا؟ تو ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مسلک صحیح ہے۔ مگر اس میں خطاء کا احتمال ہے اور ہمارے مخالفین کا مسلک خطاء ہے مگر اس میں درستگی کا احتمال ہے۔ اور اگر ہمارے معتقدات کے متعلق پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا تمہارے مخالفین؟ تو ہم پورے یقین کے ساتھ کہیں گے کہ ہمارے اعتقادات حق ہیں۔ اور ہمارے مخالفین کے اعتقادات باطل ہیں۔ اس لئے ان کا ثبوت نصوص قطعی الدلالت سے ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

فقہ کی تیسری تعریف :

امام سیوطیؒ نے (اتمام الدرایہ) اور نقایہ میں اس طرح تعریف کی ہے کہ علم فقہ ان احکام شرعیہ کو پہچاننا ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہوں۔ (حنفیہ المنتقی ص۵)

فقہ کی چوتھی تعریف :

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے کہ :

عرّفه الامام الاعظم بانّهٗ معرفة النفس مالها وما عليها لكنه يتناول الاعتقاديات كوجوب الايمان والوجدانيات أي الاخلاق الباطنة و الملكات النفسانية والعمليات كالصلوة والصوم والبيع ونحو ؟ مالها وما عليها من الاعتقاديات علم الكلام ومعرفة مالها وما عليها من الوجدانيات هي علم الاخلاق والتصوف كالزهد والصبر والرضاء وحضور القلب في الصلوٰة ونحو ذالك ومعرفة مالها وما عليها من العمليات هي الفقه المصطلح فان اردت بالفقه هذا المصطلح زدت عملاً على قوله مالها وما عليها وان اردت علم ما يشتمل على الاقسام الثلاثة لم تزد وابو حنيفةؒ انما لم يزدلانه ارادالشمول أي اطلق العلم سواء كان من الاعتقاديات او الوجدانيات او العمليات ومن ثم سُمّيَ

الکلام فقہاً اکبر۔ (فواتح الرحموت ص ۱۰ ج ۱)

یعنی امام اعظمؒ نے فقہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے۔ یعنی آدمی کا اپنے لئے مفید اور مضر چیزوں کو جان لینا۔ لیکن یہ تعریف اعتقادیات جیسا کہ وجوب ایمان اور وجدانیات یعنی اخلاق باطنہ اور ملکات نفسانیہ اور عملیات جیسا کہ نماز، روزہ اور خرید و فروخت وغیرہ کو شامل ہے۔ پس جو چیزیں آدمی کے لئے ازقبیل اعتقادیات جاننا ضروری ہیں اس کا نام تو علم کلام ہے۔ جو چیزیں ازقبیل وجدانیات آدمی کے لئے جاننا ضروری ہیں ان کا نام علم اخلاق وعلم تصوف ہے۔ جیسے زہد، صبر، رضا، نماز میں حضور قلب وغیرہ اور جو چیزیں آدمی کے لئے اعمال کے قبیل سے جاننا ضروری ہیں۔ ان کا اصطلاحی نام علم فقہ ہے پس اگر فقہ سے آپ کی مراد اصطلاحی علم فقہ ہے تو (مالھا وما علیھا) پر عملاً کی قید بڑھا دیجئے۔ اور اگر ایسا علم مراد لینا چاہتے ہوں جو تینوں اقسام کو شامل ہو تو مذکورہ قید کے اضافہ کی ضرورت نہیں اور امام اعظمؒ نے اس قید کا اضافہ اس لئے نہیں فرمایا کہ انہوں نے سب کی شمولیت کا ارادہ فرمایا ہے۔ یعنی انہوں نے مطلق علم مراد لیا ہے۔ خواہ اعتقادات ہوں یا وجدانیات یا عملیات اور اسی لئے آپ نے علم کلام کا نام فقہ اکبر رکھا ہے۔

فقہ کی پانچویں تعریف :

امام غزالی رحمہ اللہ نے فقہ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے کہ۔ "معرفة الفروع والوقوف علیٰ دقائق عللها" (احیاء العلوم للغزالی ص ۱۰ ج ۱)

یعنی فروعات کو جاننا اور ان کی دقیق علتوں سے واقف ہونا۔

فضیلت فقہ :

فقہ وہ علم ہے جس سے قرآن وحدیث کے حقائق ومعارف رموز وحکم میں فہم

وبصیرت اور رسوخ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اسی علم کی بدولت حق تعالیٰ جل شانہ کے احکامات کو معلوم کیا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: "وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا"۔

اکثر مفسرین حضرات نے حکمت سے مراد فقہ لیا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہو کہ جس کو علم فقہ دیا گیا اس کو خیر کثیر دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں مختلف انداز سے اسلوب بدل بدل کر فقہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے ارشاد خداوندی ہے:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ"۔

(سو کیوں نہ کوچ کیا ان میں سے ہر فرقہ سے ایک جماعت نے تا کہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف لوٹیں تا کہ وہ بچ جائیں)

سیدنا معاویہؓ امیر شام المتوفی ۶۰ھ جناب رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"۔ (بخاری شریف ص۱۶ ج۱، مسلم ص۱۴۴ ج۲)

"جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ اور فقاہت عطا فرماتا ہے"۔

یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ حضرت سیدنا ابن عباسؓ المتوفی ۶۸ھ سے مرفوعاً مروی ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں:

وفی ذالک بیان ظاھر بفضل العلماء علی سائر الناس ولفضل التفقه فی

الدین علی سائر العلوم ۔ (فتح الباری ص ۱۵۱، ج ۱)

اس حدیث میں وضاحت کے ساتھ علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ المتوفی ۵۷ھ آنحضرت ﷺ سے نقل فرماتے ہیں :

خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام اذا فقهوا۔

(بخاری شریف ص ۴۷۹ ج ۱، مسلم شریف ص ۳۰۷ ج ۲، ومشکوۃ شریف ص ۵۷۷، ج ۲)

زمانہ جہالت میں جو ان میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ فقہ سے موصوف ہوں۔

ان ارشاداتِ نبوی سے یہ بات واضح طور پر سمجھی گئی کہ اسلام میں ان کی خوبی اذا فقهوا کی شرط سے مشروط ہے۔ اگر یہ کوئی عمدہ وصف نہ ہوتا یا اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور عمدہ خصلت وعادت نگاہِ نبوت میں قابلِ ذکر ہوتی تو آنحضرت ﷺ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"خیر العبادة الفقه" (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۲۰، ج ۱) "بہترین عبادت فقہ ہے"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ابو بکر خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ نقل فرماتے ہیں "افضل العبادة الفقه"۔ (الفقیہ والمتفقہ ص ۲۰، ج ۱ از خطیب ص ۹۳، ج ۱)

ترجمہ : "عمدہ بندگی فقہ ہے"۔

حافظ ابن عبدالبر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول طبرانی سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :

"قلیل الفقه خیر من العبادة"۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۲۱، ج ۱)

ترجمہ : "تھوڑی سی فقہ بھی عبادت سے بہتر ہے"۔

ان روایات سے فقہ کی قدر و منزلت اور عظمت و رفعت کا اندازہ واضح ہے۔ لیکن بظاہر یہاں ایک سوال ہوتا ہے۔ کہ فقہ کی اس قدر غیر معمولی اہمیت آخر کیوں ہے؟۔ تو اس کا جواب لسان فیض ترجمان ﷺ سے پہلے دیا جا چکا ہے۔

"قال لکل شئ عماد و عماد ھذا الدین الفقہ"۔ (جامع بیان العلم و فضلہ ص ۲۱ ج ۱)

ترجمہ: "رسول ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے"۔

دین میں فقہ کی بنیادی حیثیت کا اندازہ لگایئے کہ قصر دین (دینی محل) کے قیام و بقا میں فقہ کا وہی مقام ہے جو کسی تعمیر میں ستون کا ہوتا ہے۔ اور جیسے کوئی عمارت بغیر ستون کے اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ اسی طرح دین بھی بغیر فقہ کے اپنی اصل شکل و صورت اور خدوخال کو باقی نہیں رکھ سکتا۔ اس ارشاد نبوت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جس قدر علم فقہ میں وسعت اور دقت نظر ہوگی اسی قدر دین میں حذاقت اور پختگی پائی جائے گی۔ تو اسی پر بس نہیں بلکہ دینی اور دنیاوی سیادت و قیادت کے اعزاز کا حصول بھی فقہی بصیرت پر موقوف ہے۔

چنانچہ خلیفہ راشد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ المتوفی ۲۳ھ کا فرمان ہے:

تفقھوا قبل ان تسودوا قال ابو عبد اللہ وبعد ان تسودوا۔

(بخاری شریف ص ۱۷ ج ۱)

ترجمہ: تم سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سردار بننے کے بعد بھی اس کو حاصل کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سیادت قومی کی کلاہ عظمت و افتخار کو زیب سر کرنے کے لئے تفقہ فی الدین لازم ہے۔ اور تفقہ فی الدین ایک ایسی ضروری اور اعلیٰ ترین نعمت ہے۔ جس کو سرداری حاصل ہونے سے قبل اور بعد کسی

موقع پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: خصلتان لا یجتمعان فی منافق حُسن سمت ولا فقه في الدين۔ (ترمذی شریف)

دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں ایک تو خوش اخلاقی دوسری افقہ فی الدین۔

تنبیہ: قرآن و حدیث میں جہاں فقہ کی فضیلت آئی ہے، وہاں ایک بات ملحوظ رکھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ نبوت میں جہاں فقہ کا اطلاق ہوتا تھا وہاں اس سے مراد موجودہ فقہ اصطلاحی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس کا اطلاق ہوتا تھا۔ تمام شریعت، طریقت و معرفت وغیرہ سب کو شامل ہوتا تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے اسی لئے فقہ کی تعریف "معرفة النفس ما لها و ما عليها" نقل کی گئی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

لفظ الفقه فقد تصرفوا فيه بالتخصيص لا بالنقل والتحويل إذ خصصوه بمعرفة الفروع الغريبة في الفتاوى والوقوف على دقائق عللها واستكثار الكلام فيها وحفظ المقالات المتعلقة بها فمن كان أشد تعمقاً فيها وأكثر اشتغالاً بها يقال له الأفقه ولقد كان اسم الفقه في العصر الأول مطلقاً على علم طريق الآخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس ومفسدات الأعمال وقوة الإحاطة بحقارة الدنيا وشدة التطلع إلى نعيم الآخرة واستيلاء الخوف على القلب ويدلك عليه قوله عز وجل (ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم) وما يحصل به الإنذار هو هذا الفقه دون تفريعات الطلاق والعتاق واللعان والسلم والإجارة (احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲)

ترجمہ: یعنی فقہ لفظ میں نقل و تحویل نہیں ہوئی بلکہ تخصیص کے ذریعے تصرف کیا گیا

ہے۔ اس لئے کہ فتاویٰ کی نادر فروعات کے جاننے اور ان کی دقیق علل سے واقفیت حاصل کرنے اور اس میں بکثرت کلام کرنے اور ان سے متعلق اقوال کو حفظ کرنے کے ساتھ اس کو مخصوص کر دیا۔ پس جو شخص اس میں زیادہ ماہر اور زیادہ مشغول ہوا اس کو (افقہ) کا خطاب دے دیا۔ حالانکہ لفظ فقہ عصر اول میں مطلق راہ آخرت اور آفات نفوس اور مفسدات اعمال کے دقائق جاننے اور حقارت دنیا کے احاطہ سے واقفیت اور آخرت کی نعمتوں کو خوب دیکھنے اور قلب پر خوف کو غالب کرنے پر بولا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیت قرآنی (لیتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم) ہے کہ جو فقہ انذار و تخویف کا ذریعہ بنے وہ تو یہی فقہ ہے۔ نہ کہ طلاق، عتاق و لعان، سلم و اجارہ کے فروعی مسائل۔

امام غزالی رحمہ اللہ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ صرف انہی فروعات میں الجھ کر رہ جانا اپنے دل کو سخت اور خشیت کو رخصت کر دیتا ہے۔

ملا علی القاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"قوله يتفقه في الدين أي أحكام الشريعة والطريقة والحقيقة ولا يختص بالفقه المصطلح المختص بالأحكام الشرعية العملية كما ظن"

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۰۵)

ترجمہ: دین میں فقاہت حاصل کی جائے یعنی احکام شریعت اور طریقت و حقیقت میں اور یہ فقہ اصطلاحی جو احکام شرعیہ عملیہ کے ساتھ مختص ہے نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے۔

اس لئے قرآن و حدیث میں جہاں فقہ کی فضیلت آئی ہے اس کو عام سمجھنا چاہئے اور اپنے اندر دونوں (علم ظاہر شریعت یعنی فقہ اصطلاحی اور علم باطن یعنی تصوف و سلوک) کو جمع کرنے کی صورتیں پیدا کرنی چاہئیں۔ باقی لفظ فقہ کی تعمیم سے علم حفظ فروع خارج نہیں

ہے۔ کیونکہ جو فضائل علم فقہ بالمعنی الاعم کے ہیں وہی "فضائل علم فقہ بالمعنی الاخص" کو بھی

شامل ہیں۔

فقہ حنفی کی فضیلت :

اس سے پہلے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ نفس فقہ کے تھے۔ اب فقہ اصطلاحی

اور خصوصاً فقہ حنفی کے متعلق فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ صاحب درمختار نے خلاصہ سے نقل

کیا ہے کہ ......

النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل۔

(درمختار ص ۲۷ ج ۱)

ترجمہ: یعنی ہمارے اصحاب حنفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بغیر (کسی استاد سے)

سننے کے، رات کو نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تہجد پڑھنا نفل ہے۔ اور فقہ حاصل کرنا اگر بقدر ضرورت

ہو تو فرض عین ہے اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہو تو فرض کفایہ ہے۔ اور نوافل میں مشغول

ہونے سے فرض میں مشغول ہونا بلاشبہ افضل ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا

ہے کہ جو شخص دن کو مطالعہ کرتا ہے اور رات کو تہجد پڑھتا ہے اُس کے لئے دن اور رات

دونوں میں افضل علم حاصل کرنا ہے۔ علم فقہ کی فضیلت میں امام محمد رحمہ اللہ کا یہ قول بھی قابل

توجہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ :

لاینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان اخر امرہ الی المسئلۃ

وتعلیمہ الصبیان ولا بالحساب لان أخر أمرہ الی مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر

لان اخر امرہ الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام ومالا

بدمنہ کما قیل۔

یعنی آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے کیونکہ شاعر انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی کر کے یا برائی کر کے) بھیک مانگے گا اور نحو کا ماہر انجام کار بچوں کی تعلیم میں مشغول ہوگا اور چاہیے کہ حساب دان بھی نہ بنے، کیونکہ وہ انجام کار زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا اور چاہیے کہ ماہر تفسیر بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ انجام کار قصہ گوئی اور وعظ میں مصروف ہوگا بلکہ اس کو چاہیے کہ علم فقہ (حلال و حرام اور دیگر ضروری پیش آمدہ مسائل کے جائز اور ناجائز ہونے کے احکام) میں مہارت حاصل کرے (اس لئے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے) جیسا کہ کسی نے خوب کہا کہ ......

اذا ما اعتزذو علم بعلم فعلم الفقه اولیٰ باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسک وکم طیر یطیر ولا کباز

(درمختار علی هامش الشامی ص ۳۱ ج ۱)

ترجمہ:۔ جب کوئی ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے۔ تو علم فقہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں لیکن مشک کی طرح نہیں ہو سکتیں اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

نیز علم حدیث اور علم تفسیر کے جو فضائل ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہو جاتے ہیں اس لئے کہ فقہ در حقیقت درایہ حدیث کا نام ہے۔ فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ قرآن حدیث ہی کا عطر کشیدہ ہے۔ درمختار میں ہے کہ :

ان الفقه هو ثمرة الحديث وليس ثواب الفقيه اقل من ثواب المحدث۔

(درمختار ص: ۴۴، ج: ۱)

ترجمہ: یعنی فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر و ثواب محدث سے کم نہیں ہے۔

کیونکہ محدث بننے کے لئے اجتہاد کی شرط نہیں ہے اور نہ ہی فقہ کی، لیکن ایک فقیہ کے لئے حامل قرآن و حدیث ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا اجتہاد غلط اور باطل ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :

ان یکون صاحب حدیث له معرفة بالفقه لیعرف معانی الآثار و صاحب فقه له معرفة بالحدیث لئلا یشتغل بالقیاس ۔ (ہدایہ کتاب القاضی ص ۱۳۲، ج ۳)

مجتہد ایسا صاحب حدیث ہو کہ اس کو فقہ بھی آتی ہو تا کہ احادیث کے معانی جان سکے اور ایسا صاحب فقہ بھی ہو کہ جس کو حدیث آتی ہو، تا کہ بلا ضرورت قیاس میں مبتلا نہ ہو جائے ۔

امام شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فان المعانی قد تیسرت لهم والله ماصرت فقیهًا الا بکتب محمد بن الحسن ۔

(الدر المختار علی هامش الشامی ص ۴۳، ج ۱)

یعنی جو فقہ سیکھنا چاہے اس کو چاہئے کہ اصحاب حضرت ابوحنیفہؒ کو لازم پکڑے اس لئے کہ معانی و مطالب ان کے لئے آسان ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم میں امام محمد بن حسن کی کتابوں ہی سے فقہ میں ماہر ہوا ہوں ۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے ۔ یعنی اگر بالفرض اس وقت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا ۔ اس وقت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت معلوم ہو گئی جو انہوں نے (فصول ستہ) میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسٰی علی نبینا علیہ الصلوٰۃ و السلام نزول کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے'' ۔ (مکتوب ۲۸۲، ترجمہ اول ص ۵۸۵)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید کریں گے بلکہ وہ تو مجتہد ہوں گے لیکن ان کا اجتہاد فقہ حنفی کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ایک دوسری جگہ بیان فرماتے ہیں :

بر ایں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیت کلام حق بجانب حنفی است۔ و در خلافیت فقہی و در اکثر مسائل حق بجانب حنفی و در اقل متردد۔ (مبداء معاد ص ۴۹)

ترجمہ: اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے کہ خلافیات علم کلام میں حق حنفی مسلک کی جانب ہے اور خلافیات فقہی کے اکثر مسائل میں حق بجانب حنفی ہے اور بہت کم میں تردد ہے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ :

عرفني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في المذهب الحنفي طريقة انيقة هي اوفق الطريق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري واصحابه۔

یعنی مجھ کو حضور اکرم ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے زیادہ موافق ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب (دیگر محدثین) کے زمانہ میں جمع اور منقح ہوئیں۔

حضرت مجددؒ اور امام شاہ ولی اللہؒ کے ان دونوں ارشادات کی حقیقت اگرچہ کشف کی ہے لیکن نواب صدیق خان صاحب فرماتے ہیں :

اگر کشف دو کس باہم متوافق شود ظن غالب شود۔ (ابقاء المنن ص ۴)

دو بزرگوں کے کشف اگر موافق ہو جائیں تو غلبہ ظن کا حکم رکھتے ہیں۔

ضرورت فقہ :

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ چونکہ نصوص صریحہ کا تمام مسائل و نوازل کی جزئیات کے لئے ناکافی ہونا ایک اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ اسی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے مورخ

علامہ مغرب عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں :

والوقائع المتجددة لاتوفی بها النصوص ۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۳۵)

ترجمہ : نئے نئے پیش آمدہ مسائل کے لئے نصوص (صریحہ) ناکافی ہیں ۔

چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں :

عبادات و معاملات میں ان گنت حوادثات و واقعات پیش آتے ہیں اور ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ ہر پیش آمدہ حادثہ کے بارہ میں نص شرعی موجود نہیں اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ جب نصوص شرعیہ محدود اور واقعات و حوادثات غیر محدود ہیں اور ظاہر ہے کہ محدود غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتا لہذا واضح ہوا کہ قیاس و اجتہاد کا اعتبار کرنا بہت زیادہ ضروری ہے تا کہ ہر حادثہ کی صورت میں اجتہاد کی طرف رجوع کیا جا سکے ۔

(الملل والنحل ص ۲۲۸ ج ۱ بحوالہ حیات ابو حنیفہ از ابو زہرہ مصری ص ۲۰۸)

اسلام اور اجتہاد :

اسلام میں اجتہاد کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہے ۔ چنانچہ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں اور خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کا اجتہاد کرنا ثابت ہے ۔ چنانچہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم مقرر فرما کر بھیجا تو دریافت فرمایا : اے معاذؓ! تم کس طرح فیصلے کرو گے ؟ عرض کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ، اور پھر اجتہاد کروں گا ۔ " اجتهد فيه برائي " ۔

(ابوداؤد شریف کتاب الاقضیۃ باب اجتہاد الرأی فی القضاء)

پھر میں اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا ۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی تصویب فرمائی ۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اجتہاد کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے ۔ جب کسی مسئلہ میں نصوص موجود

نہ ہوں ۔ یہی وجہ تھی کہ آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بے شمار واقعات پیش آئے اور انہوں نے کتاب و سنت میں ان کے بارے میں کوئی تصریح نہ دیکھی تو اجتہاد سے کام لیا۔

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر قضیہ کا حکم پہلے کتاب اللہ سے معلوم کرتے تھے اور پھر سنت سے اس کا حکم تلاش کرتے تھے۔ اگر کتاب و سنت میں اس کا حکم نہ پاتے تو رائے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک مراسلے میں لکھتے ہیں :

"جو بات کتاب و سنت سے نہ ملے اسے پوری طرح سے سمجھنے کی کوشش کرو اس کے اشباہ و امثال کو سامنے رکھو اور ان پر قیاس کرو"۔

(دار قطنی ص ۵۱۲، اعلام الموقعین ص ۸۶ ج ۱ بحوالہ حیات ابوحنیفہ ص ۱۷۲)

بلکہ بعض اوقات جناب رسول ﷺ خود بھی قیاس و اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت جو خشعمیہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میرا باپ بوڑھا ہے اور اس پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ اس کی ادائیگی پر قادر نہیں، کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

أرأيت لو كان على ابيك دين فقضيته اما كان يجزيك؟ فقالت بلى فقال عليه السلام فدين الله احق بالقضاء ۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۲۱)

ترجمہ: تیرا کیا خیال ہے تیرے باپ پر کسی کا قرض ہو اور تو اس کو ادا کردے تو کیا تیری ادائیگی کافی نہیں ہوگی؟ اس نے کہا بے شک (ہاں کافی ہوگے) آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کا قرض بطریق اولیٰ ادا ہو جائیگا۔

اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو حقوق مالیہ پر قیاس کیا ہے۔ ان تصریحات اور نصوص سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کرنا جائز امر ہے۔ حضرات صحابہ انفرادی اور اجتماعی طور پر مسائل کو اجتہاد ی کے طریقہ پر حل کرتے رہتے تھے۔ مگر یہ سب اسی وقت ہوتا تھا جب کسی آیت یا حدیث سے مسئلہ کا جواب نہ دیا جا سکتا۔ یعنی نصوص شرعیہ موجود نہ ہوتے تو نصوص شرعیہ کی علت کے تحت جواب دیا جاتا تھا۔ اسی فعل کو حنفیہ قیاس یا اجتہاد کہتے ہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا اس معاملے میں یہی مسلک ہے وہ حتی الامکان حدیث و آثار صحابہؓ کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اترکوا قولي بخبر رسول الله وكول الصحابة ونقل انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي۔ (تفسیر مظہری ص ۲۲ جلد ۲)

"میرا قول حدیث رسول اور آثار صحابہ کے مقابلہ میں ترک کردو۔ اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے"۔

چنانچہ اجتہادی مسائل میں قول صحابی قیاس کے مقابلہ میں مقدم ہے۔

☆ ☆ ☆

ضرورت تدوین فقہ

دوسری صدی کے شروع میں اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان ایک نزاع پیدا ہو گیا۔ چنانچہ سوال پیدا ہوا کہ حدیث فقہ اسلام کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں؟ پھر کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث کی نوعیت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ قیاس اور استحسان کے ذریعے استخراج مسائل میں اختلاف پیدا ہوا۔ اجماع کے اصل شرعی ہونے میں اختلاف تھا اور دوسرے صحیفوں سے استنباط احکام میں اختلاف۔ غرضیکہ دوسری صدی ہجری کے ربع اول میں علم کے ہر گوشے میں اختلاف موجود تھا۔ عام مسلمان قاضیوں کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ چنانچہ ابن المقفع نے خلیفہ ابو جعفر منصور کو اپنے خط میں لکھا:

"عدالتوں میں بدنظمی پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں کسی مشہور قانون کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان فیصلوں کا دارومدار قاضیوں کے اپنے اجتہاد پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں متضاد احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک قاضی کے حکم کے مطابق اگر کوفہ کے ایک علاقہ میں بعض لوگوں کی جان و مال اور عصمت کے خلاف فیصلہ دیا جاتا ہے۔ تو دوسرے علاقہ میں دوسرے قاضی کے فیصلہ کے مطابق اس کی حمایت میں فیصلہ صادر ہوتا ہے۔" (تدوین فقہ ص ۳۴)

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں کوئی قانون مدون نہیں تھا۔

"امام اعظم ابو حنیفہؒ کو فقہ کی تدوین کا خیال کیوں کر پیدا ہوا؟"

علامہ شبلی نعمانیؒ "تدوین فقہ کے تاریخی پس منظر پر بحث فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"تاریخ سے اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ امام ابو حنیفہ کو خاص کس وجہ سے فقہ

کی تدوین کا خیال پیدا ہوا؟ تذکرۃ النعمان کے مصنف نے کتاب الفواکہ العقول سے اس کا ایک قصہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمام والے کے پاس کچھ امانت رکھ گئے۔ پھر ایک ان میں سے نہا کر نکلا اور حمام والے سے امانت طلب کی۔ اس نے دے دی یہ لے کر چلتا ہوا دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو اس نے عذر کیا کہ میں نے تمہارے شریک کو حوالہ کر دی ہے۔ اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔ قاضی صاحب نے حمام والے کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تجھ کو لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں واپس کرتا۔ حمام والا گھبرایا ہوا امام ابو حنیفہ کے پاس آیا۔ امام صاحب نے کہا کہ تم جا کر اس شخص سے کہو میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تم کو نہیں دے سکتا۔ شریک کو لاؤ تو لے جاؤ۔ اس واقعہ کے بعد امام صاحب کو فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ (تذکرۃ النعمان [illegible])

تدوین کے اصلی اسباب :

تدوین فقہ کے اصلی اسباب کچھ بھی ہوں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی موجودہ اور آئندہ ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے قانون اسلامی کو مدون کرنا شروع کر دیا۔ اور امت مسلمہ پر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا پر بڑا احسان فرمایا۔ اسی وجہ سے قانون سازی کی تاریخ میں امام اعظم ابو حنیفہ کا نام سرفہرست ہے۔ اور قانون ساز اسمبلیوں کے لئے اس فرزند جلیل کی ہدایات منارہ نور ہیں۔ حدیث و لغت کے امام نضر بن شمیل کا بیان ہے :

كان الناس نياماً عن الفقه حتى ايقظهم ابو حنيفة۔ (الموفق ج ۱ ص ۴۹)

ترجمہ: لوگ فقہ سے خواب غفلت میں تھے یہاں تک کہ ابو حنیفہ نے ان کو بیدار کیا۔

ان کا ثمرہ تھا کہ امام مالک بن انس المتوفی ۱۷۹ھ نے مؤطا کو مدون کیا۔ قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج لکھی اور فقہ عراق پر گراں قدر تالیفات یادگار چھوڑیں۔ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے نہایت ہی کامل و مکمل اور موزوں و مرتب طریقہ پر فقہ عراق کو مدون کیا۔

طریق تدوین فقہ :

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے یہاں تدوین فقہ کی صورت یہ تھی کہ آپ کے سب شاگرد جمع ہو کر کسی مسئلہ پر بحث کرتے۔ اخیر میں امام صاحب اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے بیان فرماتے۔ پھر اگر سب کا اتفاق ہوتا تو وہ لکھ لیا جاتا۔ آپ کے طریقہ اجتہاد میں سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ اس کے بعد حدیث کی طرف اور جو حدیث قرآن سے زیادہ قریب ہوتی اس پر عمل کرتے تھے۔ مثلاً صلوٰۃ خوف کی بہت سی صورتیں احادیث میں مروی ہیں ان میں سے امام صاحب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ صورت اختیار فرمائی جو الفاظ قرآن سے زیادہ قریب ہے۔ پھر اگر صحابہ میں اختلاف نظر آتا تو فرماتے کہ صحابہؓ کی اقتداء کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور بایھم اقتدیتم اھتدیتم کے پیش نظر کسی ایک صحابی کی روایت کو اختیار فرماتے اور تابعین میں اختلاف ہوتا تو چونکہ ان میں صحبت نبوی ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی اس لئے فرماتے: "نحن رجال وھم رجال" اور خود اجتہاد فرماتے۔ اس طریقہ تدوین سے آپ نے ساٹھ ہزار مسائل استنباط فرمائے۔

عن مالك بن انس انه قال وضع ابو حنيفة ستين الف مسئلة في الاسلام۔ وعن الامام ابي بكر بن عتيق انه وضع خمس مائة الف مسئلة وذكر الخطيب الخوارزمي انه وضع ثلاث مائة الف مسئلة ثلاثين الفا في العبادات والباقي في المعاملات لولا هذا لبقي الناس في الضلالة۔ (مقدمہ تدوین فقہ)

''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے ساٹھ ہزار مسائل اسلام میں وضع فرمائے۔ امام ابو بکر بن عتیق سے مروی ہے کہ امام صاحب نے پانچ لاکھ مسائل کا اخراج کیا اور خطیب خوارزمی نے لکھا ہے کہ آپ نے تین لاکھ مسائل نکالے تیس ہزار عبادات میں اور باقی معاملات میں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں رہتے''۔

غرضیکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ کے لئے ایسا نمایاں کارنامہ سرانجام دیا کہ زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے اسی وجہ سے قیس بن ربیع مشہور محدث کہتے ہیں:

کان ابو حنیفۃ اعلم الناس بمالم یکن۔ (موفق ص ۱۰)

''امام صاحبؒ ان مسائل کو بھی سب سے زیادہ جاننے والے تھے جن کا وجود ابھی نہیں ہوا تھا''۔

اسی وجہ سے امام صاحبؒ نے مجلس تدوین میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی ہے کہ جن کے وقوع کا امکان ہو سکتا تھا۔ آپ کے گرد تلامذہ کا مجمع ہوتا تھا اور آپ جزئیات پیش کرتے اور جواب حاصل کرتے۔ اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت قلم بند کر لیا جاتا تھا ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا اور جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پا جاتی اور کبھی کبھی ایک ایک مسئلہ پر مہینے گزر جاتے تھے امام صاحبؒ خاموش رہتے۔ ہر تقریر یں سنا کرتے البتہ کبھی کبھی درمیان میں یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ۔

ترجمہ: آپ میرے ان بندوں کو بشارت دے دیں جو بات سنتے ہیں اور احسن قول کی اتباع کرتے ہیں

جب کلام بہت طویل ہو جاتا تو امام صاحبؒ اپنی تقریر شروع فرماتے اور ایسا محاکم فیصلہ فرماتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم

رہتے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلم بند کر لئے جاتے۔ اس کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوریٰ کے خصوصی ارکین جمع نہ ہوں کوئی مسئلہ طے نہ کیا جائے۔ چنانچہ الجواہر المضیۃ کے مصنف نے عافیہؒ بن یزید کے تذکرہ میں اسحاقؒ سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد آپس میں کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوتے اور عافیہؒ موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے کہ ذرا عافیہؒ کو آنے دو! جب وہ آجاتے اور مسئلہ سے اتفاق کرتے۔ تب مسئلہ قلم بند کر لیا جاتا اور جب کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرط مسرت سے سب مل کر نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے۔

تقریباً بائیس سال کی مدت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قانون اسلامی کو مدون کرایا تھا۔ یہ کتابیں کتب فقہ ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا جس میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے باقی پینتالیس ہزار مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا۔ اس مجموعہ کی ترتیب اسی طرح تھی۔

"باب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ" عبادات کے بعد دوسرے ابواب اور ان کے بعد معاملات اور عقوبات کے ابواب تھے آخر میں باب المیراث تھا۔ یہ مجموعہ اگرچہ ۱۳۲ھ سے پہلے مرتب ہو چکا تھا مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے۔ ان اضافوں کے بعد اس مجموعہ کی تعداد پچاس ہزار مسائل ہو گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں :

كَتَبْتُ كُتُبَ أَبِي حَنِيفَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ كَانَ يَقَعُ فِيهَا زِيَادَاتٌ فَأَكْتُبُهَا

(جمع تصانیف ص ۳۵)

ترجمہ : میں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اس لئے ان اضافوں کو بھی مجھے لکھنا پڑتا تھا۔

امام اعظمؒ ابوحنیفہ کا یہ مدون شدہ قانون مشرق میں تمام قلمرو اسلامی میں نافذ

ورائج ہو گیا۔ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں :

قَضٰی بِہٖ الْخُلَفَاءُ وَالْاَئِمَّۃُ وَالْحُکَّامُ وَاسْتَقَرَّ عَلَیْہِ الْاَمْرُ۔ (موفق ص ۳۷ ج ۱)

ترجمہ : خلفاء ائمہ حکام امام ابوحنیفہ کی مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر عمل ہونے لگا۔

ادوارِ فقہ :

اصولی طور پر فقہ اسلامی کے چھ ادوار ہیں :

(الف) فقہ بعہد آنحضرت ﷺ

(ب) فقہ بعہد کبار صحابہؓ (زمانہ خلفاء راشدینؓ)

(ج) فقہ بعہد صغار صحابہؓ و تابعینؒ یہ زمانہ پہلی صدی ہجری کا ہے۔

(د) وہ زمانہ جس میں فقہ نے ایک مستقل علم کی شکل اختیار کی اور بڑے بڑے فقہاء نے یہ علم مدون کیا یہ دور تیسری صدی ہجری پر ختم ہو جاتا ہے۔

(ھ) وہ دور جس میں ائمہ کے اجتہادات پر نقد و نظر اور ان کے مسائل کی مزید تحقیق ہوئی یہ دور انقراض خلافت بغداد پر ختم ہو کر مصر میں قدرے اس کے بعد تک قائم رہتا ہے۔

(و) اس کے بعد وہ زمانہ آتا ہے جس میں تقلید پر زور دیا جاتا ہے اور اجتہاد کا سلسلہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ (از معارف اسلامیہ اردو ص ۳۸۱ ج ۱۵)

لیکن ہم ان ادوار میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔

فقہ عہد نبوت میں :

دورِ نبوت اسلامی فقہ کا پہلا دور ہے جو آنحضرت ﷺ کی رسالت کے آغاز سے

شروع ہوتا ہے اور آپ کی وفات پر ختم ہو جاتا ہے۔ عہد نبوت میں قرآن مجید نازل ہوتا رہا اور اُمت کی رہنمائی کے لئے چشمہ ہدایت بنا رہا۔ اس کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یعنی سنت بھی شریعت کی بنیاد بنتی گئی اور اسی طرح قرآن و سنت جملہ اعتقادات و معاملات کے لئے اصل قرار پائے۔ چنانچہ جب کوئی حادثہ رونما ہوتا اور اس کے بارے میں حکم دریافت کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو حضرات صحابہؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر آپ سے راہنمائی حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام کے سامنے اگر پہلے سے کوئی نازل شدہ حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ توقف فرماتے اور بسا اوقات مسائل کا جواب وحی قرآنی کی صورت میں صادر ہوتا ورنہ آپ جو ارشاد فرماتے اسی کی اطاعت ضروری تھی۔ آنحضرت ﷺ جو کچھ فرماتے یا کرتے تھے اس کی بنیاد کبھی وحی قرآنی پر ہوتی اور کبھی وحی الہامی پر۔ جیسا کہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔

لَا یَرِثُ الْقَاتِلُ، وَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ۔ (الدر المنثور ص ۲۰۲ ج ۲)

ترجمہ: قاتل وارث نہیں ہوگا۔ وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔

اور کبھی کبھی آنحضرت ﷺ اپنی خداداد بصیرت کی روشنی میں اجتہاد بھی فرماتے تھے اور یہ اجتہاد کبھی تن تنہا فرماتے اور کبھی جماعت سے مشورہ طلب کرنے کے بعد۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے بارے میں آپ ﷺ نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ فرمایا تھا۔ مگر یاد رہے مشورہ کے عمل ای رائے پر ہوتا جسے شاہ نبوت درست سمجھتی اور آپ کا اجتہادی فیصلہ بھی اس طرح واجب الاتباع اور نص کا درجہ رکھتا تھا جس طرح وحی قرآنی۔

اگر فی الواقع اجتہاد نبوت درست اور منشاء خداوندی کے مطابق ہوتا تو حق تعالیٰ جل مجدہ کی طرف سے اسی کو برقرار رکھا جاتا ورنہ بصورت دیگر متنبہ کر دیا جاتا۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ ان کے خیال میں ان قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے زرفدیہ لے کر چھوڑ دینا زیادہ مناسب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلہ میں جناب ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ اور کفار مکہ سے فدیہ وصول کرنے کو ترجیح دی۔ اس پر حسب ذیل آیات نازل ہوئیں:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

ترجمہ: ''نبی کو نہیں چاہئے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خونریزی نہ کرے ملک میں۔ تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہئے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب''۔

اس موقع پر جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

وَلَوْ نَزَلَ الْعَذَابُ مَا أَفْلَتَ إِلَّا عُمَرُ۔ الدر المنثور ص ۲۰۳ ج ۳ سیوطی

اگر عذاب خداوندی نازل ہوتا تو حضرت عمرؓ کے علاوہ کوئی اس سے نہ بچ سکتا۔

اسی طرح غزوہ تبوک کے موقع پر عذر کرنے والے منافقین کو آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے اجازت مرحمت فرمادی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ۔

ترجمہ: ''اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر

ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو"۔

واقعات بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عہد نبوت میں شریعت کا ماخذ کتاب وسنت اور حضور ﷺ کے اجتہاد میں منحصر تھا۔

فقہ دورِ صحابہ میں :

گزشتہ مباحث سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ عہد رسالت میں تشریع اسلامی کا ماخذ و منبع کتاب وسنت اور آپ کے اجتہادات تھے۔ کیونکہ روزمرہ کے حوادث ونوازل میں افتاء وقضاء کا آخری مرجع وماویٰ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس تھی۔ جب آپ ﷺ اس عالم رنگ وبو سے تشریف لے گئے اور سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا اور مذہبی وسیاسی سیادت وقیادت حضرت صحابہؓ کی طرف منتقل ہوگئی تو اس سلسلہ میں ان حضرات کو جہاں دیگر کٹھن اور دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑا وہاں سب سے زیادہ نازک اور پیچیدہ کام لاتعداد حوادث ونوازل میں امت کی راہنمائی کا تھا۔ کیونکہ روز بروز سلسلۂ کشورکشائی وسیع تر ہوتا جارہا تھا اور اسلامی پرچم جزیرہ نمائے عرب کی سنگلاخ وادیوں سے نکل کر مصر وشام، عراق وفارس کے کلیساؤں پر لہرا رہا تھا اور اقطار عالم سے سمٹ سمٹ کر وعدۂ خداوندی "یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا" کے مطابق لوگ جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہورہے تھے۔ اس صورت حال میں امت مسلمہ کو نت نئے مسائل وواقعات سے جن کا اس سے پہلے وجود ہی نہ تھا دوچار ہونا ناگزیر تھا۔

حضرات صحابہؓ کے سامنے قرآن حکیم اور آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ موجود تھا۔ یہ حضرات پیش آمدہ واقعہ کا جواب اولاً کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر کوئی نص صریح مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرلیا جاتا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی جانب متوجہ ہوتے۔ حاضران بارگاہ نبوت ﷺ سے پوچھتے یا یادداشتوں کی جستجو کرتے۔ تاکہ پیش

اور اسی طرح قاضی شریح کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ۔

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا حل قرآن میں ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور کسی مجتہد کی رائے کی طرف دھیان نہ دو اور اگر مسئلہ ایسا ہو جس کا حل قرآن میں نہ ہو لیکن سنت میں ہو تو اس کے مطابق عمل کرو ۔ اور اگر قرآن و سنت دونوں میں موجود نہ ہو تو مستند و ممتاز مجتہدوں کی رائے (اجماع) کا سہارا لو ۔ اور اگر انہوں نے بھی کوئی قانونی حل فراہم نہ کیا ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ خود اپنے اجتہاد سے کام لو تو اور مجھ سے رجوع کر لو ۔ اور میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ اس بارے میں مجھ سے رجوع کرو ۔ [illegible]

ارشادات نبوی ﷺ کی راہنمائی میں حضرات صحابہؓ نے نئے حوادثات و واقعات کے احکام معلوم کرنے میں اپنی مقدور بھر کوششیں صرف فرمائیں ۔ اور فہم و فراست عقل و بصیرت کی تمام امکانی قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں ۔ جیسے کہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں ۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ واقعات و نوازل کے احکام میں اجتہاد فرماتے تھے اور بعض احکام کو بعض پر قیاس کرتے تھے ۔ اور نظیر کو نظیر کے ساتھ لاحق کرتے تھے ۔

[illegible]

حوادثات و واقعات میں حضرات صحابہؓ کے طریق کار پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ دوسری جگہ رقمطراز ہیں ۔

حضرات صحابہ کرامؓ احکام معلوم کرنے کے لئے قیاس سے کام لیتے تھے اور امثال و اشباہ و نظائر سے احکام معلوم کرتے تھے ۔ [illegible]

اسی طرح مصر کے نامور فاضل ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ۔

بکثرت ایسے شواہد موجود ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حوادثات و واقعات کے

احکام میں اجتہاد فرمایا ہے دراں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور مفتوحہ شہروں میں رہتے تھے۔ (تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۳ طبع قاہرہ)

جماعت صحابہ میں خلفاء راشدین اور چند دیگر حضرات بوجہ فضل و فہم و فراست میں ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ قیاس و اجتہاد میں بھی وہی امام و مقتدا مانے جاتے تھے۔ اس لئے اختصار کے پیش نظر ہم صرف انہی حضرات کے اجتہادی طریق کار اور طرز استدلال کو پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرات صحابہ نے حوادث و نوازل میں امت مسلمہ کی کس طرح راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ امام بغوی نے میمون بن مہران سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس سے حضرات صحابہؓ کے طریق کار کی بالکل واضح صورت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كان ابوبكر الصديق اذا ورد عليه حكم نظر في كتاب الله تعالى فان وجد فيه ما يقضي به قضى به، وان لم يجد في كتاب الله نظر في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فان وجد فيها ما يقضي به قضى به فان اعياه ذلك سأل الناس هل علمتم ان رسول الله ﷺ قضى فيه بقضاء؟ فربما قام اليه القوم فيقولون: قضى فيه بكذا وكذا فان لم يجد سنة سنها النبي ﷺ جمع رؤساء الناس فاستشارهم فاذا اجتمع رأيهم على شيء قضى به، وكان عمر يفعل ذالك فاذا اعياه ان يجد ذالك في الكتاب والسنة سأل هل كان ابوبكر قضى فيه بقضاء؟ فان كان لابي بكر قضاء قضى به والا جمع علماء الناس واستشارهم، فاذا اجتمع رأيهم على شيء قضى به. (اعلام الموقعين [illegible])

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے جب کوئی معاملہ پیش کیا جاتا تو وہ کتاب اللہ میں دیکھتے۔ پس اگر اس میں پاتے تو وہی فیصلہ جاری کر دیتے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے تو پھر حدیث میں دیکھتے۔ اس میں جو کچھ پاتے اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر حدیث میں

بھی نہ پاتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ تمہیں اس مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی فیصلے کا علم ہے؟ بسا اوقات کچھ لوگ حاضر ہوتے اور کہتے کہ حضور ﷺ نے ایسے فیصلہ فرمایا تھا۔ پس اگر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ بھی نہ پاتے تو سرکردہ لوگوں کو جمع کرتے پھر ان سے مشورہ طلب کرتے۔ پس جب کسی چیز پر ان کی رائے متفق ہو جاتی (جسے اجماع کہتے ہیں) تو اسی فیصلہ فرما دیتے۔

حضرت عمرؓ بھی ایسا کرتے۔ پس اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں مسئلہ نہ پاتے تو وہ سوال کرتے کیا حضرت ابوبکرؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا تو وہ تذکرہ کرتے ورنہ اہل علم کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے۔ پس جب کسی چیز پر ان کی رائے متفق ہو جاتی تو اس کا فیصلہ کر دیتے۔

فقہ دورِ صحابہؓ کی چند مثالیں:

الف۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینی بند کر دی جائے۔ کیونکہ جس مصلحت کے پیش نظر انہیں حصہ ملتا تھا وہ مصلحت اب باقی نہیں رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت و غلبہ عطا فرمایا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے رائے فاروقی سے اتفاق فرمایا۔

(ب) حضرات صحابہؓ کی مجلس قانون ساز نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر کاریگر سامان کے ضائع ہونے کا دعویٰ کرے اور اس پر کوئی گواہ نہ ہو تو اس پر ضمان آئے گا۔ اور اس کی علت سیدنا علی رضی اللہ نے تحفظ مفاد عامہ کو قرار دیا۔

(ج) خلافت فاروقی میں ایک دفعہ یہ مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کو اس کی سوتیلی ماں اور ایک اور شخص نے مل کر قتل کر ڈالا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کو ایک کے بدلے دو کے قتل میں تردد تھا کیونکہ قرآن مجید میں صراحۃً مفرد کا صیغہ (اِنَّ النفس بالنفس) مذکور ہے تو اس

پر حضرت علیؓ نے فرمایا کیا اگر بہت سے لوگ ایک ہی اونٹ کی چوری میں شریک ہو جائیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے یا نہیں؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ میں نے "مشتے نمونہ از خروارے" دور صحابہ کے اجتہاد کی چند مثالیں ذکر کی ہیں۔ جس سے فقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مختصر تعارف ہو جائیگا۔

فقہ ائمہ مجتہدین کے دور میں :

دور صحابہؓ کے بعد امت میں جن حضرات کو مسند درس و افتاء میں نمایاں حیثیت حاصل رہی اور جن کی آراء اجتہادیہ کو قبول عام حاصل ہوا۔ ان میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ، امام مالک بن انسؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ جنہیں عام طور سے آئمہ اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان چاروں حضرات میں بھی بعض خداداد صلاحیتوں کے باعث سب سے زیادہ درخشاں، عظیم المرتبت اور قد آور شخصیت امام الآئمہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہ اللہ ہی کی سمجھی جاتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس لئے ہم اپنے مقالہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ کے طریق استنباط ہی کو بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے طریق استنباط :

تاریخ بغداد میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا خود اپنا بیان نقل کیا گیا ہے :

آخذ بكتاب الله فمالم اجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فان

لم اجد في كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذت بقول اصحابه اخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الامر اوجاء الى ابراهيم والشعبي وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالاً فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا۔ (تاریخ بغداد ص:۳۶۸ ج ۱۳ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص:۱۱۸)

ترجمہ : میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول اللہ کو لیتا ہوں اور اگر کتاب وسنت میں حکم نہیں پاتا تو حضرات صحابہؓ کے قول کو لیتا ہوں اور ان میں سے جس کے قول کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کے قول کو نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ، عطاؒ، سعید بن المسیب تک (اوران کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نام بھی گنے) پہنچتا ہے۔ تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ اجتہاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، نیز آثار صحابہؓ کے خلاف ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ امام صاحبؒ کا فرمان ہے :

اُتركوا قولي بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وقول الصحابة ونقل انه، قال اذا صح الحديث فهو مذهبي۔ (تفسیر مظہری ص ۶۴ ج دوم)

ترجمہ: "میرے قول کو خبر رسول ﷺ اور قول صحابہؓ کے مقابلہ میں ترک کردو۔ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے"۔

امام ابوحنیفہؒ کے طریقہ اجتہاد اور اس میں سلامت روی اور احتیاط کے متعلق ابن حزمؒ جیسے انسان نے بھی اعتراف کیا ہے :

جميع اصحاب ابي حنيفة مجمعون ان مذهبه ان ضعيف الحديث اولىٰ

عنده من القياس ۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱)

ترجمہ: تمام اصحاب ابوحنیفہؒ کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔

امام ابن حجر مکی اور ملا علی القاری لکھتے ہیں کہ:

ان کان فی المسئلۃ حدیث صحیح تبعہ وان کان عن الصحابۃ و التابعین فکذلک والا قاس فاحسن القیاس ۔ (الخیرات الحسان و ذیل الجواہر ص ۴۷۸ ج ۲)

ترجمہ: ''اگر مسئلہ میں صحیح حدیث ہوتی تو آپؒ اس کی اتباع کرتے اور اگر حضرات صحابہ اور تابعین سے اس کا حکم ملتا تو اس کی پیروی کرتے ورنہ قیاس کرتے اور عمدہ قیاس کرتے''۔

علامہ ذہبیؒ امام یحییٰ بن معینؒ کے طریق سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

اخذ بکتاب اللّٰہ فما لم اجد فبسنۃ رسول اللہ والآثار الصحاح عنہ التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فان لم اجد فبقول اصحابہ اخذ بقول من شئت و اما اذا انتھی الامر الی ابراھیمؒ والشعبیؒ والحسنؒ وعطا فاجتھد کما اجتھدوا ۔ (مناقب ابی حنیفہ ص ۲۰)

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں اگر اس میں حکم نہ ملے تو سنت رسول ﷺ اور ان کے آثار صحیحہ پر عمل کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے ثقہ راویوں میں پہنچ پھیل چکے ہوں اگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی تو میں آپ کے صحابہ کے اقوال میں سے جس کو پسند کرتا ہوں لے لیتا ہوں اور جب نوبت ابراہیمؒ، شعبیؒ، حسنؒ اور عطاءؒ تک پہنچتی ہے تو انہوں نے بھی اجتہاد کیا اور میں بھی اجتہاد کرتا ہوں''۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ، امام ابن حجر مکیؒ اور امام سیوطیؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ماجاء عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم بابی ھو و اُمی فعلی الراس والعین و ماجاء عن اصحابہ تخیرنا و ماجاءَ عن غیرھم فھم رجالٌ ونحن رجال۔

(میزان ص ۴۹ ج ا الخیرات الحسان ص ۲۰ و عقود الجمان ص ۲۷۲)

ترجمہ: جو حکم جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو سر اور آنکھوں پر اور جو چیز آپ کے صحابہؓ سے آئے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر غیر صحابہؓ سے آئے تو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔

ابو حمزہ السکری کا بیان ہے کہ:

سمعت اباحنیفۃ یقول اذا جاء نا الحدیث عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخذنا بہ واذا جاء نا عن الصحابۃ تخیرنا واذا جاء نا عن التابعین زاحمنا ھم۔

(الانتقاء ص ۱۴۴ لابن عبد البر و تبییض الصحیفہ ص ۱۱ و الجواھر المضیئۃ ص ۱۲۹ ج ۲)

میں نے ابو حنیفہؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی حدیث پہنچتی ہے تو ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جب ہمارے پاس حضرات صحابہؓ کے اقوال آتے ہیں تو ان میں سے کسی کو اختیار کر لیتے ہیں اور اگر ہمارے پاس تابعینؒ کے اقوال آتے ہیں تو ہم ان سے علمی مزاحمت کرتے ہیں۔

امام ابن حزمؒ امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ

لیس لاحد ان یقول برأیہ مع کتاب اللّٰہ تعالٰی و لامع سنۃ رسول اللّٰہ ﷺ ولا مع ما اجمع علیہ اصحابہ۔ (الخیرات الحسان ص ۶۱)

ترجمہ: ''کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مقابلہ میں رائے کا کوئی حق حاصل نہیں اور اسی طرح جس چیز پر حضرات صحابہؓ کا (اور امت) کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں بھی کسی کو رائے پیش کرنے کا حق نہیں پہنچتا''۔

اور حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں کہ :

ماجاء عن اللّٰہ ورسولہ لانتجاوز عنہ و ما اختلف فیہ الصحابۃ اخترناہ وماجاء عن غیرھم اخذنا وترکنا۔ (ذیل الجواہر ص ۴۷۷ ج ۲)

ترجمہ : جو حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہمیں پہنچا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے اور جس چیز میں حضرات صحابہؓ کا اختلاف ہوتا ہے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی کو چن لیتے ہیں اور غیر کے اقوال کو لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔"

اسی طرح علامہ ابن عبدالبرؒ کی الانتقاء اور موفق مکی کی مناقب میں مذکور ہے :

"امام ابوحنیفہؒ معتبر قول کو لیتے، قبیح سے بھاگتے۔ لوگوں کے معاملات میں غور و فکر کرتے، جب لوگوں کے احوال اپنی طبعی رفتار سے جاری رہتے تو قیاس سے کام لیتے مگر جب قیاس سے کسی فساد کا اندیشہ ہوتا تو لوگوں کے معاملات کا فیصلہ استحسان سے کرتے۔ جب اس سے بھی معاملات بگڑتے نظر آتے تو مسلمانوں کے تعامل کی طرف رجوع کرتے۔ جس حدیث پر محدثینؒ کا اجماع ہوتا اس پر عمل فرماتے، جب تک مناسب سمجھتے اس پر اپنے قیاس کی بنیاد کھڑی کرتے، پھر استحسان کا رخ کرتے۔ قیاس اور استحسان میں سے جو زیادہ موافق ہوتا اس کی طرف رجوع کرتے۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ناسخ و منسوخ احادیث کی بہت چھان پھٹک فرماتے۔ جب کوئی حدیث مرفوع یا اثر صحابیؓ آپ کے نزدیک ثابت ہو جاتا تو اس پر عمل کرتے۔ آپ اہل کوفہ کی احادیث سے خوب آگاہ تھے۔ اور ان پر بڑی سختی سے عامل رہتے تھے۔ (المناقب ص ۸۲۔ ۹۹ ج ۱)

تاریخ تدوین فقہ اور امام اعظم کوفیؒ :

فقہ کی تاریخ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ایک نہایت عمدہ مضمون لکھا

ہے۔شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک (اسلام) میں زندگی گزارنے کے لئے احکام کی قسمیں نہیں پیدا ہوئیں تھیں ،، جناب رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہؓ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے۔ حضرات صحابہؓ آپ کو دیکھ کر اسی طرح سے وضو کرتے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔یعنی حضرات صحابہؓ فرض و واجب کی تفصیل وتدقیق نہیں کیا کرتے تھے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔

البتہ جو واقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے اُن میں لوگ آنحضرت ﷺ سے استفتاء کرتے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ۔اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے اس پر تحسین کی یا اس پر ناراضگی ظاہر کی۔اس قسم کے فتاویٰ اکثر مجمعوں میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت ﷺ کے اقوال کو محفوظ رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ آیا۔جس میں فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہو گیا، جہاں کا رنگ ڈھنگ ،طرز معاشرت اور زبان تک مختلف تھی۔ واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور آنجزئی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو لوگ امور دینیہ کی اہمیت سمجھنے سے قاصر رہتے ۔حضرت صحابہؓ پوری اسلامی قلمرو میں پھیلے ہوئے تھے اور انہوں نے ان ممالک میں قرآن وسنت کی خوب اشاعت کی۔اور اس کو احکامات میں اپنا مرجع بنایا لیکن اختلاف ادوار اور ضروریات زندگی کے اُبھار کے باعث انہیں جو چیزیں پیش آئیں ان کا جواب انہوں نے قرآن وحدیث کی عقل مستنبط کے ذریعے دیئے۔اور یہ ظاہر ہے کہ قیاس میں اختلاف ضرور پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ تمام صحابہؓ کا ایک ہی قیاس ہو،اس لئے جوابات میں بھی اختلاف ناگزیر تھا لہٰذا مسائل میں اختلاف آراء ہوا۔ اور اکثر مسئلوں میں صحابہؓ کی مختلف رائیں قائم ہو گئیں، بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ رسول اللہ ﷺ

کے زمانہ میں ان کا تعین واثر بھی پایا نہیں گیا تھا۔ حضرات صحابہؓ کو ان صورتوں میں استنباط تفریع حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا۔ اصول استنباط کے طریقے یکساں نہ تھے اس لئے ضرور اختلاف پیدا ہوئے۔ غرض صحابہؓ ہی کے زمانے میں احکام و مسائل کا ایک دفتر بن گیا اور مجتہدین صحابہؓ کے بعد الگ الگ طریقے قائم ہو گئے۔ (سیرت النعمان ص ۲۳۴)

چنانچہ فقہاء مدینہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے فتاوی جمع کرتے اور ان میں مزید غور و فکر کے بعد اپنی رائے قائم کرتے اور فقہاء عراق حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے فتاوی اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے قضایا کو مدون کرتے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ نے فتاوی اور اس کے مبادی کو ایک مجموعہ میں مرتب کیا ہوا تھا۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حضرت حماد کوفی رحمہ اللہ کے ہاں بھی ایک مجموعہ تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ مجموعہ مواد کوئی مرتب و مدون شدہ کتابیں نہ تھیں بلکہ ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری اور مختلف معلوماتی نوٹ بک سے زیادہ نہ تھی۔ جس میں بعض صحابہؓ کے نوادرات کی بیان کئے جاتے تھے۔ جب کہ حضرت علیؓ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا ایک کتابچہ تھا، جس میں فقہ کے بعض احکام تھے۔ واضح رہے کہ یہی نوادرات، فتاوی زمانہ کے ساتھ کثیر تر ہوتے گئے جو باضابطہ فقہ کی تالیف و تدوین اور تخم ریزی کی بنیاد ٹھہرے۔ لیکن ڈاکٹر فلپ حتی کے قول کے مطابق جہاں تک فقہ کے تاریخی [illegible] منظر کا تعلق ہے۔ [illegible] کی اساس و بنیاد قائم [illegible] کا طرۂ امتیاز امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کے سر ہے۔ (تاریخ العرب ص ۴۱۲ ج ۱)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طریق تدوین فقہ:

۱۲۰ھ میں حضرت حمادؒ کے انتقال کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک مستقل معلم اور مفتی اور دارالعلوم کوفہ کی درسگاہ کے صدر نشین تجویز کئے گئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنی خداداد فراست سے بھانپ گئے کہ اب علم کسی ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ

اطراف عالم میں منتشر ہو چکا ہے۔ اس کو اگر یکجا نہ کیا گیا تو وہ ضائع ہو جائے گا یا پچھلی امتوں کی طرح اس کی اصل صورت بدل جائے گی۔ علاوہ ازیں امام موصوف یہ بھی جانتے تھے کہ اختلاف زمان و احوال اور حوائج کی وجہ سے ایک صدی میں بڑا تغیر ہو چکا ہے تو آئندہ ادوار میں یہ تغیر نہیں رک سکتا اس لئے اس علم کو یکجا کرنا چاہئے۔ اور قیامت تک آنے والے نسلوں کے لئے ایسا دستور العمل مرتب کر دینا چاہئے جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو۔ لہذا اس ضرورت کے پیش نظر امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ۱۲۰ھ ہی سے تدوین فقہ کا کام شورائی طریقہ پر شروع کر دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ یعنی ارکان شوریٰ کے سامنے ایک ایک مسئلہ پیش کر کے ان کے جواب سنتے اور پھر اپنا نقطۂ نظر بیان فرماتے اور آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی فقہی آراء کو مرتب و مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے اور بسا اوقات امام موصوف بذات خود املاء بھی کرواتے۔ علاوہ ازیں امام صاحب کبھی کبھی مدونہ ذخیرہ کی جانچ پڑتال فرما کر حذف و اثبات بھی فرماتے تھے۔ مناقب کردری میں ابو عبد اللہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں ابو حنیفہؒ کی آراء کو ان پر پڑھتا تھا اور ابو یوسفؒ اپنی آراء کو بھی ان میں داخل کر دیتے تھے اور میں انتہائی کوشش کرتا تھا کہ ابو یوسفؒ کے اقوال کو اس کے ساتھ بیان نہ کروں ایک دن سبقت لسانی کے باعث ان کے قول کے بعد میں نے کہا کہ اس میں ایک دوسرا قول بھی ہے پس فرمایا اس قول کا کہنے والا کون ہے؟''

(المناقب ابن بزاز و کردری ص ۱۰۹ ج ۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ ان کے اقوال ان کی نگرانی میں مدون و مرتب کرتے تھے اور بسا اوقات امام صاحبؒ ان پر نظر ثانی بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ یہی مدونہ ذخیرہ امام موصوف کی تالیف تھا۔

صدر الائمہ ابی مؤید امام موفق بن احمد مکی المتوفی ۵۶۸ھ اپنی کتاب مناقب

''الامام الاعظم'' میں تحریر فرماتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس شریعت کے علم کو مدوّن کیا۔ ان سے پہلے کسی آدمی نے اس کی طرف سبقت نہیں کی ۔ کیونکہ حضرات صحابہؓ وتابعینؒ نے علوم شریعت میں ابواب پر مرتب کردہ کتابوں کا کوئی اہتمام نہیں کیا وہ اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں کو علم کا صندوق بنالیا تھا ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے۔ انہوں نے علم کو منتشر پایا اور نااہل جانشینوں کے بارے میں اس کے ضیاع کا خوف کیا۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ جل شانہ لوگوں کے دلوں سے علم کو نکال کر ختم نہیں کریگے، بلکہ علماء کی موت سے از خود ختم ہو جائے گا۔ پھر سربرآوردہ جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے جو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے علم کو ابواب وکتب پر مدون ومرتب فرمایا۔ (المناقب للموفق المکی ص ۱۳۹ ج ۲)

امام سیوطیؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ بھی امام اعظمؒ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اسی بات کا اعتراف کرتے ہیں جو علامہ موفقؒ نے بیان کی ہے۔

(تبییض الصحیفہ ص ۳۶ للسیوطی والخیرات الحسان ص ۳۱)

امام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ علامہ ذہبیؒ کے حوالہ سے ۱۴۳ھ کے حالات واقعات میں لکھتے ہیں کہ: ''اس سال امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور اجتہادی مسائل کو مدوّن کیا'' ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۸۱)

نیز امام موصوف امام اعظم ابوحنیفہ کی خصوصیات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدوّن کیا اور اس کو ابواب پر ترتیب دی۔ پھر امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا کی ترتیب میں ان کی پیروی کی اس معاملے میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو اوّلیت حاصل نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علم شریعت کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے مدون و مرتب فرمایا کہ امام مالکؒ ہی نہیں بلکہ بعد کے جملہ مدونین کتب اپنی کتابوں کو اسی فقہی ترتیب کے موافق مرتب و مدون کرتے چلے آرہے ہیں ۔ ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند [illegible]

امام ابوحنیفہؒ کی تالیفات سے امام مالکؒ کے استفادہ کا ذکر کتب تاریخ میں صراحت سے مذکور ہے اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے جس سے مجال انکار نہیں ۔ چنانچہ قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوامؒ اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہؒ" میں بسند متصل ناقل ہیں :

عن الشافعی عن عبدالعزیز الدراوردی قال کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بها (۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ : "عبدالعزیز دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک بن انسؒ امام ابوحنیفہ کی تالیفات کا مطالعہ کرتے اور ان سے نفع اندوز ہوتے تھے"۔

ان حقائق کی روشنی میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ تدوین فقہ اور اس کی ترتیب و تبویب میں امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کو شرف اولیت ہی حاصل نہیں بلکہ امام موصوف اس فن میں یگانۂ روزگار ہیں اور موطا میں امام مالکؒ ، امام ابوحنیفہؒ کے مقتدی اور خوشہ چین ہیں ۔ تو یہ نہ کسی مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے اور نہ ہی کسی خوش اعتقادی پر ، بلکہ یہ ایک ٹھوس تاریخی حقیقت ہے ۔ جس کا اعتراف صرف انہوں ہی کو نہیں بلکہ غیروں کو بھی کرنا پڑا ۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی الشافعیؒ تحریر فرماتے ہیں ۔ مدون ہونے کے اعتبار سے تمام مذاہب اور فقہی مکاتب خیال میں پہلا مذہب امام ابوحنیفہ کوفی کا ہے [illegible] ۱۱۲ [illegible]

[illegible] گفتہ آید در حدیث دیگراں

---

(۱) [illegible] مسند مالک [illegible] روایة مالک عن ابی حنیفة و روایة ابی حنیفة عن مالک [illegible] علامہ کوثری ص [illegible] احسن التقاضی [illegible] الانتقاء فی فضائل الثلاثة الفقهاء ص [illegible] علامہ کوثری۔

سندھ کے علمی مراکز اور نظامِ تعلیم

جہاں سائنس محو رقص ہے، حکمت غزل خواں ہے
جلائے ہیں دانا پہلے چراغ آگہی ہم نے

پہلے اس کے، کہ ہم سندھ کے مدارس اور ان کے نظام تعلیم پر کچھ لکھیں مناسب ہوگا کہ: ''اسلام میں مدارس کے تاریخی پس منظر'' کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے اس جہل آباد دنیا کو اپنے آخری فیضان علم سے آراستہ فرمانا چاہا تو معلم انسانیت کو اقرأ باسم ربك الذی خلق کے تعلیمی تمغے سے سرفراز فرما کر مبعوث فرمایا معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب علم کو ہر مسلمان کا مقدس فریضہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) طلب العلم فریضة علی کل مسلم۔ (ابن ماجہ باب العلم)

ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

(۲) من سلك سبیلاً یطلب فیه علماً سهل الله طریقاً الی الجنة۔

(مسلم شریف، ابو داؤد، ترمذی شریف)

ترجمہ: جس نے طلب علم کی خاطر کوئی راستہ طے کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔

(۳) ان الملائکة تضع اجنحتها رضیً لطالب العلم۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

ترجمہ: فرشتے علم کے طلب کرنے والوں سے خوش ہو کر ان کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات نبویہ سے تحصیل علم کی غیر معمولی اہمیت

کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بذات خود اس اہم فریضہ کی نشرو اشاعت کے لئے مکہ شریف میں دار ارقم کو درس گاہ کے طور پر استعمال فرمایا۔ یہ مکان جو اسلام کی پہلی درسگاہ تھا۔ کوہ صفا کے دامن میں واقع حضرت ارقمؓ کی ملکیت میں تھا۔ تعلیم اسلام کا اولین مرکز ہونے کی وجہ سے اس زمانہ میں دار الاسلام کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ (مستدرک حاکم ص ۵۰۲ ج ۳)

حضور نبی کریم ﷺ مسلسل تین سال اسی جگہ تعلیم و تعلم کا اہم فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اوائل نبوت میں کچھ عرصہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان جو اب الحجر میں واقع تھا درس گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ جسے بجا طور پر اسلام میں سب سے پہلی تربیت گاہ کہا جا سکتا ہے۔ دار ارقم کے بعد شعب ابی طالب تیسری دانش کدہ قرار دی جا سکتی ہے۔ جہاں محرم ۷ نبوی سے ۱۰ نبوی تک حضور ﷺ اپنے رفقاء سمیت محصور رہے۔

یثرب جسے آج مدینۃ الرسول کہا جاتا ہے۔ وہاں لوگوں کی درخواست پر رسول ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم قرآن کے لئے بھیجا۔ ابو امامہ سعد بن زرارہ نے اپنا مکان دیا گویا یثرب میں سب سے پہلے مدرسے کی داغ بیل پڑی۔

(سیرت حلبیہ ص ۲۰۳ ج ۲ بحوالہ سیرت نا تمام از مفتی محمد شفیع)

ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے کچھ مدت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں یہ دوسری درس گاہ تھی۔ جناب نبی کریم ﷺ نے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور اس کے ملحق شمالی گوشہ میں ایک چبوترہ تعمیر کرایا جس پر ایک سائبان تھا۔ جس کو صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صفہ میں نادار اور غیر متاہل، دنیاوی دھندوں سے الگ تھلگ حضرات صحابہؓ علم حاصل کرنے میں منہمک رہتے تھے۔ غرضیکہ اسلام میں باضابطہ پہلی درس گاہ مسجد نبوی اور پہلا دار الاقامہ (ہوسٹل) صفہ تھا اور اس کے

بعد یہ روش چل پڑی کہ مسجد جہاں عبادت کے کام آتی تھی وہاں وہ درس گاہوں کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھی۔ مسجد آغاز اسلام سے علماء کا مرکز رہی ہے۔ یہ تفسیر و حدیث کی درسگاہیں "بچوں کے مکتب" "مذہبی تعلیم گاہیں" اور عدالت گاہیں رہی ہیں۔

(مسلمانوں کا نظام تعلیم ص ۸۰)

چنانچہ پروفیسر فرینک بلیک مور کا بیان ہے کہ "ہر مفتوحہ ملک میں مسلمانوں کا سب سے پہلا کام مسجد تعمیر کرانا تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی۔ اس مسجد کے متصل ایک مدرسہ بھی ہوتا تھا۔ جس میں لوگوں کو قرآن کی تلاوت اور مطالعہ تفسیر کی تعلیم دی جاتی تھی۔

([illegible])

چنانچہ مسلمانوں نے اپنے عہد کمال میں نہ صرف کشور کشائی کے جوہر دکھائے بلکہ انہوں نے جہاں ملک گیری کے پھریرے اڑائے وہاں علوم و فنون کے سیکھنے اور ان کی نشر و اشاعت میں بھی انتھک کوشش کی۔ مسلم فاتحین جس قدر علاقے فتح کر لیتے ان کے قدم بقدم علماء اسلام کتاب و سنت اور دینی علوم کی محافل سجاتے آتے اور جگہ جگہ درسگاہوں کے قیام کا آغاز ہوتا۔ ہر طرف سے اسلامی اقدار پروان چڑھ رہی تھیں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا طوطی بول رہا تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں متعدد ایسے مقدس خطے ہیں جہاں مسلمانوں کے قدم سب سے پہلے پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی دوسری صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ سندھ وغیرہ اسلام کے ان خطوں میں شمار ہونے لگے جو علمی لحاظ سے امتیازی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ دیبل اور منصورہ علمی اعتبار سے بہت معروف تھے۔ اس زمانہ میں اگرچہ باقاعدہ طور پر مدارس کا رواج نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جوامع و مساجد اور علماء کے کاشانے دینی تعلیم کے مدارس کا کام دیا کرتے تھے۔ ہر مرکزی شہر بزم علمی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دارالحکومت منصورہ بھی علمی سرگرمیوں کا مرکز رہ چکا تھا۔ یہاں بھی اس طرز کی درسگاہیں تھیں جن میں علماء باقاعدہ

کتاب وسنت کا درس دیتے تھے۔ احادیث کی روایت کرتے اور فقہ کی تعلیم ہوتی۔ علامہ مقدسی نے منصورہ کے حالات میں قاضی ابو محمد منصوری کی تعلیمی و تدریسی سرگرمی اور تصنیفی کارگزاری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ولہٗ تدریس وتصانیف قد صنف کتباً عدۃً حسنۃً۔

(احسن التقاسیم ص ۴۸۱ وترجمہ محمود طرازی ص ۴۲ ج ۲)

ترجمہ: ان کی درس کی مجلس ہے اور تصانیف میں وہ کئی اچھی کتابوں کے مصنف ہیں۔

اسی منصورہ "مرحوم" کے بارے میں دوسری جگہ علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

وللاسلام طراوۃ وللعلم بہ رحلۃٌ والرسوم تقارب العراق۔

(احسن التقاسیم ص ۴۷۹)

ترجمہ: یہاں اسلام تر و تازہ ہے علم کے لئے سواری ہے (یعنی یہاں سے لوگ طلب علم کے لئے آجایا کرتے ہیں) اور ان کے رسم و رواج عراقیوں سے مشکل ہیں۔

دیبل کا شہر سندھ میں محدثین اور راویان حدیث کا سب سے قدیم اور اہم مرکز تھا علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

وقد نسب الیہا قوم من الرواۃ۔ (معجم البلدان ص ۴ ج ۲)

ترجمہ: دیبل کی طرف رواۃ حدیث کی ایک جماعت منسوب ہے۔

سندھ کا یہ شہر احادیث رسول ﷺ کی تعلیم کے لئے خاص معروف تھا۔ یہاں پر احادیث کی تعلیم و روایت عام تھی۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں امام خلف بن محمد موازینی کے ذکر میں امام علی بن موسیٰ دیبلی کی درس گاہ کی نشاندہی فرمائی ہے جو دیبل میں تھی اور جہاں امام خلف بن محمد دیبلی نے اپنے شیخ امام علی بن موسیٰ دیبلی سے حدیث

پڑھی تھی۔ امام خلف بن محمد کا بیان ہے :

"حدثنا علی بن موسیٰ الدیبلی بالدیبل"۔

(تاریخ بغداد ص ۳۳۲ ج ۱۵ از حافظ ابو بکر خطیب بغدادی)

ترجمہ : امام علی بن موسیٰ دیبلیؒ نے ہم سے دیبل میں حدیث روایت کی تھی۔

الور :

سندھ کا وہ مقدس شہر تھا جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا اور مسجد تعمیر کی اور مسلمان حاکم اور قاضی و خطیب مقرر کئے۔ گویا یہ شہر ابتداء ہی سے علمی و دینی تعلیم کا گہوارہ بن گیا۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ خاندان سمہ نے اپنے دور حکومت میں مدارس کے لئے الگ عمارتیں بنوائیں۔ صرف مرکز علم ٹھٹھہ میں مدارس کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ (واضح رہے کہ مدرسہ اعلیٰ تعلیم کے ایک ادارے کا نام تھا جو بعض وجوہ سے قرون وسطیٰ اور عہد جدید کی شروع شروع کی یونیورسٹیوں کے مماثل تھا) (بحوالہ عرب دنیا از ڈاکٹر یحییٰ عز الدین) اور اس کے علاوہ بکھر، سیوہن اور کاہان تعلیمی مرکز تھے۔

(تاریخ معصومی ص ۱۴۳ ...)

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں برصغیر پاک و ہند کی تعلیمی حالت سے متعلق ہیملٹن جو 1699ء میں ٹھٹھہ آیا اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے :

"شہر ٹھٹھہ دینیات، لسانیات اور سیاسیات کی تدریس و تعلیم کے سلسلہ میں خاصی شہرت کا مالک ہے۔ وہاں چار سو مختلف علوم و فنون کے کالج ہیں جن میں نونہالوں کو ان علوم کی تعلیم دی جاتی ہے"۔ (سندھ کے اقتصادی حالات ص ۳۳۳ ... تاریخ سندھ ص ... ۱۹۶ ... مع ... ہندوستان عہد مغلیہ کی شہادت ...)

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

شیخ زید بھکری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ :

"ٹھٹھہ کے اولیاء علماء اور صنراء کی گنتی محال ہے"۔

یہاں صرف ونحو و دینیات اور شاعری عام ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ٹھٹھہ کو عراق ثانی سمجھنا چاہئے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم بحوالہ تاریخ سندھ ص ۸۷ حصہ دوم ۱۹۸۱ء)

ماضی قریب کے ایک انگریز مورخ مسٹر ایلس ELLIS اسسٹنٹ کمشنر سندھ وادیٔ سندھ کی تعلیمی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

فارسی عربی کے مدارس کی حالت امید افزا ہے۔ ان میں وہ مکاتب داخل نہیں ہیں جہاں صرف قرآن مجید کی تعلیم ہوتی ہے۔ عربی مدارس میں ملا درختوں کے نیچے یا کسی مسجد میں بیٹھ کر فی سبیل اللہ تعلیم دیتے ہیں۔ یہ مدارس شہروں اور دیہاتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ گھوٹکی کے قریب ہی عادل پور میں ایک ملا پچاس طلباء پڑھاتے ہیں جن میں بکثرت بہت دور دراز سے پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ بعض بڑے بڑے قصبات میں بھی قدیم الایام سے ایسے مدارس قائم ہیں۔ مثلاً ٹھٹھہ کے ایک عربی مدرسہ میں سو طالب علم پڑھتے تھے۔ روہڑی، گھوٹکی بالائی سندھ میں اور ہالا، نصرپور وسط سندھ میں قدیم زمانہ میں تعلیم و تعلم کے اعتبار سے ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

(برطانوی اقتدار سے پہلے سندھ میں تعلیم اور بلوچستان کی تعلیمی پالیسی سہ ماہی مہران نمبر ۲ ص ۱۹۵۵ء ص ۹)

سیہوان زیبات کھور حعلوی (خیاری) سوبار (دلہاری) چھوٹی پاری میں پرانے زمانہ سے عربی مدارس قائم تھے ان مدارس میں علم فقہ میں ہدایہ اور وقایہ کے داخل درس ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۸۵۱ء میں سندھ میں ملکی حکمرانوں اور برطانوی حکومت کے دائروں میں سندھ کے مسلمانوں کی تعلیمی ادواروں کا جائزہ)

(کتاب مذکور ص ۱۵۲ از جی۔ایم سید مہران ۱۹۸۱ء)

اب اس سلسلہ میں سب سے اہم اور ضروری کڑی نصاب تعلیم کی بحث رہ گئی ہے جس کا لکھنا گویا اس مضمون کو پایہ تکمیل تک پہونچاتا ہے۔ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کے مجلہ الندوہ میں (مولانا سید عبدالحئی لکھنوی) کا ایک مقالہ "ہندوستان کا نصاب درس" شائع ہوا تھا۔ مولانا موصوف تحریر فرماتے ہیں

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سہولت کے لحاظ سے نصاب درس کے چار دور قائم کریں اور جو کتابیں ہر دور میں مروج تھیں انکی تفصیل جہاں تک تاریخ وسیر سے مشائخ کے طبقات سے شعراء کے تذکروں سے اور مکتوبات اور ملفوظات سے مل سکتی ہے یکجا کر دیں۔

دورِ اوّل

اس دور کا آغاز ساتویں ہجری سے سمجھنا چاہیے اور اختتام دسویں ہجری پر۔ اور اس زمانے کے لحاظ سے فضیلت کا معیار یہ فنون سمجھے جاتے تھے۔ نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، تصوف، تفسیر۔

اس دور میں یہ کتابیں درس میں داخل تھیں۔ نحو میں مصباح، کافیہ، لب الباب، قاضی ناصر الدین بیضاوی بعدازاں ارشاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور اس کے حواشی۔

فقہ میں: الحقق مجمع البحرین۔ قدوری، ہدایہ۔

اصول فقہ میں: حامی، منار، اور ان کی شرح اصول بزدوی۔

تفسیر میں۔ مدارک، بیضاوی، کشاف۔

تصوف میں: عوارف اور قصر ف فصوص الحکم بعدازاں نقد فصوص لمعات المنعراقی۔

حدیث میں مشارق الانوار۔ مصابیح السنۃ، بغوی۔

ادب میں : مقامات حریری۔

منطق میں : شرح شمسیہ۔

کلام میں : شرح صحائف العقیدہ الحسنیہ بالعقیدۃ الامامیہ، تمہید ابی شکور سالمی۔

اس دور کے علماء کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے زمانے میں منطق، فلسفہ معیار فضیلت ہے اسی طرح اس زمانے میں فقہ اور اصول فقہ کا علم معیار فضیلت تھا۔ حدیث میں صرف مشارق الانوار صغانی کا پڑھ لینا کافی سمجھا جاتا تھا اور جس خوش نصیب کو مصابیح السنہ ہاتھ آجاتی وہ امام الدنیا فی الحدیث کے لقب کا مستحق ہوتا۔

دور دوم

یہاں پر دور دوم کی داخل نصاب کتاب کی نام بنام فہرست دینا محض طوالت ہے۔ کیونکہ دور اول کی جن کتابوں کی فہرست دی جا چکی ہے ان میں مندرجہ ذیل کتب مطالع، مواقف اور اس کی شرح، مطول، مختصر المعانی، تلویح، شرح العقائد، شرح وقایہ اور شرح جامی کا اضافہ کر لینے سے دور دوم کا نصاب آسانی مرتب ہو جاتا ہے۔ اور یہ تبدیلی شیخ عبداللہ و شیخ عزیز اللہ ملتانی کے ذوق کی مرہون منت ہے۔

دور سوم

دور دوم میں جو تبدیلی نصاب درس میں ہوئی۔ اس سے لوگوں کی امنگیں بڑھ گئیں تھیں اور وہ معیار فضیلت کو پہلے سے زیادہ بلند کرنے کی کوشش میں تھے۔ چنانچہ جب میر فتح اللہ شیرازی ہندوستان آئے اور دربار اکبری سے ان کو عضد الملک کا خطاب ملا تو نصاب درس میں انہوں نے جدید اضافے کئے۔ جس کو علماء نے فوراً قبول کر لیا اور اب مدارس میں نئی چہل پہل نظر آنے لگی۔ میر غلام علی آزاد ماثر الکرام میں ان کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ

تصانیف علماء متاخرین، مثل محقق دوانی و میر صدر الدین، میر غیاث الدین منصور و مرزا جان میر بہ ہندوستان آورد و در حلقہ درس انداخت و جمع کثیر از و استفادہ کردند و از ان عہد معقولات را رواج دیگر پیدا شد۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ اس دور کے سب سے آخر مگر سب سے زیادہ ماہر علم تھے۔ انہوں نے الجزء اللطیف میں اپنی درسیات کو بالتفصیل نام بنام شمار کیا ہے۔

دور چہارم

چوتھا دور بارہویں صدی ہجری میں شروع ہوا اس کے موسس ملا نظام الدین سہالوی تھے۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

یہاں تک کہ شیخ ملا نظام الدین کا زمانہ آگیا۔ موصوف نے ہند کے مدارس میں نئے نصاب کی بنیاد ڈالی۔ ملا نظام الدین سہالوی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے معاصر تھے اس دور میں مروج کتب کی تفصیل الجزء اللطیف میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ملا نظام الدین نے اس پر جو کچھ اضافہ کیا ہے، اسے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) علم الصرف: میزان، منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدۃ، فصول اکبری، شافیہ۔

(۲) علم النحو: نحو میر، شرح مائۃ عامل، کافیہ، شرح جامی۔

(۳) علم المنطق: صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، سلم العلوم، میر قطبی، میر زاہد ملا جلال۔

(۴) علم الحکمۃ: میبذی، شرح ہدایۃ الحکمۃ، صدرا، شمس بازغہ۔

(۵) علم الریاضی: خلاصۃ الحساب، المقالۃ الاولیٰ من تحریر اقلیدس، تشریح الافلاک، رسالہ قوشجیہ، شرح چغمینی باب اول۔

(۶) علم البلاغۃ: مختصر المعانی، مطول۔

(۷) علم الفقہ: شرح وقایہ، ہدایہ اخیرین۔

(۸) علم اصول فقہ: نورالانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت۔

(۹) علم الکلام: شرح عقائد للتفتازانی، شرح عقائد جز اول دوانی، میر زاہد شرح مواقف۔

(۱۰) علم التفسیر: جلالین شریف، بیضاوی شریف۔

(۱۱) علم الحدیث: مشکوٰۃ شریف۔

(۱۲) علم المناظرہ: رشیدیہ۔

دورِ پنجم

حال میں ۱۴، ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں علماء کی ایک موتمر علمی نے جس کا انعقاد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی دعوت پر ہوا تھا۔ نصاب درس کے لئے ہشت سالہ نصاب تجویز کیا تھا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (منقول

از خریطہ توزیع العلوم والکتب علی الصفوف الثمانیہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، ملتان)

پہلا سال: ۔ میزان الصرف، منشعب مع گردان ہائے ابواب الصرف یا تیسیر الابواب، علم الصیغہ، ارشاد الصرف، صرف میر، مفتاح القرآن ج ۱، ۲ نحو میر، شرح مائۃ عامل یا ترکیب عربی، صفوۃ المصادر مع مشق صیغہ و تراجم مفردہ، جمال القرآن، مشق قرأت۔

دوسرا سال: ۔ نورالایضاح، قدوری، ہدایۃ النحو، الدروس النحویہ، ایساغوجی، مرقات، تہذیب، خواص ابواب، فصول اکبری، قوانین کلیہ۔

تیسرا سال:۔ کنز الدقائق، اصول الشاشی، ترجمہ قرآن، منزل آخر، قطبی تا تصدیقات کفایت التحفظ، مختارات، مقدمہ جزری، مع مشق۔

چوتھا سال:۔ ترجمہ قرآن از ابتداء تا دس پارہ، الاختیار شرح المختار یا شرح وقایہ اولین، سراجی شریف برائے مطالعہ، تیسیر الوصول فی مسلم الاصول، یا نور الانوار تا قیاس، حسامی صرف، قیاس، عقیدۃ طحاویہ، ابن عقیل، شرح جامی تا مرفوعات، سلم العلوم۔

پانچواں سال۔ ترجمہ تا آخر، ہدایہ اولین، مختصر المعانی یا کتاب البلاغۃ، یا جواہر البلاغۃ مقامات حریری (دس مقامات) دیوان حماسہ (باب حماسہ و مراثی) الادب نسیب، الکافی فی العروض والقوافی، تصریح باب تشریح الافلاک، ہدیہ سعیدیہ، رشیدیہ، میر زاہد، ملا جلال۔

چھٹا سال:۔ تفسیر جلالین، مع الفوز الکبیر، ہدایہ جلد ثالث، مع عقود رسم المفتی، شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ جلد رابع، حجۃ اللہ، ہیئۃ جدیدۃ، مقاصد الفلاسفہ، یا صدرا، میبذی و فلسفہ جدید القصائد المنتخبۃ من دیوان المتنبی۔

ساتواں سال:۔ تفسیر بیضاوی ربع پارہ اول، تفسیر کشاف پارہ اول، توضیح کامل، مقدمہ توضیح، شرح عقائد نسفی، یا مسامرہ یا اشارات مرام وحی، قنف کامل، یا میر زاہد امور عامہ، سبعہ معلقات، تحریر اقلیدس، اخلاق جلالی، مشکوٰۃ شریف۔

آٹھواں سال:۔ دورہ حدیث کتب عشرہ۔

☆ ☆ ☆

فقہاءِ سندھ کا فقہی مسلک

سندھ قدیم الایام (زمانہ قدیم) سے حنفی مکتب فکر کے علماء کا مرکز رہا ہے اور یہاں کی غالب اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کے مسلک کی پیروکار ہے۔ چنانچہ علامہ یاقوت حموی (المتوفی ۶۲۶ھ) وادی سندھ کے مذہبی حالات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومذھب اھلھا الغالب علیھا مذھب ابی حنیفۃ"۔

(معجم البلدان ... [illegible])

ترجمہ: سندھ والوں میں مذہب حنفی کا غلبہ ہے۔

مورخ سندھ اعجاز الحق قدوسی رقمطراز ہیں:

"سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ سہروردی، گیلانی، بخاری، ملتان کے سہروردیہ مشائخ کے مرید تھے۔ سندھ میں فقہ کا زور تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۵۷۳ اعجاز الحق قدوسی)

اسی طرح وادی سندھ کا مذہبی اور دینی حال علامہ مقدسیؒ نے یوں لکھا ہے:

"ولا تخلو القصبات من فقہاء علی مذھب ابی حنیفۃ ولیس بہ مالکیۃ و لا معتزلۃ ولا عمل للحنابلۃ انھم علی طریق مستقیم ومذاھب محمودۃ وصلاح و عفۃ قد اراحھم اللہ من الغلو والعصبیۃ والھرج والفتنۃ" (احسن التقاسیم ص ۴۸۱ المقدسی)

ترجمہ: "شہر اور قصبے حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں یہاں نہ مالکی ہیں نہ معتزلی اور نہ ہی حنابلہ کے مسلک پر عمل ہے۔ یہاں کے لوگ سیدھے مستقیم اور اچھے مسلک پر ہیں اور صلاحیت و پرہیزگاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہبی غلو، تعصب اور فتنہ و فساد سے [illegible] رکھا ہے"۔

سندھ میں مسلک حنفی کے قبولیت کے اسباب بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ ہم ارباب فقہ کے فقہی مسالک کی تفصیل بیان کریں۔ علامہ عبدالرحمن بن خلدون مغربی المتوفی ۸۰۸ھ اپنی کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں علم فقہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وانقسم الفقه الی طریقتین طریقة اهل الرأی والقیاس و هم اهل العراق وطریقة اهل الحدیث و هم اهل الحجاز۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۴۳)

ترجمہ: علماء امت میں فقہ کے دو مکتب فکر ہیں، ایک طریقہ اہل الرائے والقیاس کا ہے جو اہل عراق ہیں اور دوسرا اہل حدیث کا جو اہل حجاز ہیں۔

اب اس امر کا جائزہ لینا ہوگا کہ اہل سندھ میں فقہ کے ان دو متقابل مکتب فکر میں سے اہل الرائے کے نظریہ کو کیوں کر قبول عام حاصل ہوا، اور انہوں نے عراق کی فقہ کو کیوں کر اپنایا اور اس کے کیا وجوہ تھے؟ چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) فاتح قوم کے اثرات:

سندھ کا کچھ حصہ اگرچہ خلافت فاروقی ہی میں اسلام کی فیض گود میں آچکا تھا اور ۱۵ھ ہی سے افق سندھ پر آفتاب اسلام کی شعاعیں پڑنا شروع ہو گئیں تھیں۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۴۲۰)

مگر اس کی تکمیل اور قسمت سندھ کے مستقبل کا قطعی فیصلہ ولید بن عبدالملک کے دور میں ہوا جب عراق کے گورنر ابو محمد حجاج بن یوسف ثقفی کے دور امارت میں عراقی اور شامی سپاہ کی بدولت ہوا۔ چونکہ اسلامی لشکر کی غالب اکثریت عراقی مجاہدین پر مشتمل تھی۔ جو ذہنی اعتبار سے علماء عراق کے نقطۂ نظر کے ہم خیال و ہم نوا تھے اور یہ عام ضابطہ ہے کہ مفتوح قوم کا فاتح قوم کے عقائد، اخلاق، عادات اور رسم و رواج سے متاثر ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ مقدسی بشاری

تحریر فرماتے ہیں :

وانرسومہم تقارب العراق مع حظاء وحسن اخلاق۔(احسن التقاسیم ص ۴۷۹)

ترجمہ: یہاں کے رسم ورواج عراق سے ملتے جلتے ہیں۔ لوگوں میں نرمی اور حسن اخلاق ہے۔

علاوہ ازیں فتح سندھ کے بعد جن قبائل عرب نے سندھ کو مستقل وطن بنایا تھا۔ وہ چونکہ عراقی مکتب خیال کے علماء سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے ان کے ہاتھ پر جس قدر مقامی باشندے اسلام لائے۔ ان کا اہل عراق کے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ ہونا ایک لازمی امر تھا۔

(۲) قرب مکانی :

سندھ کی حدود ان ممالک سے ملی ہوئی ہیں جن میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ایران، عراق، ہند، افغانستان، ماوراء النہر، اور دیگر بلاد عجم اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اتحاد فکر ونظریات میں قرب مکانی کو بڑا دخل ہوتا ہے۔

(۳) الناس علیٰ دین ملوکہم :

سلاطین سندھ کے نظریات مذہبی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو سوائے عرب دور کے آخری حکمرانوں کے سرزمین سندھ کی بادشاہت پر جتنے لوگ بھی فائز رہے۔ وہ حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ جس کے باعث یہاں حنفی افکار ونظریات کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔

سندھ میں اگرچہ کچھ علماء اہل ظواہر بھی رہے۔ مگر باوجود اس کے یہاں کی غالب

اکثریت فقہاء احناف کے زیر اثر تھی چنانچہ قاضی اطہر مبارک پوری ۔ عرب دور کے آخری فرمانروا ہباری خاندان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ہباری حکمران بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدر دان تھے ۔ انہوں نے دینی علوم اور رجال علم کی سرپرستی کی ۔ علمی خانوادوں سے ان کے تعلقات تھے اور اہل علم و فضل ان کے دربار سے وابستہ تھے ۔ ان کا مسلک اگرچہ امام داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے مگر پورے سندھ میں فقہاء احناف کی کثرت تھی" ۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ص ۱۵۰ ۔ قاضی اطہر مبارک پوری)

بہر طور قدرت کی طرف سے ایسے امور وجود میں آئے جن کی بدولت مسلک حنفی کے لئے یہاں کی زمین ہموار اور فضا سازگار ہوتی چلی گئی اور فقہ حنفی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا ۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء اور آج تک جب کہ اسلام پر چودہ صدیاں بیت گئیں ۔ سندھ میں ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند میں بزم علمی کی رونق علماء احناف کے دم قدم سے وابستہ ہے اور دینیات کی شمع فروزاں انہی کے نور سے جگمگا رہی ہے ۔

*

سندھ میں فقہ حنفی اور اس کی قبولیت

ہر بزم فن شب بھر ہزاروں شمعیں جلتی ہیں
مگر ہی محفل گردوں میں پروانے نہیں دیکھے

بہر حال یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ہر دور میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی واضح اکثریت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل پیرا رہی ہے ۔ بادی النظر میں اس کی اشاعت کا سبب حنفی فقہاء کا قضاء و عدل کے اونچے مناصب پر فائز ہونا اور سرکاری مذہب کی حیثیت سے رائج ہونا نظر آتا ہے ۔ لیکن اگر فقہ حنفی کی پوری تاریخ کا بنظر غائر

جنہوں نے حضرات صحابہؓ کی نیکیوں میں اتباع کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لئے جنت تیار کی گئی ہے جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہ فضیلت و بزرگی امام ابو حنیفہؒ کو من جانب اللہ عطا ہوئی اس میں نہ ان کے کسب کو دخل اور نہ کسی دوسرے کا احسان! اور اس خصوصیت میں بھی آپ کو وہ امتیاز حاصل ہے جو دوسرے فقہاء کو حاصل نہیں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی بلند پایہ شخصیت کے بارے میں امام صدر الائمہ وکیع المکی المتوفی ۵۹۱ھ اپنی سند کے ساتھ امام عبد الرحمان بن مہدیؒ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ :

"و ابا حنیفۃ قاضی قضاۃ العلماء و من قال لک سوی ھذا فارم فی کناسۃ بنی سُلیم" (مناقب موفق ص ۵ ج ۲)

ترجمہ: "ابو حنیفہ علماء کے قاضی القضاۃ تھے۔ جو شخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنو سلیم کی غلاظت اور گندگی ڈالنے کی جگہ (یعنی کوڑی میں) ڈال دو"۔

کیونکہ ایسے شپرہ چشم کم سواد اہل تقلید کے لئے حقیقی نے کیا خوب کہا ہے۔۔۔ ؎

بلدی العبارۃ من انشادہ جعرر   کما تضر بیاح الورد بالجعل

ترجمہ: غبی لوگوں کو ان (اشعار) کے پڑھنے سے ضرر پہنچتا ہے۔ جیسے گلاب کے پھول کی خوشبو سے غلاظت کی گولیاں بنانے والے کیڑے کو ضرر پہنچتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی امام اعظمؒ کے حق میں بشارت :

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک خاص موقعہ پر حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر دست مبارک رکھا اور یہ ارشاد فرمایا کہ :

"لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال" او رجل من هؤلاء"۔

(بخاری ص ۷۲۷ ج ۲)

ترجمہ: اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ جائے تو کئی مرد یا ایک مرد ان فارس کی نسل کے لوگوں میں اس کو ضرور پالے گا۔

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ:

"لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتى يتناوله"۔ (مسلم ص ۳۱۲ ج ۲)

ترجمہ: اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو لامحالہ فارس کی نسل کا ایک آدمی اس کو حاصل کرلے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

"اعظم الناس نصيباً في الاسلام اهل فارس"۔

(کنز العمال ص ۹۴ ج ۱۲ حدیث ۳۴۱۲۹)

اسلام کی برکات سے اہل ایران کا حصہ سب سے زیادہ ہوگا۔

رسول ﷺ نے ان احادیث میں جو بشارت اور خوشخبری دی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی اس کے اولین مصداق ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

حمله بعض المحققين على ابي حنيفة۔

ترجمہ: بعض محققین نے اسے امام ابوحنیفہ پر محمول کیا ہے۔

اور علامہ عزیزی لکھتے ہیں:

"على الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان واصحابه"

(السراج المنیر ص ۳۱۷ ج ۲)

ترجمہ: اس کا مصداق امام اعظم اور آپ کے اصحاب ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

"اقول قد بشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بابی حنیفۃ فی الحدیث الذی اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس واخرج الشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد بن عبادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لو کان العلم معلقاً بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس" (تبییض الصحیفۃ ص ۳)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے امام ابو حنیفہؒ کی اس روایت میں بشارت دی ہے جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر علم ثریا پر بھی ہو تو اہل فارس ضرور اس کو حاصل کر کے رہیں گے اور شیرازی نے القاب میں قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر بھی لٹکا ہوا ہو تو اہل فارس سے ایک قوم اس کو ضرور حاصل کرے گی۔

اور علامہ محمد معین السندی المتوفی ۱۱۶۱ھ فرماتے ہیں

"و بعظیم منقبتہ التی نال بہا العلم فی الثریا علی ما یشیر الیہ قولہ ﷺ لو کان العلم بالثریا لنالہ رجال من فارس" (دراسات اللبیب ص ۲۸۸)

ترجمہ: (اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں متعصبین کی کوئی جرح قابل قبول نہیں ہے) کیونکہ وہ تو اس عظیم منقبت [illegible] ہیں کہ انہوں نے ثریا پر سے علم حاصل کیا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا [illegible] اشارہ کرتا ہے کہ اگر علم ثریا میں بھی ہو تو اس کو ضرور فارس کے [illegible] حاصل کر لیں گے۔

حافظ محمد یوسف [illegible] نے [illegible] کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے

"و ما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث"۔
(در مختار ص ۴۹ ج ۱)

ترجمہ: ہمارے شیخ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابوحنیفہ مراد ہیں۔

علامہ ابن العابدین الشامیؒ نے ردالمختار میں یہ قول نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابنائے فارس میں امام ابوحنیفہؒ کے مبلغ علم کو کوئی نہیں پہنچا۔

لہٰذا یہ حدیث قطعاً امام صاحبؒ ہی پر محمول ہے۔ (ردالمختار ص ۴۹ ج ۱)

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

"بلکہ امام ابو حنیفہ و یاران ما وراء النہر و خراسان او نیز از اہل فارس اند در میان ایں بشارت داخل اند"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ص ۳۲۴ ج ۱)

ترجمہ: بلکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب ماوراء النہر اصحاب خراسان بھی اہل فارس سے ہیں اور اس بشارت میں داخل ہیں۔

نواب صدیق الحسن خان صاحب بھوپالیؒ لکھتے ہیں: "صواب آں است کہ امام ابوحنیفہؒ در آن داخل است"۔ (اتحاف النبلاء ص ۴۲۴)

ترجمہ: درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس میں داخل ہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

قاضی ابو عمر عبیق بن داؤد الیمانی اپنے رسالہ فضل ابی حنیفہؒ میں رقمطراز ہیں:

"و ابو حنيفة مصداق هذا الخبر لانه ادرك من العلم و سبق اليه ما اعجز اهل عصره و من بعده الى يومنا"

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ اس حدیث کا مصداق ہیں اس لئے کہ آپ نے علم کے حصول اور اس کی طرف سبقت لے جانے میں اپنے زمانہ سے لے کر آج تک سب کو

عاجز و درماندہ کر دیا تھا۔

صادق و مصدوق ﷺ کی لسانِ فیض ترجمان سے نکلی بشارت کا تقاضا تھا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کو قبولیت عام اور شرف دوام حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ مجد الدین بن الاثیر الشافعی المتوفی ٦٠٦ھ نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے:

لو لم یکن للّٰہ فی ذالك سر خفی لما کان شطر ھذہ الامۃ من اقدم عھد الی یومنا ھذا یعبدون اللّٰہ سبحانہ علی ھذا الامام الجلیل۔

(جامع الاصول بحوالہ مقدمہ نصب الرایہ ص ٣١)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص لطف اور راز اس میں مضمر نہ ہوتا تو امت محمدیہ ﷺ کا نصف حصہ زمانہ قدیم سے لے کر آج تک کبھی امام اعظم ابوحنیفہ کی پیروی نہ کرتا اور اس جلیل القدر امام کے مسلک پر عامل ہو کر اور ان کی تقلید اختیار کر کے کبھی قرب باری تعالیٰ حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔

خصوصیت مکانی و زمانی

فقہ حنفی کا آغاز عراق سے ہوا جو اس زمانہ میں دارالخلافہ ہونے کے باعث مرجع الخلائق بنا ہوا تھا۔ جس کے سبب امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہی آراء کو اطراف عالم میں خوب پھیلنے کا موقع ملا۔ علامہ ابن خلدون اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لما کان مذھبہ اخص بالعراق و دار السلام و کان تلامیذہ صحابۃ الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفھم"۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص ٣٣٨)

ترجمہ: "مذہب حنفی کا تعلق چونکہ عراق اور دارالسلام سے تھا اس لئے اس کو قدرتاً مقبولیت عامہ نصیب ہونی چاہئے تھی۔ علاوہ ازیں امام موصوف کے ارشد تلامذہ خلفاء بنو عباس سے وابستہ تھے اور ان کی تالیفات بکثرت تھیں۔

فقہ حنفی میں شورائیت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو اس لئے بھی قبول عام حاصل ہوا کہ اس کے اصول وضوابط شوریٰ کے ذریعہ مرتب و مدون ہوئے تھے۔ چنانچہ دارالعلوم کوفہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں حوادث ونوازل کے حل کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ کی زیر نگرانی ایک مجلس شوریٰ قائم تھی۔ جو پیش آمدہ حوادثات وواقعات میں غور وفکر کرتی اور طویل ترین بحث ومباحثہ کے بعد جب سب کی رائے متفق ہو جاتی تو پھر وہ مسائل ضبط تحریر میں لائے جاتے۔ اور یہ ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اجتماعی سعی وفکر انفرادی کوشش سے بہر حال افضل و مقبول ہوتی ہے۔ فقہ حنفی کی اس نمایاں اور اہم خصوصیت پر کہ اس کی تدوین شوریٰ کے طریق پر ہوئی ہے۔ علامہ ابن البزازی تحریر فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مسلک کی اساس اپنے تلامذہ کی شوریٰ پر رکھی اور ان پر اپنی رائے ٹھونسنی نہیں چاہی۔ اس سے آپ کا مقصود دینی کاوش اور خدا اور رسول سے تعلق خلوص میں امکانی حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک ایک مسئلہ پیش کر کے تلامذہ کے جوابات سنتے اور پھر ما فی الضمیر بیان فرماتے۔ ضرورت کا تقاضا ہوتا تو ان سے جدید خیالات بھی کرتے۔ جب ایک قول پر آ کر ایک بات ٹھہر جاتی تو قاضی ابو یوسف اسے اصول میں درج کر لیتے۔ اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لئے"۔

(المناقب ابن بزاز مکی ص ۱۳۳ بحوالہ ابو زہرہ ص ۲۲۴)

قاضی ابو یوسفؒ اور دیگر قضاۃ کی مساعی جمیلہ

دولت عباسیہ جس کی شان وشوکت کا غلغلہ تقریباً پانچ سو سال تک بغداد سے لے کر وادی سندھ تک گونجتا رہا اور خلافت عباسیہ کے نظام عدلیہ کی زمام قاضی ابو یوسفؒ اور

ان کے ہم مشرب قضاۃ کے ہاتھ میں رہی جن کے اثر و رسوخ اور خداداد قبول عام اور فروغ دوام حاصل ہوا۔ غالباً ابوحنیفہ فقہائے اہل الرائے میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی آراء کو حدیث سے مؤید کیا۔ لیکن جو حضرات ایک آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہیں انہیں فقہ حنفی کی اشاعت و مقبولیت کا سبب بجز اس کے اور کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ اور نہ ہی ان کے نزدیک فقہ حنفی میں کوئی معقول جاذبیت اور خوبی ہے جو مقبولیت و دوام کا باعث بن سکے۔ چنانچہ امام ابن حزم جو ارباب ظواہر کے مشہور امام ہیں۔ ان کا قول ہے کہ :

"دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا ایک ابو حنیفہ کا مذہب کیونکہ قاضی ابو یوسف کو قاضی القضاۃ کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدہ قضاء پر مقرر کیا اور دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں کیونکہ امام مالک کے شاگرد یحییٰ مصمودی خلیفہ اندلس کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص ان کے مشورے کے بغیر عہدہ قضاء پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے"۔

لیکن یہ امام ابن حزم کی ظاہر بینی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد پر بیٹھے اور قاضی ابو یوسف نے ۱۷۰ھ کے بعد قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا۔ کیونکہ ان کے تقرر اور عروج کا زمانہ ہارون الرشید کے عہد سے شروع ہوتا ہے جو ۱۷۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ قاضی ابو یوسف کے فروغ سے پہلے پچاس برس کا زمانہ گزر چکا تھا۔ جس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب نے قبول عام حاصل کر لیا تھا۔ اور ان کے سینکڑوں شاگرد قضاء کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے۔ آخر اس کامیابی کو کس کی طرف منسوب کیا جائیگا۔ یہ ضرور ہے کہ قاضی ابو یوسف کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو اور زیادہ عروج ملا لیکن مذہب حنفی کا اصلی عروج قاضی ابو یوسف کی کوششوں کا ہرگز محتاج نہ تھا۔ امام رازی نے باوجود مخالفت کے تسلیم کیا ہے کہ :

"ثم انه لما قوی مذهب اصحاب الرائی واشتهر وعظم وقعتهٗ فی القلوب ثم اتفق اتصال ابی یوسف ومحمد بخدمة هارون الرشید عظمت تلك القوة جداً لان العلم والسلطنة حصلا معاً"۔

ترجمہ: پھر اصحاب الرائے کا مذہب قوی ہوگیا اور شہرت پکڑ گیا اور اس کی وقعت دلوں میں بہت ہوگئی۔ پھر اس کے بعد ابو یوسفؒ اور محمدؒ کو ہارون الرشید کی دربار میں رسائی ہوئی تو یہ قوت بہت ہی زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ علم اور حکومت دونوں مجتمع ہو گئے۔

اس کے علاوہ قاضی ابو یوسفؒ کا اثر ہارون الرشید کے زمانے تک محدود تھا۔ دیرپا اور غیر منقطع کامیابی کیونکر پیدا ہوئی؟ یوں تو اور ائمہ نے بھی اپنے عہد میں نہایت عروج حاصل کیا تھا۔ امام اوزاعیؒ اپنی زندگی میں بلکہ زمانہ مابعد تک بھی شام کے مطلق امام تسلیم کئے گئے اور ان ممالک میں لوگ عموماً انہی کی تقلید کرتے تھے۔ لیکن وہ ایک محدود اور وقتی اثر تھا جو بہت جلد جاتا رہا۔ ان واقعات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں ایسی خاص خوبیاں ہیں جو اور مذہبوں میں نہیں۔

(سیرت نعمان ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۳ از علامہ شبلی نعمانی حصہ دوم)

☆ ☆ ☆

فقہاءِ سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت

فقہاء سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت کو معلوم کرنے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ کتب فقہ کو بلحاظ مسائل کے متعین کر کے یہ دیکھا جائے کہ علماء سندھ کی فقہی تالیفات کس قسم کے مسائل پر حاوی ہیں۔ اور یہاں کے فقہاء کی علمی و فقہی کاوش کی دسترس اور استخراج مسائل میں ان کی وسعت نظر کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔ واضح رہے کہ جس طرح فقہاء کرام کے درجات ہیں۔ اسی طرح فقہ حنفی کے مسائل اور کتابوں کے بھی درجات ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ تاکہ جس وقت اقوال میں تعارض معلوم ہو تو راجح پر عمل کیا جا سکے۔ فقہ حنفی کے مسائل تین طبقات پر منقسم ہیں۔

پہلا طبقہ:۔ ظاہر الروایہ کا ہے۔ ان کو مسائل اصول بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمد کی چھ کتابوں جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ مبسوط اور زیادات میں مذکور ہیں۔ ان کتب کے مسائل کو ظاہر الروایہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ صاحب مذہب تک ان کی سند ظاہر اور معلوم ہے۔ جب تک ان مسائل کی خلاف عمل کی ترجیح کسی دلیل سے معلوم نہ ہو۔ ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جامع صغیر۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تمام مسائل جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کے مسائل کی تعداد ۵۳۲ ہے۔ اس میں سے صرف دو مسئلوں میں قیاس و استحسان سے کام لیا ہے۔ اور ۱۷۰ مسائل میں امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے۔ مشائخ کے نزدیک اس کتاب کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے۔ حتیٰ کہ جب

تک اس کو حفظ نہ کرلیا جاتا۔ عہدہ قضاء سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسف کی فرمائش پر امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی ہے۔ جب امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھ کر پیش کی، تو قاضی ابو یوسفؒ بہت خوش ہوئے اور یہ فرمایا ''کہ امام محمدؒ سے چار مسائل میں سہو ہو گیا، امام ابو یوسفؒ اپنی جلالت شان کے باوجود اپنے سفر و حضر میں یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ علماء نے اس کتاب کی چالیس شروحات لکھی ہیں۔ جامع صغیر کو محمد بن سماعہؒ اور عیسیٰ بن ابانؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کی تبویب قاضی ابو طاہر محمد بن محمد الدباسؒ نے کی ہے۔

ہندوستان میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ اور مصر میں کتاب الخراج کے حاشیہ پر شائع ہوئی ہے۔

جامع کبیر۔ یہ کتاب بھی جامع صغیر کی طرح ہے۔ مگر اس میں مسائل زیادہ ہیں۔ اس کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کے علاوہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے اقوال بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کی شروحات بھی بہت زیادہ ہیں۔

مبسوط۔ اس کا دوسرا نام ''اصل'' بھی ہے۔ اس لئے کہ امام محمدؒ نے سب سے پہلے اسی کو تالیف فرمایا۔ اس میں امام محمدؒ نے ایسے ہزاروں مسائل جمع کئے جن کا امام صاحبؒ نے جواب دیا ہے اور وہ مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ کی یہ عادت ہے کہ پہلے آثار پھر ان سے ماخوذ مسائل اور آخر میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ مبسوط وہی کتاب ہے جسے دیکھ کر ایک یہودی حکیم یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا تھا:

''ھذا کتاب محمد کم الصغیر فکیف کتاب محمد کم الکبیر''۔

ترجمہ: یہ تو تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے' تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کی شان کیا ہوگی؟

زیادات: اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔

السیر الصغیر: اس کتاب میں حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل ہیں جب اس کتاب کو امام اوزاعی نے دیکھا تو پسند کیا۔ اور طنزاً فرمایا۔ اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ؟ امام محمد نے جب یہ تبصرہ سنا تو سیر کبیر لکھوائی۔

السیر الکبیر: یہ کتاب ۶۰۰ [illegible] پر مشتمل ہے۔ جب امام محمد اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خلیفہ وقت اور امام اوزاعی نے اس کتاب کو بہت زیادہ پسند کیا۔ علامہ ابن نجیم نے فرمایا ہے کہ یہ امام محمد کی سب سے آخری کتاب ہے۔

اعلم ان السیر الکبیر آخر تصنیف صنفه محمد فی الفقه۔

([illegible])

ترجمہ: سیر کبیر امام محمد کی فقہ میں آخری کتاب ہے۔

دوسرا طبقہ کتب نوادر کا ہے

یہ وہ مسائل ہے جو ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے مروی تو ہیں مگر امام محمد کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں مذکور ہیں۔ مثلاً کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات، امالی امام محمد، نوادر ابن رستم، امالی قاضی ابو یوسف وغیرہ۔ ان کو غیر ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی سند ظاہر نہیں ہے۔

کیسانیات: وہ مسائل ہیں جن کو سلیمان بن شعیب کیسانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔

ہارونیات: وہ مسائل ہیں جن کو ہارون الرشید کے زمانہ میں جمع کیا گیا۔

جرجانیات: وہ مسائل ہیں جن کو علی بن صالح جرجانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔

رقیات۔ وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ نے مقام رقہ میں قاضی ہونے کے زمانہ میں جمع کیا تھا

امالی: وہ مجموعہ ہے املاء کی۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ استاذ مسند پر بیٹھ جاتا تھا اور اپنے حافظے سے شاگردوں کو مسائل لکھواتا تھا اور جو مجموعہ ہو جاتا اس کو کتابی شکل دے دی جاتی تھی۔ اس کو امالی کہا جاتا ہے۔ علماء شافعیہ ان کو تعلیقات بھی کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ فتاویٰ اور واقعات کا ہے:

اور یہ وہ مسائل ہیں جو متاخرین نے کسی ایسے واقعے کے متعلق جس کے سلسلہ میں صاحب مذہب سے کوئی روایت موجود نہیں ہوتی، استنباط کیا ہوتا ہے۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگردوں میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جوزجانی، ابو حفص بخاری، محمد بن سلمہ وغیرہ۔ کے اس قسم کے استنباطات کو فتاویٰ اور واقعات کہا جاتا ہے۔

واقعات اور فتاویٰ میں سب سے پہلے فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے کتاب النوازل تصنیف فرمائی ہے۔ انہوں نے اس میں متاخرین علماء کے فتاویٰ جمع کئے ہیں۔

۱۔ [illegible]

خلاصہ کلام: فقہائے مقلدین کی فقہی تصنیفات و تالیفات کی نوعیت کو جب ہم مذکورہ بالا تقسیم مسائل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ان حضرات کی کتب تمام طبقات کے مسائل یعنی ظاہر الروایہ، نوادر اور فتاویٰ و واقعات پر مشتمل نظر آتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

فقہاءِ سندھ کی فقہی تالیفات

فقہائے سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے پہلے یہ امر ضروری ہے کہ کتب فقہ کو بلحاظ مسائل متعین کرنے کے بعد دیکھا جائے کہ علماء سندھ کی فقہی تالیفات کس قسم کے مسائل پر حاوی ہیں اور یہاں کے فقہاء کی علمی، فقہی کاوش کی رسائی اور استخراج مسائل میں ان کی وسعت نظر کا دائرہ کس قدر وسیع تھا۔

واضح رہے کہ مسائل کے اعتبار سے فقہ حنفی کی کتابوں کو تین طبقات پر تقسیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین شامی رحمۃ اللہ، رد المحتار علی الدر المختار میں شرح البیری علی الاشباہ اور شرح اسماعیل النابلسی علی الدرر سے ناقل ہیں:

اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفية على ثلاث طبقات. الاولى مسائل الاصول وتسمى ظاهر الرواية وهي مسائل مروية عن اصحاب المذهب وهم ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد ويلحق بهم زفر والحسن بن زياد وغيرهما ممن اخذ عن الامام لكن الغالب الشائع في ظاهر الرواية ان يكون قول الثلثة وكتب ظاهر الرواية كتب محمد الستة. والثانية مسائل النوادر وهي المروية عن اصحابنا المذكورين لا في الكتب المذكورة بل اما في كتب اخر لمحمد كالكيسانيات والامالي كتب غير محمد كالمجرد للحسن وغيره ومنها كتب الامالي المروية عن ابي يوسف اما برواية مفردة كرواية ابن سماعة والمعلى بن منصور وغيرهما في مسائل معينة والثالثة الواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون المتاخرون لما سئلوا عنها

ولم یجدوا فیہا روایۃ وھو ابو یوسف و محمد واصحاب اصحابہما ۔ (رسم المفتی ص ۱۲)

ترجمہ : جان لیجئے ! ہمارے احناف حضرات کے مسائل تین قسم کے ہیں ۔

(۱) مسائل الاصول : جنہیں ظاہر الروایہ کا نام دیا گیا ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب مذہب جو امام اعظم ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں سے مروی ہیں ان کے ساتھ زفرؒ، حسن بن زیاد وغیرہما کو بھی شامل کیا گیا ہے جنہوں نے امام صاحبؒ سے علم حاصل کیا لیکن عام اور غالب ظاہر الروایہ میں اصحاب ثلاثہ کے اقوال ہیں اور کتب ظاہر الروایہ امام محمدؒ کی مشہور چھ کتب ہیں۔

(۲) مسائل النوادر : یہ مسائل ہمارے مذکورہ اصحاب سے مروی ہیں لیکن کتب مذکورہ کے علاوہ امام محمدؒ کی دوسری کتب جیسا کہ کیسانیات یا حسن کی المجرد وغیرہ اور ان میں کتب امالی جو ابو یوسفؒ سے مروی یا وہ کتب جو روایت مفردہ کے ساتھ مروی ہیں جیسا کہ ابن سماعہ اور معلی بن منصور وغیرہما کی ہیں جو معین مسائل میں ہیں۔

(۳) واقعات یہ وہ مسائل ہیں جنہیں متاخرین مجتہدین نے استفسار پر مستنبط کئے اور انہوں نے کوئی روایت نہیں پائی اور یہ لوگ صاحبینؒ کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

فقہاء سندھ کی فقہی تالیفات کی نوعیت کو جب ہم مذکورہ بالا تقسیم مسائل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو ان حضرات کی کتب تمام طبقات کے مسائل یعنی ظاہر الروایہ، نوادر اور فتاویٰ اور واقعات پر مشتمل نظر آتی ہیں۔

☆ ☆ ☆

اب ہم فقہائے سندھ اور ان کی کتب کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں اور یہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔

(ا)

المتانة فی مرمة الخزانة

مؤلفہ : مخدوم محمد جعفر بوبکائی

تقطیع متوسط مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، کراچی

المتانة : ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۲ء میں سندھی ادبی بورڈ کراچی (لجنۃ احیاء الادب السندی) کی طرف سے زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔ مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی سندھیؒ کے معلومات افزاء مبسوط مقدمہ کے علاوہ متعدد مقامات پر حواشی و تعلیقات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔

وجہ تالیف :

قاضی جگن گجراتی المتوفیٰ ۹۲۰ھ کی کتاب (خزانۃ الروایات) جو ارباب فقہ و تحقیق کے نزدیک غیر مستند رطب و یابس مسائل پر مشتمل تھی۔ جیسا کہ النافع الکبیر میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے صراحت کی ہے (النافع الکبیر ص: ۲۲)

مخدوم محمد جعفر بوبکائی نے اس میں وہ تمام غیر معتبر مسائل اور غیر مستند مواد نکال کر مفتیٰ بہا مسائل اور قوی روایات کا بیش بہا اضافہ فرمایا۔ اور اس علمی کاوش کو "المتانة فی مرمة الخزانة" کے نام سے موسوم فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

مندرجات و مشمولات

المعانة کے مندرجات و مشمولات میں سے چند باتیں درج ذیل ہیں :

''اگر مسجد گزرگاہ میں رکاوٹ نہ بنتی ہو؟''

''باب المسجد'' میں مصنف المعانۃ نے متعدد مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے اگر مسجد گزرگاہ عامۃ المسلمین میں بنائی گئی ہو تو اس کے بارے فقہائے کرام کی کیا رائے ہے۔ اس ضمن میں فقہ کی مشہور کتاب فصول العمادیہ کے حوالے سے اصل الفاظ مع ترجمہ کے ملاحظہ ہوں :

فی فصول العمادیۃ اذا بنی للمسلمین فی بعض الطریق مسجد ولا یضر للمسلمین لاینقض۔ (مقدمۃ المعانۃ ص ۱۲۳)

ترجمہ: فصول العمادیہ میں مرقوم ہے کہ اگر کسی گزرگاہ میں مسجد تعمیر کی گئی ہو اور وہ مسلمانوں کی آمد و رفت میں رکاوٹ نہ بنتی ہو تو اسکو گرایا نہیں جائے گا۔

گزرگاہ اور مسجد دونوں مفاد عامہ کے لئے ہیں!

اس کے ساتھ ہی بروایت فقیہ ابو جعفر عن ہشام عن امام محمدؒ یہ الفاظ بھی لکھے ہیں :

انہ قال لاباس بان یجعل شئی من الطریق مسجدا او شئی من المسجد طریقا۔ لان الکل لعامۃ المسلمین۔ (مقدمۃ المعانۃ ص ۱۳۲)

ترجمہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ گزرگاہ عامہ کا کوئی حصہ مسجد میں ملا دیا جائے یا کسی مسجد کا کوئی حصہ گزرگاہ بنا دیا جائے۔ اس لئے کہ (مسجد اور گزرگاہ) سب عامۃ المسلمین کے لئے ہیں۔

نوٹ : اسی مسجد کو گزرگاہ کا حصہ بنایا جاسکتا ہے کہ پہلے بھی مسجد گزرگاہ کے حصہ

میں بنائی گئی تھی جیسے کہ مابعد عنوان سے جو بحوالہ مقدمۃ المتانۃ ذکر ہے۔

اگر گزرگاہ کے کسی حصے میں مسجد بنالی جائے؟

پھر بتایا گیا ہے:

المسجد الذی یتخذ فی جانب من الطریق لایکون لہ حکم المسجد بل ھو طریق بدلیل انہ لورفع حوائطہ عاد طریقاً کما کان۔ (مقدمۃ المتانۃ ص ۱۲۴)

ترجمہ: جو مسجد گذرگاہ عام کے کسی کنارے میں تعمیر کی جائے وہ مسجد کے حکم میں متصور نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کو گذرگاہ ہی سمجھا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کی دیواریں گرادی جائیں تو وہ حسب سابق گذرگاہ ہی بن جائے گی۔

بے گھر اور بے مسکن فقراء اور تعمیر مسجد

جواہر الفتاوی کے حوالے سے المتانۃ کے یہ الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں کہ:

محلۃ فیھا ثلاث مساجد ثم اراد واحد ان یبنی مسجدا وفی المحلۃ فقیر لیس لہ مسکن فالافضل ان یدفعھا الی الفقیر لیسکن فیھا ویصلی فیھالان المساجد قد کثرت والشفقۃ بین الناس قدقلت۔ (مقدمۃ المتانۃ ص ۱۲۴)

ترجمہ: اگر ایک محلہ میں تین مسجدیں ہوں اور پھر کوئی شخص ایک اور مسجد بنانا چاہتا ہو اور محلے میں کوئی ایسا غریب اور فقیر شخص بھی رہ رہا ہو جس کے پاس سکونت کے لئے کوئی مکان نہیں ہے۔ تو افضل یہ ہے کہ وہ جگہ اس بے گھر اور بے مسکن فقیر کو دے دی جائے۔ تاکہ وہ اس میں رہائش اختیار کرے اور نماز بھی پڑھے اس لئے کہ مسجدوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اور لوگوں میں باہمی شفقت و رحم کا مادہ کم ہو گیا ہے۔

توسیع مسجد کے لئے حضرت عمرؓ کا فیصلہ

المعتانۃ کے مصنف شہیر نے اس مسئلے کو بھی موضوع فکر ٹھہرایا ہے کہ اگر مسجد کی توسیع مقصود ہو تو کیا صورت اختیار کی جائے؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر مسجد کے اردگرد کسی شخص کی جگہ موجود ہو تو اس کے مالک کو قیمت ادا کر کے اس پر جبراً قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت اللہ کی توسیع کے وقت ایسا ہی کیا تھا۔ اس سلسلے میں مصنف الحوت کے الفاظ بھی پڑھ لیجئے اور اس کے نیچے ترجمہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ المضمرات کے حوالے سے مصنف رقمطراز ہیں:

و لو ضاق المسجد علی الناس و بجنبہ ارض لرجل یوخذ ارضہا کرھاً، لما روی عن عمرؓ و اصحابہ فی ارض المسجد الحرام حین ضاقتْ انھم اخذ وا الارض بکرہ من اصحابھا بالقیمۃ و زادوا فی المسجد الحرام (معتمد ۱۲۵۔ص ۱۳۲)

ترجمہ: اگر لوگوں کے لئے مسجد تنگ ہو، اور اس مسجد سے ملحق کسی شخص کی زمین پڑی ہو تو یہ زمین جبراً قبضہ کر لی جائے گی۔ اس کی دلیل حضرت عمر فاروقؓ اور ان کے اصحاب کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے بیت اللہ کے بارے میں اس زمانے میں کیا تھا جب (مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے) جگہ تنگ ہوگئی تھی۔ انہوں نے اس کے اردگرد پھیلی ہوئی زمین کے مالکوں کو قیمت ادا کر کے اس پر جبراً قبضہ کیا تھا اور اس سے بیت اللہ کی توسیع کر دی تھی۔

گزرگاہ اور مسجد!

مختار الفتاویٰ کے حوالے سے مصنف لکھتے ہیں:

"لو ضاق المسجد و بجنبہ طریق للعامۃ یوسع منہ المسجد ولو ضاق

الطریق وسع من "مسجد"۔

اگر مسجد تنگ ہو اور اس کے پہلو میں گزرگاہ عام ہو تو اس سے (زمین لے کر) مسجد کی توسیع کی جائے اور اگر گزرگاہ تنگ ہو تو اس کو مسجد کی زمین سے کشادہ کیا جائے۔ (بشروط مذکورہ فی الفقہ)

اگر مسجد غیر آباد ہو جائے!

مسجد کے غیر آباد ہونے کے سلسلے میں العنایہ کے مصنف ظہیریہ کے حوالے سے بروایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فی مسجد خرب فالذی بناہ احق بہ اذا خرب ما حولہٗ و ان لم یعرف بانیہ فاجتمعوا علی بیعہ لیستعینوا بثمنہ علی مسجد اٰخر لا باس بہ و لو لم یخرب فلیس لھم نقلہ عن موضعہ۔ (العنایہ المتانہ ص۱۳۶)

ترجمہ: اگر مسجد بے آباد ہو جائے تو اس کا بانی اس کے اردگرد کے بے آباد ہو جانے کی صورت میں اس کا زیادہ حق دار ہے اور اگر اس کے بانی کا پتہ نہ چل سکے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ لوگ اس کو فروخت کرنے پر متفق ہو جائیں۔ تو اس کی قیمت سے دوسری جگہ مسجد تعمیر کرنے میں مدد لیں۔ لیکن اگر مسجد بے آباد نہیں ہوئی تو اس کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

ساتھ ہی شرح الزیادات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"والمسجد اذا استغنی عنہ المسلمون و لا یصلی فیہ او خرب ما حولہٗ یعود الی صاحبہ کما کان ان کان حیاً او الی وارثہ ان کان میتاً و ھذا قول ابی حنیفۃ و محمد"۔ (العنایہ المتانہ ص ۱۳۶)

ترجمہ: جب مسلمان مسجد سے بے نیاز ہو جائیں اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو

یا اس کے ارد گرد کا علاقہ بے آباد ہو جائے تو اس مسجد کا بنانے والا اگر زندہ ہے تو مسجد اس کو دے دی جائے۔ اور اگر مر گیا تو اس کے ورثاء کے حوالے کر دی جائے۔ اس باب میں ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہی قول ہے۔

تعمیر مسجد میں اخلاص کی اہمیت

تعمیر مسجد میں اصل اہمیت اخلاص قلب اور رضائے الٰہی کو حاصل ہے اور یہی جذبہ ہر وقت دل میں کارفرما رہنا چاہیے۔ اس ضمن میں الحوانہ کے مصنف لکھتے ہیں :

"کل مسجد بنی مباهات او ریاء او سمعة او لغرض سوی ابتغاء وجه الله او من مال غیر طیب فهولا حق بمسجد ضرار"۔ (مقدمہ تحفاہ ص ۱۲۰)

ترجمہ: جو مسجد بھی فخر و مباہات یا ریاء و سمعہ یا اللہ کی رضامندی کے سوا کسی اور جذبے کے تحت یا غیر پاکیزہ مال سے تعمیر کرائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم میں آتی ہے۔

دیوار اور محراب پر آیات قرآنی کی کتابت

الحوانہ کے فاضل مصنف بے شمار باتیں فقہ کی مختلف بنیادی اور اونچی تصنیفات کے حوالے سے اس کتاب میں رقم فرمائی ہیں۔ انہوں نے مسجد کی دیواروں اور محراب پر آیات قرآنی کی کتابت کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ چنانچہ خوارزمی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"و لیس بمستحسن کتابة القرآن علی المحارب و الجدر لما یخاف من سقوط الکتابة"۔ (مقدمہ الحتانہ ص ۱۲۰)

ترجمہ: محرابوں اور دیواروں پر قرآن مجید کی آیات لکھنا مستحسن نہیں کیونکہ کتابت شدہ ٹکڑے کے دیوار یا محراب سے نیچے گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

شب برأت اور لیلۃ القدر کو چراغاں نہیں کرنا چاہئے

شب براۃ اور لیلۃ القدر کو مساجد اور دیگر عمارات پر چراغ روشن کرنے کا رواج اس زمانے میں بھی تھا۔

جس زمانہ میں الحات ضبط تحریر میں آئی۔ مصنف شہیر نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ وہ فقہ کی مشہور کتاب القنیہ کے حوالے سے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

"ان اسراج السرج الكثيرة ليلة البراة في السكك والاسواق بدعة و كذا في المساجد" (مقدمہ تحفۃ ص ۱۳۲)

ترجمہ: شب براۃ کو عمارتوں، بازاروں اور مسجدوں میں کثرت سے چراغ روشن کرنا بدعت ہے۔

اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں:

"وكذا ايقاد السرج في رمضان ليلة القدر" (مقدمہ تحفۃ ص ۱۳۲)

ترجمہ: اسی طرح ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کے موقع پر بھی اس انداز سے چراغ روشن کرنا بدعت ہے۔

جنازے کے ساتھ قرآن پڑھنے کے بارے میں

فصل في حمل الجنازة و نقل الميت من بلد الى اخر کے تحت مصنف نے جنازے اور میت کے بارے میں بہت سے مسائل کی وضاحت کی ہے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ جنازے کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر و اذکار کرنا اور قرآن مجید پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ مصنف لکھتے ہیں کہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ بحوالہ قنیہ یہ الفاظ ہیں:

ويكره تشييع الجنازة برفع الصوت بالذكر و قراة القران كراهة تحريم

(مقدمہ المتانہ ص ۲۹۸)

ترجمہ : جنازے کے ساتھ چلنے والوں کا با آواز بلند ذکر کرنا اور قرآن مجید پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازہ کے ساتھ خاموشی سے چلنا چاہیئے

فاضل مصنف اس ضمن میں کنز العباد کی عبارت بحوالہ فتاویٰ السائل تحریر فرماتے ہیں : " یستحب السکوت خلف الجنازة لانه وقت الاعتبار والاذکار و ان کان فی ذکر و دعاء (مخالفت مذہب المتانہ ص ۹۹)"

ترجمہ : جنازے کے ساتھ خاموشی سے چلنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ اللہ کو یاد کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کا وقت ہے اور اس وقت اللہ کی یاد اور دعا میں آہستگی اور سکوت اختیار کرنا چاہیئے۔

قاضی کی عدالت میں جھگڑنے والوں کے بارے میں!

باب التعزیر میں مصنف نے اس مسئلے کی وضاحت فرمائی ہے کہ عدالت میں قاضی کے سامنے فریقین جھگڑ پڑیں اور قاضی کے منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہ آئیں تو اس صورت میں قاضی کو ان سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟

فتاویٰ حمادیہ کی کتاب القضاۃ کے حوالے سے اس مسئلہ میں مصنف لکھتے ہیں

"خصمان یتسابان بین یدی القاضی فی مجلسه و لم ینتهیا بالنهی فالرای فی ذالك للقاضی ان حبسهما او یعزرهما عقوبة فحسن۔ لانه لو ترك ذالك فربما یجتری بذالك غیرهما و التعدی بهما فیذهب ذلك ما اوجب للقاضی و صیانة ذالك واجب۔ (مذہب المتانہ ص ۲)"

ترجمہ : اگر دو فریق قاضی کی عدالت میں اس کے سامنے آپس میں گالی گلوچ

پر جرآئیں اور قاضی کے روکنے کے باوجود رکیں۔ تو اس سلسلے میں قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ ان کو جیل میں بند کردے یا ان کو تعزیر کرے۔ یہ بالکل مناسب اقدام ہوگا اس لئے کہ اگر وہ انہیں بغیر سزا اور عقوبت کے یونہی چھوڑ دے گا تو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں میں بھی اس قسم کی جرأت پیدا ہوگی اور وہ اس معاملے میں ان کی اقتدا کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قاضی کے ادب واحترام کو برقرار رکھنے اور اس کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھنے کے بارے میں جو فرائض عائد ہوتے ہیں یہ حرکت ان کو ختم کردے گی اور ان کا تحفظ بہر صورت ضروری ہے"۔

اس کتاب میں اس قسم کے بے شمار فقہی مسائل جمع کئے گئے ہیں جو اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

. . . .

البشارة لاهل الاشارة

کتاب کا پورا نام قرة العين في اثبات الاشارة في التشهدين المعروف البشارة لاهل الاشارة   تعداد صفحات: ۳۲۳

مؤلف:۔ محمد میر علی نواز شاہ بن میر فخر الدین احمد بن مولانا حافظ احمد بن شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری۔

کاتب:۔ مولوی محمد عالم ولد قاضی نظام الدین ساکن کوٹ خضری گوجرانوالہ تحصیل وزیر آباد پنجاب ۱۳۲۳ھ میں مطبع اسلامی لاہور سے شائع ہوئی۔

اس کتاب میں دو باب اور ایک مقدمہ ہے۔ مقدمہ میں علم بالسنة کا بیان ہے۔ پہلے باب کی تین فصلیں ہیں:

الفصل الاول فیما جاء فیہ عنہ ﷺ۔

الفصل الثانی عن الصحابۃؓ ۔ الفصل الثالث عن التابعینؒ

الباب الثانی فی بیان الروایات الفقہیۃ من مذہب الحنفیۃ الدالۃ علیٰ

ثبوت الاشارۃ ۔

خاتمۃ

فی ادلۃ المانعین عن الاشارۃ و فی اجوبتہا

۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ میں مولف مرحوم اس کتاب کی تحریر سے فارغ ہوئے ۔

. . . .

ابراء المتہم لعدم ثبوت الجرم المعروف رسالۃ وطی البہیمۃ

مولف : مفتی حاجی ہدایت اللہ شاہ مرحوم

تقطیع خورد اوراق ۵ مولف کے قلم سے لکھا ہوا ہے مگر خوشخط صحیح سالم مکتبہ

عالیہ علیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

جانور سے بدکاری کرنے کے بارے میں ایک استفتا کا جواب ہے۔

... .

احسن الدلائل

مولف : محمد عمر سندھی الحنفی

زبان عربی فارسی ملی جلی ہے۔ تقطیع خورد خط ناقص تعداد اوراق ۵۷

مکمل رسالہ نماز اور وضو کے مسائل پر مشتمل ہے۔ مکتبہ عالیہ علیہ پیر

جھنڈا میں سالم نسخہ موجود ہے۔

....

اثبات الصحو لمن علیه السھو

بزبان فارسی قلمی۔ تعداد اوراق ۱۰۔ پراگندہ اوراق، خط ناقص۔

مؤلف: مولانا محمد عمر چانڈیہ مقدمہ ۱۹ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

کاتب: فتح اللہ اور سال کتابت ۲۹ رجب ۱۳۲۸ھ درج ہے۔

. . . .

الاجوبة الغریبة للا مسئلہ العجیبة

مؤلف: محمد فیض الکریم عمدہ خط قلمی تعداد اوراق ۳۳۔

سن تالیف: ۲۰ صفر المظفر ۱۳۰۹ھ جمعۃ المبارک۔

مختلف فقہی مسائل کے جوابات ہیں۔ آخر میں چار ورق کا ضمیمہ ہے۔ مکتبہ عالیہ

عمریہ جھنڈا میں موجود ہے۔

. . . .

الفتاویٰ المحمدیة فی الاحکام الاحمدیة

المعروف فتاویٰ احمدیة

جلد اول تعداد صفحات ۷۴۷ زبان: سندھی

مؤلف: مولانا مفتی محمد بن اخوند محمد اسمٰعیل ہالائی ۔۔۔ المتوفی ۱۳۳۶ھ۔

یہ کتاب غیر مطبوع بالکل صحیح سالم حالت میں مکمل ہر دو جلد مؤلف مرحوم کے جاری کردہ مدرسہ محمدیہ ہالا قدیم حیدرآباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ سندھی خطبہ میں مؤلف مرحوم نے حمد و صلوٰۃ کے بعد سبب و غرض تالیف بیان کرتے ہوئے سنہ تالیف ۱۳۱۳ھ اور اپنے فتاویٰ کو احمدیہ کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ بھی بیان فرمائی ہے۔

جلد دوم تعداد صفحات: ۱۶۰ ہے

آغاز الحمد للّٰہ علی مامن بہ من الاھتداء والصلوٰۃ والسلام علی من وجب بہ الاقتداء و علی آلہ و اصحابہ الذین اقتدوا باثرہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم ۔

جلد دوم کا آخری فتویٰ:۔ سوال: شخص وصیت جمیع مال برائے مرشد خود کردہ وفوت نمود و وارث فقط یک زوجہ گذاشت پس حکم مال متروک او چطور است؟

الجواب: دراں صورت بعد از خرچ کفن و دفن و ادائے قرض جمیع مال متروک میت مذکور شش حصہ نمودہ شود یک حصہ ازاں بزوجہ دادہ و باقی پنج حصہ بمرشد او کہ موصیٰ بہ است دادہ شود فقد قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ الوصیۃ بمازاد علی الثلث غیر جائز اذا کان ھناک وارث یستحق جمیع المال اما اذا کان لا یستحق جمیع المیراث کالزوج والزوجۃ فانہٗ یجوز ان یوصی بما زاد علی الثلث فحیث لم یجز لزوجۃ الوصیۃ ترث سدس ترکتہ و للموصیٰ خمس اسداسھا لانھا لا تستحق من المیراث شیئاً حتی تخرج ثلث الوصیۃ فاذا اخرج الثلث استحق ربع الباقی وما بقی بعد ذالک یکون للموصیٰ لہ ۱۴ھ واللّٰہ اعلم۔

حررہ الحاج محمد عقی عنہ تم الجلد الثانی من الفتاوی المحمدیۃ فی الاحکام الاحمدیۃ بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہ الحمد للّٰہ تعالیٰ اولاً و اخراً و نصلی علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ و نشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ و لو کرہ المشرکون اللھم اجعلہ خالصاً لوجھک الکریم و انفع بہ المسلمین یا رب العلمین ۔

القول الانور فی حکم لبس الاحمر

بزبان عربی　　　تقطیع خورد　　　تعداد صفحات: ۳۲

مؤلف: فاضل سندھ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی المتوفی ۱۱۷۴ھ

باہتمام حافظ میاں محمد ابراہیم متوطن گڑھی یاسین ضلع سانگھڑ ھ در مطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور مطبوع گردید۔ سنہ تالیف ۱۶ ذی الحجہ ۱۱۳۹ھ درج ہے۔

مذہب حنفیہ کے صحیح اور مختار قول کے مطابق مصنف نے اس رسالہ میں سرخ لباس کے استعمال کو مکروہ تحریمی ثابت کیا ہے۔ خاتمہ کی عبارت یوں ہے:

"و قد تم الکلام علی ھذا المرام و الحمد للہ علی التمام و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد خیر الانام و علی الہ و صحبہ البررۃ الکرام ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و الہ و صحبہ و بارک وسلم وشرف و کرم"۔

یہ رسالہ بھی مدرسہ محمدیہ عالیہ قدیم حیدرآباد سندھ کی لائبریری میں موجود ہے۔

اصلاح مقدمہ الصلوٰۃ

مولف:۔　　　مخدوم محمد ہاشم مرحوم سندھی

بزبان فارسی قلمی　　　خوشخط　　　تقطیع خورد　تعداد اوراق: ۱۶

وجہ تالیف مخدوم ابوالحسن بن شیخ عبدالعزیز سندھی مرحوم نے سندھی زبان میں ایک رسالہ مسمّی بہ مقدمۃ الصلوٰۃ تحریر فرمایا تھا کہ جس کے بعض مقامات محل نظر تھے۔ حضرت مخدوم نے اصلاح مقدمۃ الصلوٰۃ میں ان پر نقد فرمایا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب عالیہ عالیہ میں موجود ہے۔

ابلاغ جهد الدمص في مسئلة قص اللحي

و النتف و الا نتماص و التمص

مولف علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ ۔ تقطیع خورد تعداد اوراق: ۱۲

ابلاغ جہد الدمص، تاریخی نام ہے۔ جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۱ نکلتا ہے۔

مصنف کا مقام سطوح میں جو کہ اربق و مستقط کے قریب ہے گزر ہوا۔ اور وہاں انہوں نے

خاص و عام سب کو اس میں مبتلا دیکھا کہ انگشت دو انگشت سے زیادہ داڑھی نہیں چھوڑتے۔

اور اس پر بھی رخسار و ذقن پر استرہ، مقراض اور موچنہ کی عملداری ہے۔ تو مصنف نے یہ

رسالہ تصنیف فرمایا۔ جس میں ان امور کی ممانعت کو ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ خود مصنف کی

ملکیت میں رہ چکا ہے سر ورق پر مصنف کی مہر اور دستخط ثبت ہیں۔ جس کی عبارت درج

ذیل ہے :

"ابلاغ جهد الدمص في مسئلة قص اللحي و النتف و الانتماص و التمص

للفقير ابراهيم بن الشيخ عبداللطيف بن المخدوم محمد الهاشم عفي عنهم

(امين) وقد ملكه الله تعالىٰ به و ختم۔"

اس کی تصحیح بھی خود مصنف نے کی ہے اور بعض جا اپنے قلم سے اس میں اضافہ بھی کیا

ہے۔ جو حاشیہ پر مرقوم ہے۔ آخیر میں تحریر ہے :

"قد قوبلت بعد مؤلفها فلله الحمد سبحانه"۔

نوٹ : علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ کے فقہی مخطوطات کی تفصیل سہ ماہی رسالہ

الزبیر بہاول پور کے کتب خانہ نمبر سے لی گئی ہے۔ اس میں ایک مقالہ چھپا تھا جس کا

عنوان تھا "کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی کے مخطوطات از مولانا عبدالرشید نعمانی

نائب الشیخ جامعہ اسلامیہ بہاولپور"۔

. . . .

اغناء الواصل فی جواز تلقی الجواب عن النوازل من متمذھب لمن تمذھب بمذھب آخر اذا وافق اصول مذھب السائل او جاء بعبارۃ صریحۃ فی واقعۃ المسائل

تقطیع خورد :   تعداد اوراق : ۸

مؤلف :۔ مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

یہ بھی ۱۱۴۱ھ کی تالیف ہے۔ اور اغناء الواصل اس کا تاریخی نام ہے۔ اس میں مصنف نے اس امر کا اثبات کیا ہے کہ مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے ہر مذہب کا مقلد دوسرے مذہب کے مفتی سے پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ مفتی سائل کے اصول مذہب کے مطابق جواب دے یا سائل کے مذہب ہی کی کتابوں سے مسئلہ کا صریح جواب نقل کر دے۔ اس رسالہ میں مصنف نے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے حوالے سے ان آئمہ فتویٰ کے نام نقل کئے ہیں کہ جن سے حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی، چاروں مذاہب کے لوگ فتویٰ پوچھتے تھے اور وہ ہر ایک کو ان کے مذاہب سے جواب دیتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مصنف نے شیخ عبدالعزیز دیرینی، شیخ الاسلام عزالدین بن جماعۃ، علامہ شیخ شہاب الدین بدنی معروف بابن اقطع اور شیخ علی بن ضریر کے نام ذکر کئے ہیں۔ سرورق پر اور آخر میں مصنف کی مہر کندہ ہے۔ اخیر میں سرخ روشنائی سے تحریر ہے۔

تمت ھذا الرسالۃ مقابلۃ فی حضرۃ مولفہ و الحمد للہ سبحانہ۔

اماطة اذی البید عن طریق جواز استعمال اموال الکافر العنید

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف سندھی   تقطیع خورد   تعداد اوراق:۱۲

کاتب رسالہ کا نام محمد شفیع ہے۔ خط صاف اور واضح ہے۔ اماطۃ اذی البید بھی تاریخی نام ہے۔ ۱۱۴۷ھ میں اس کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ مخدوم موصوف سے سوال ہوا تھا کہ کفار کے وہ پیشوا اور ان کے وہ متبعین جو ہمارے دیار اسلامی میں مسلمانوں پر تفوق کا اظہار کرتے ہیں اور حاکم وقت ان کی جائداد ضبط کر لیتا ہے ان کے اموال کا کیا حکم ہے۔ اور آیا اہل اسلام کا تصرف ان کے اموال میں باذن حاکم مباح ہے یا نہیں؟ مصنف نے جواب میں مباح بتایا اور اسی اباحت کے اثبات میں یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا۔ اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ کفار دیار اسلام میں رہتے ہوئے اگر مسلمانوں پر اپنے تفوق کا اظہار کریں تو پھر وہ ذمیوں کے حقوق کے مستحق نہیں رہتے اور ان کے اموال پر مسلمانوں کا تصرف صحیح ہے۔ مخدوم موصوف لکھتے ہیں کہ :

"ہمارے دیار میں تمام وہ کفار جن کو لوگ ذمی کہتے ہیں میری رائے میں ذمی نہیں حربی ہیں اور در حقیقت متعدد وجوہ کی بنا پر ان کا عہد ٹوٹ چکا ہے"۔

اس کے بعد مصنف نے حسب ذیل (۲۵) وجوہ ان کے نقض عہد بیان کئے :

(۱) وہ سود لیتے ہیں۔ حالانکہ سود کا لین دین حقوق ذمیت کے حصول کا مانع ہے۔

(۲) انہیں مسلمانوں کے سا لباس اور سواری استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کا سا عمامہ باندھتے ہیں۔ ان کی سی قمیص پہنتے ہیں اور ان کا سا قبا استعمال کرتے ہیں اور بہترین گھوڑوں پر زرکار و نقرہ کار زینوں پر سوار ہوتے ہیں کہ جن سے تفاخر اور

مسلمانوں میں تمیز نہیں ہوتی۔ اور سلام کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

(۳) ذمی کو مسلمانوں کے مکانوں سے اپنا مکان اونچا تعمیر نہیں کرنے چاہیئے۔ حالانکہ ہمارے دیار میں ان کی حویلیاں اہل اسلام کے اکابر، امراء، سادات، علماء اور اشراف کے مکانات سے بلند ہیں۔

(۴) ذمی کو مسلمانوں پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا حالانکہ یہ ایوان تک ہیں۔

(۵) وہ دار الاسلام میں کسی نئے عبادتخانہ یا مقبرہ یا صنم خانہ بنانے کے مجاز نہیں ہاں یہ تمام چیزیں جو دار الاسلام کے قیام سے پہلے اس دیار میں موجود تھیں باقی رکھی جائینگی اور جو ان میں منہدم ہونگی اس کی تعمیر کی بھی اجازت رہے گی۔ مگر روز یہ نئے نئے مندر، دھرم شالہ اور بھگت خانہ تعمیر کرتے ہیں۔ جن میں کھلے ہندوں رسوم کفر کی ادائگی ہوتی ہے۔

(۶) ذمیوں کو اسلحہ لگانے یا بنانے کی ممانعت ہے۔ حالانکہ یہ دونوں کام کرتے ہیں۔

(۷) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کستیج باندھے رہیں۔ کستیج وہ موٹی اونی ڈوری ہے جو کپڑوں کے اوپر باندھی جاتی ہے تاکہ وہ الگ پہچانے جائیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔

(۸) ان کی عورتیں مسلمانوں کی عورتوں سے تمیز نہیں رکھتیں، حالانکہ یہ ضروری ہے۔

(۹) جس شہر میں ذمیوں کا کوئی معبد خانہ ہو تو وہاں ان کو کسی ایسے جدید مکان یا تعمیر کی اجازت نہیں کہ جس میں وہ جمع ہو کر فسق و فجور کا ارتکاب کریں، مگر یہ اس کے پابند نہیں۔

(۱۰) ناقوس بجانے کی ذمیوں کو ممانعت ہے۔ مگر یہ بجاتے ہیں۔

(۱۱) شراب خوری ذمیوں کو منع ہے مگر یہ کھلم کھلا شراب پیتے ہیں۔

(۱۲) شہر ہو گاؤں ہو یا باغ ہو۔ اہل ذمہ کو وہاں اظہار فسق مثلاً زنا و دیگر فواحش کے ارتکاب کی ممانعت ہے۔ مگر یہ علی الاعلان اس کے مرتکب ہیں۔

(۱۳) ساز اور مزامیر کی ذمیوں کو ممانعت ہے۔ اور یہ دن رات بجاتے ہیں۔

(۱۴) گانے کی ان کو ممانعت ہے اور ان کے یہاں عورت مرد سب بلاتفریق اس میں مبتلاء ہیں۔

(۱۵) ذمیوں کو اپنے تہواروں پر صلیب کی نمائش کی اجازت نہیں اور یہ اپنے آلات کی خوب نمائش کرتے ہیں۔

(۱۶) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معبد میں مسلمان مسافروں کو قیام کرنے دیں۔ اور ان کے دروازے آنے جانیوالے مسلمانوں اور راہ گیروں کے لئے کھلے رکھیں۔ مگر ان کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسافر ان کے مندر میں اترنے کا ارادہ کرے تو یہ اس کو مارتے اور زخمی کرتے ہیں۔

(۱۷) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسلمان مسافر کی جو ان کے کسی معبد میں اترے تین دن تک ضیافت کریں اور اس میں کوتاہی نہ کریں مگر یہ مہمانی تو کیا؟ اس کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے۔

(۱۸) ذمیوں کو اہل اسلام کی جاسوسی کرنے یا کسی جاسوس کو اپنے معبد میں جگہ دینے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کے بعض لوگ اہل اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں جیسے کہ ”گرد“ اور اس کے ساتھی ہیں۔ اور بعض اپنے گھروں میں جاسوسوں کو ٹھہراتے ہیں۔ جیسے کہ ایسرا اور اس کی پارٹی ہے۔

(۱۹) ذمیوں کے لئے ضروری ہے کہ اگر کوئی ان میں سے اسلام کی طرف راغب ہو تو اس کو مانع نہ ہوں لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو مانع ہوتے ہیں۔ اور نہ مانے تو اس کی ہلاکت کے درپے ہو جاتے ہیں۔ یہ بیچارہ مسلمانوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہوتا ہے۔

(۲۰) ذمیوں پر ضروری ہے کہ وہ اہل اسلام کی حرمت کا پاس کریں۔ اور ان کا اکرام کریں۔ لیکن یہ حکام اور بڑے لوگوں کا تو احترام و اکرام کرتے ہیں مگر ضعفاء مسلمین کی

کچھ عزت نہیں سمجھتے۔

(۲۱) ذمی کو چاہیے کہ جب مسلمان اس کی مجلس میں آئیں تو وہ ان کی تعظیم و توقیر کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دے مگر یہ مسلمانوں کی اہانت کرتے ہیں۔

(۲۲) ذمیوں کو ممانعت ہے کہ وہ مسلمانوں کے سے نام اور ان کی سی کنیت رکھیں مگر یہ ایسا نہیں کرتے۔

(۲۳) ذمیوں کو اپنی کسی انگلی میں سونے یا چاندی کی انگوٹھی پہننا اور اس پر مہر کندہ کرانا ممنوع ہے مگر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

(۲۴) ذمیوں کو دیار اسلام میں شراب کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں۔ مگر یہ بے دھڑک ایسا کرتے ہیں۔

(۲۵) ذمیوں کو علی الاعلان سب کے سامنے مراسم شرک کی بجا آوری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب بجالاتے ہیں۔

(۲۶) ذمیوں کو مسلمانوں کے محلے میں رہنے اور اور ان میں مکان بنانے کی اجازت نہیں مگر یہ ان کے مکانات سے اونچی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔

(۲۷) ذمیوں کو مسلمانوں کے مقابر کے پاس سے گزرنے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ جانوروں کی طرح چلاتے ہوئے اپنے جنازوں کو مسلمانوں کے قبرستان سے لے کر گزرتے ہیں۔

(۲۸) ذمیوں کو اپنے جنازوں پر چلانے کی اجازت نہیں مگر یہ خوب شور مچاتے ہیں۔

(۲۹) ان کو کسی مسلمان غلام یا مسلمان لونڈی کی خریداری کی اجازت نہیں مگر یہ خوب خریدتے ہیں۔ متعدد مسلمان غلاموں اور لونڈیوں کو میں نے اپنی خاص سعی و کوشش سے رہائی دلائی ہے۔

(۳۰) ان کو کسی بھی مسلمان کو پیٹنے کی ممانعت ہے مگر یہ "کتے" جہاں تک بس چلے اس میں

کمی نہیں کرتے۔

(۳۱) ان کو مسلمانوں کی سی مانگ نکالنے کی ممانعت ہے مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی سی ہیئت بنائے رہتے ہیں۔

(۳۲) ان کو چاہئے کہ سر کا اگلا حصہ منڈائیں مگر ان میں سے بہت سے مسلمانوں کی طرح بال رکھتے ہیں۔

(۳۳) یہ اہل اسلام کی طرح کلام کے مجاز نہیں مگر یہ نہیں مانتے۔

(۳۴) مسلمانوں کے رستے میں ان کو اپنے جنازے کے ساتھ آگ کی نمائش کی اجازت نہیں۔ مگر یہ علانیہ ایسا کرتے ہیں۔

(۳۵) ان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے معاملات میں بہتر بات کی طرف رہنمائی کریں۔ مگر ان میں سے بہت سے ایسے ہے کہ جو موقع پائیں تو مسلمانوں کی دھوکہ دہی اور ضرر رسانی میں کمی نہ کریں!

(۳۶) مسلمانوں کے گھروں میں ان کو جھانکنے کی ممانعت ہے۔ مگر ان میں بہتیرے بے پروائی سے جھانکتے رہتے ہیں۔

(۳۷) ان کو قطعاً کسی مسلمان کی ضرر رسانی ممنوع ہے۔ مگر ان میں بہت سے ایسے ہیں کہ جن کا مقصود ہی مسلمانوں کا قلع قمع ہے۔

(۳۸) جب مسلمان نماز میں مصروف ہوں تو ان کو اپنے گھروں، معبدوں اور مقامات پر چلانے کی ممانعت ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے بلکہ خوب شور مچاتے ہیں۔

(۳۹) جب مسلمان قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہوں یا دینی علم کی قرأت کر رہے ہوں تب بھی انکو اپنے معابد، مکانات وغیرہ میں بلند آواز سے پکارنے کی ممانعت ہے مگر یہ برابر لغویات بکتے رہتے ہیں اور منع کر دو تو لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

(۴۰) ان کو چاہیے کہ بمجرد مسلمانوں کے ان کے پاس آنے کی صورت میں ان کی توقیر کریں مگر یہ تحریر کرنے میں مصنف اہل اسلام کی توقیر تو کیا؟ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔

(۴۱) ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ اس وقت تک تجارت میں شرکت کی اجازت نہیں جب تک اس کا پورا پورا حق مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں نہ ہو۔ مگر ہمارے دیار میں معاملہ الٹا ہے۔

(۴۲) جب وہ جزیہ قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے دیار کے بہت سے کفار اپنے آپ کو اکابر میں شمار کر کے جزیہ کے ماننے سے منکر ہیں۔

(۴۳) قرآن مجید کی طرح ان کو علم دین کی کتابیں خریدنے کی بھی اجازت نہیں مگر یہ خریداری سے باز نہیں آتے۔

(۴۴) جس طرح نقض عہد ذمیت کی پاداش میں ان کی سزا قتل ہے۔ اسی طرح اگر دین اسلام پر طعن کریں تب بھی یہی سزا ہے۔ مگر یہ مردود کھلم کھلا دین پر طعن کرتے ہیں۔

(۴۵) ان کو اپنے دین کی طرف دعوت دینا ممنوع ہے۔ مگر یہ نہیں مانتے کفر کی دعوت دیتے ہیں۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر مصنف کے نزدیک ان کا قتل کرنا اور ان کے اموال میں مسلمانوں کا تصرف کرنا مباح ہے۔

اس کے بعد مصنف نے کتب حدیث سے حضرت عمر کا وہ معاہدہ نقل کیا ہے جو شام کے نصاریٰ سے ان کے جزیہ قبول کرنے کے متعلق عمل میں آیا تھا اور جس میں مذکورہ بالا شرائط کا ذکر تھا۔

اس رسالے کے بھی سرورق پر مصنف کی مہر ہے اور آخر میں مصنف کے قلم سے تحریر ہے: قوبلت بعینہ تقدس فالحمد لہ سبحانہ و تعالیٰ۔ نسخہ میں بھی حواشی پر متعدد جگہ خود مصنف کے قلم سے اضافے ہیں۔

اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عثمان فقیرو کا جواب اپنے قلم سے اس پر لکھا ہوا ہے جو اس کے حواشی پر تحریر ہے عثمان فقیرو مصنف کے معاصر ہیں، اور بالغ نظر عالم معلوم ہوتے ہیں اور جودھ پور کے دارالحرب ہونے نہ ہونے پر مصنف اور ان کے درمیان بحث ہو چکی ہے۔

. . . . . .

احکام القرآن

مصنف : فقیہ سندھ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ وہ کتاب ہے جس کی تصنیف کو وقت کی اہم ضرورت سمجھ کر حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے چند علماء کو اپنی نگرانی میں اس کی تصنیف پر لگایا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد یہ کتاب مکمل ہو جائے۔ اس میں سورۃ قصص سے سورۃ حجرات تک (تقریباً ساڑھے چار پارے) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے مکمل فرمائے ہیں۔

یہ کتاب حضرت مفتی صاحبؒ کے تفقہ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اور اس میں حضرت موصوف نے قرآن کریم سے فقہ و عقائد کے مسائل انتہائی دیدہ ریزی اور تحقیق و تفصیل کے ساتھ مستنبط فرمائے ہیں۔ خاص طور سے ان مسائل پر زور دیا گیا ہے جو عہد حاضر میں پیدا ہو گئے ہیں اور ان کے بارے میں سلف کی کتابوں میں تفصیلی مباحث نہیں ملتے؟

. . . .

اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند

مصنف : حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور بہت سے وقتی اور ضروری مسائل کی تحقیق

میں بے نظیر ہے۔ ہر ملک کی زمینوں کے شرعی احکام اور زمینوں کے بارے میں اسلامی حکومت کے اختیارات وغیرہ شرعی دلائل سے واضح کیے گئے ہیں۔

اول باب میں اسلام کے عام احکام اراضی بلا تخصیص کسی ملک اور خطہ کے بیان کیے ہیں۔

دوسرے باب میں قبل از تقسیم مشترکہ ہندوستان کی زمینوں کے شرعی احکام شاہانہ اسلام کے فرامین اور ان کے تعامل کی روشنی میں ہندوستان کے ہر صوبہ کے متعلق جدا جدا احکام جمع کیے ہیں۔ پھر انگریزی عہد کے تغیرات اور ان کا جو اثر زمینوں کے احکام پر پڑا اس کا بیان ہے۔

تیسرے باب میں تقسیم ہند اور ابتدائے پاکستان کی مختصر تاریخ اور وہ دستاویزی معاہدہ ہے جس کی رو سے ہندوستان دو ملکوں میں تقسیم ہوا۔ جس پر دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام کا مدار ہے۔ ان معاملات کی روشنی میں دونوں ملکوں کی زمینوں کے بارے میں شرعی احکام میں کیا فرق آیا اور دونوں طرف سے ترک وطن کرنے والوں کی متروکہ زمینوں کے احکام کیا ہیں؟

ان سب امور کا تفصیلی بیان ہے۔

چوتھے باب میں دونوں ملکوں کے اوقاف کے متعلق احکام ہیں۔

پانچویں باب میں دونوں ملکوں کی اراضی کے عشر و خراج کی تحقیق درج ہے۔

مقصد کے لحاظ سے یہ کتاب فقہی احکام کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں تقریباً اکثر فتوحات اسلامیہ خصوصاً فتوحات ہندوستان اور شاہان ہند کے فرامین وغیرہ کا ایک اہم تاریخی حصہ بھی آ گیا ہے۔

....

آلات جدیدہ

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس کتاب میں لاؤڈ اسپیکر، گراموفون، فوٹوگرافی، ہوائی جہاز، ریڈیو، ایکسرے، انجکشن وغیرہ آلات جدیدہ سے متعلق پیدا ہونے والے جدید مسائل کا شرعی حل نیز مریض کے بدن میں خون پہنچانے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

آلہ مکبر الصوت

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

لاؤڈ اسپیکر کو اذان وخطبہ اور نماز میں استعمال کرنے کے متعلق شرعی احکام۔ علماء دیوبند، تھانہ بھون، سہارن پور اور دہلی وغیرہ کی قدیم وجدید تحقیقات کا خلاصہ اور آخری فیصلہ ہے۔

اسلام کا نظام تقسیم دولت

مصنف : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سرمایہ داری اور کمیونزم کے درمیان اسلامی نظام کا اعلیٰ اور بہتر ہونا اور دونوں نظاموں پر نئی حیثیت سے بحث۔ اس موضوع پر بہترین مقالہ ہے۔

اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہونگی؟

مصنف : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اسلام کا معاشی نظام کیا ہے؟ اور اس سے موجودہ معاشی مسائل کیونکر حل ہو پائیں گے؟

حضرت مفتی صاحب کے سیال قلم نے اس سوال کا سادہ، عام فہم اور دلنشین جواب اس رسالے میں دیا ہے۔ اس کے مطالعے سے ہر پڑھا لکھا انسان ایک نظر میں یہ جان سکتا ہے کہ اسلام موجودہ نظام معیشت میں کیا بنیادی تبدیلیاں لائے گا۔ اور سوشلزم کے خلاف ان کے ذریعہ سرمایہ داری خرابیوں کا انسداد کس طرح ہو سکے گا؟

اعضائے انسانی کی پیوند کاری

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سرجری کے ذریعہ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے جسم میں لگانے کی شرعی حیثیت کی مفصل اور مدلل تحقیق ہے۔

ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

کفر اور اسلام، مسلم اور کافر کی شرعی تعریف، کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کہنے میں کیا احتیاط لازم ہے اور اس کے کیا اصول ہیں؟ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی مکمل تشریح اور اہل قبلہ کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن و حدیث کے دلائل اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کی تصریحات نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی عظیم کتاب

"اکفار الملحدین" کا اردو خلاصہ ہے۔

. . . .

آداب سفر مع احکام سفر

مصنف :- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

سفر شرعی کی تعریف، مسافر اور سفر کے احکام، آداب اور دعائیں جو احادیث اور کتب فقہ سے جمع کی گئی ہیں۔

. . . . . .

آداب مساجد

مصنف :- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں مساجد کے فضائل و آداب، احکام اور ان کاموں کا مفصل بیان ہے جو مسجد میں ناجائز و مکروہ ہیں۔

.

احکام دعا

مصنف : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترجمہ : حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

حضرت حکیم الامت کی عربی تصنیف استحباب الدعوات عقیب الصلوات کا اردو ترجمہ ہے جس میں نمازوں کے بعد دعا مانگنے کا مسنون طریقہ احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے اس میں مزید اضافے بھی فرمائے ہیں۔

. . . . . .

احکامِ حج

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثانی صاحبؒ

تمام ضروری احکامِ حج مختصر اور آسان طرز میں لکھے گئے ہیں، نہایت مفید اور کارآمد رسالہ ہے۔

....

الانصام عن تصرفات الجن والارواح

مصنف :۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثانی صاحبؒ

اس کتاب میں جنات اور ارواح کے تصرفات کے متعلق تحقیق ہے۔

....

احکام الاعلام بالتکبیر

مصنف :۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثانی صاحبؒ

جھنڈوں، ترانوں اور نعروں وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے اٹھانا۔ اس کے متعلق حکم شرعی مذکور ہے۔

....

القول القریب فی اجابۃ الاذان بین یدی الخطیب

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثانی صاحبؒ

جمعہ کی اذان کا جواب دینا اور بعد کی دعا پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہے۔

....

اماطۃ التشکیک فی اناطۃ الزکوٰۃ بالتملیک

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

رفاہی کاموں میں زکوٰۃ کی رقم تملیک کے بغیر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک ضروری ہے۔ اس مسئلہ کی مفصل اور مدلل بحث اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

....

انجکشن سے روزہ فاسد ہونے کی تحقیق

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہے۔

....

اقامت العرف مقام الثبوت فی سقوط بعض الحقوق بالسکوت

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

عورتوں کے سکوت سے مہر معاف ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ بحث بھی آگئی ہے کہ دین کی معافی کے لئے دائن کا سکوت بیان کے قائم مقام کب ہوگا؟ کب نہیں؟

.. ..

الاحری بالقبول فی وقف العمارۃ علی النزول

مصنف:۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اا وارث زمینوں پر خصومت قبضہ کر کے کسی کو دے اس کو وقف کرنے کے احکام

السعی الحثیث فی تفسیر الحدیث

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

آیت قرآنی (من الناس من یشتری لھو الحدیث) کی مبسوط تفسیر ہے گانے بجانے اور سماع کی مفصل و مکمل بحث ہے۔

. . . .

اماطۃ الشغب فی کراھۃ اللھو واللعب

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں مختلف کھیلوں کے احکام قرآن و سنت کی روشنی میں جمع کیے گئے ہیں۔

. . . .

القول الماضی فی نصب القاضی

مصنف :۔ علامہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

اس رسالہ میں شیخ الاسلام موصوف نے قاضی کے تقرر کی ضرورت کو شرعی طور پر ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ انجمن نصب القضاۃ میرٹھ نے شائع کیا ہے۔

. . . .

اثبات رفع یدین

مؤلف : علامہ معین سندھی المتوفی ۱۱۶۱ھ

. . . . .

احسن الفتاوی

چار جلدوں پر مشتمل فقہی معلومات کا قابل قدر ذخیرہ ہے۔ جسے مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی سندھی نے مرتب فرمایا ہے۔ زمانہ حال کے مسائل کا خصوصیت سے

خیال رکھا گیا ہے۔ اردو فتاوی میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کی طرف سے مطبوع ہوا ہے۔

. . . .

اصلاح مقدمة الصلوٰة

مؤلف : فقیہ سندھ علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھی

التحفة المرغوبه في عدم كراهية الدعاء بعد المكتوبه

تصنیف لطیف : علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھی

اس میں فرض نمازوں کے بعد دعا کے مسئلہ پر تحقیق انیق کی گئی ہے۔

. . . .

الحجة الجليلة في حكم كراهية سور الا جنبية

مصنف :۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھی

اس کتاب میں جھوٹے پانی کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔

. . . .

القول المُعجبْ في بيان كثرت التشهدات المغرب

مصنف : علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھی

مملوکہ کتاب ھذا : الکلیۃ الشرفیہ حیدرآباد سندھ

. . . .

الفتاوى التورانية

مؤلف :۔ میرک محمد بن محمود بن ابی سعید سندھی۔ حوالہ الثقافت الاسلامیہ صفحات: ۲۰۸

البصارة فی العمل بالا شارة

مؤلف:۔ مخدوم جعفر بن میراں سندھیؒ

....

اصلاح مقدمة الصلوٰة

مؤلف : مولانا محمد قائم سندھیؒ

یہ رسالہ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب کا رد ہے۔ جس کے جواب میں مخدوم موصوف نے شفاء الدائم تحریر فرمائی تھی۔

....

اساس المصلی بالفارسیة

تالیف: مولانا ابوالحسن الداھری سندھیؒ

....

المنسك الصغیر خلاصة المناسك الکبیر

مصنف:۔ مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ

برلن لائبریری میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

....

المناسك الا وسط

مصنف : مخدوم مولانا رحمت اللہ سندھیؒ

پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

....

اشباع الکلام فی مصرف الصدقة من المال الحرام

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

مال حرام کو صدقہ کرنے کے متعلق مفصل تحقیق ہے۔

....

(ب)

بہشتی کوثر

مترجم مولانا غلام قادر صاحبؒ بزبان سندھی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی مشہور عالم کتاب بہشتی زیور کا سندھی ترجمہ ہے۔ دیار سندھ میں مقبول عام ہے، اور ہر جگہ ملتی ہے۔

....

بیت الاسلام

مؤلف اور کاتب کا نام درج نہیں۔ سنہ اختتام ۱۴؍ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۱ھ لکھا ہوا ہے۔ بزبان فارسی تعداد اوراق ۱۲۔ نماز روزہ و دیگر دینی مسائل پر مختصر رسالہ ہے۔ شمس العلماء رضی باغ حیدرآباد کی لائبریری میں موجود ہے۔

....

بیمۂ زندگی

تصنیف لطیف : فقیہ سندھ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرعی اصول پر کی گئی ہے۔ آخر میں دیگر علماء کرام کی تصدیقات ثبت کیا۔

بسم اللہ

تصنیف : فقیہ سندھ مفتی محمد شفیع صاحبؒ

بسم اللہ کے فضائل و برکات اور مسائل، اور آخر میں اس کے خواص اور اس کے ذریعہ دینی و دنیوی فوائد، بیماریوں اور پریشانیوں کا علاج لکھا گیا ہے۔

....

بیاض الفقہ

تالیف:۔ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

جلد اول   تعداد اوراق: ۱۰۷   قلمی۔

پہلی جلد کی ابتداء کتاب العلم سے ہے اور فصل فی المفقود پر ختم ہو جاتی ہے۔ ابتداء کتاب میں مکمل جلد کی فہرست درج ہے۔ خط عمدہ، کتاب درست حالت میں ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت کچھ درج نہیں۔ یہ نسخہ حیدرآباد سندھ کی یونیورسٹی میں ہے۔ (نمبر اندراج ۱۳۵۰۷ ہے)

شروع کتاب سے پہلے اوراق پر متفرق فوائد تحریر ہیں۔ مثلاً بعض الفقہاء من السلف کانوا لا یسمعون البیّنۃ بعد الحلف و یقولون یترجّحُ جانب صدقہ با لیمین فلا تطلب بینۃ المدعی بعد ذالك کما یترجّحُ جانب صدق المدعی با لبیّنۃ حتی لا یعتبر بیمین المنکر معھا و ھذا القول مھجورٌ غیر ماخوذ بہ و لیس بشیءٍ اصلاً لان عمر رضی اللّٰہ عنہ قبل البینۃ من المدعی بعد الیمینِ للمنکر۔ بحوالہ الحاوی القدسی۔

جلد دوم

از کتاب النکاح تا کتاب الوصایا۔ تعداد صفحات :۲۹۲

مملوک کتب خانہ راشدی باغ، حیدرآباد، سندھ۔

تکمیل ۲۷ رمضان المبارک

کاتب:۔ فیض محمد بن شریف ساکن بکھرہ برائے مخدوم عبدالحق صاحبؒ

براہین الغر فی منع بیع الحر

تالیف : مخدوم عبدالواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ

(پ)

پراویڈنٹ فنڈ

مصنف : فقیہ سندھ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ واجب ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق اور اس فنڈ پر سود کے نام سے ملنے والی رقم کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

(ت)

تحفۃ الملوک

مؤلف:۔ سید نظام الدین بن حسن شاہ چشتی مرحوم

قلمی نسخہ ورق: ۲۰ تقطیع خورد جلی قلم بوسیدہ کاغذ

سنہ اختتام تالیف ۱۰۸۰ کی تصوف ۱۲۰ھ بروز بدھ۔ اکثر جگہ حواشی بھی دیے گئے ہیں۔

خاتمۃ الکتاب

تحفہ الملوک بعون اللہ الملک الوہاب علی مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی رضی اللہ عنہما وارضاہ و جعل الذین امنوا وعملوا الصالحات۔تمت تمام شد کارمن نظام شد کتبہ شمس العلماء، دانی باغ، حیدرآباد میں ہے۔

تیسیر القدیر فی اضحیۃ الفقیر

بزبان عربی　　تقطیع خورد　　تعداد اوراق : ۵

استفتاء : کیا فقیر کے لئے اپنی قربانی جو نذر سے واجب نہ کی ہو اسے کھانا جائز ہے یا نہ؟ یہ رسالہ اس استفتاء کا تفصیلی جواب ہے مکتبہ عالیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

تحریرات فقہیہ

بزبان عربی فارسی قلمی　　خوشخط صحیح سالم　　تعداد اوراق : ۸

مختلف فقہی مسائل مثلاً دعا بعد نماز جنازہ کوسالہ سامری۔ ایمان فراست یا مادہ خمس وقمر مسلمان انڈیا کافرزندیق وغیرہ۔

کاتب : فقیر محمد　　مکتبہ عالیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

ترجمہ فارسی شرح الوقایۃ

مترجم: مولانا عبدالحق سجاول سرہندی مرحوم　　مطبوعہ　　تعداد صفحات ۲۰۸

حاشیہ پر ملتقی الابحر ابراہیم بن محمد بن ابراہیم موجود ہے۔
باہتمام قاضی ابراہیم بن نور محمد در مطبع حیدری واقع معمورہ بمبئی طبع گردید تاریخ
طباعت رمضان ۱۲۹۳ھ مطابق اکتوبر ۱۸۷۶ء جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب
الوقف تک ہے۔

تعلیم الکلام فی النہی عن قرآۃ الفاتحۃ خلف الامام

مؤلف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ سن تالیف: ۲۴ صفر المظفر ۱۱۶۹ھ
بزبان عربی تقطیع خورد تعداد صفحات: ۱۲۵
خوشخط خوشنما قلمی صحیح سالم غیر مطبوع۔
سوال : کیا حنفیہ کے نزدیک مقتدی کے لئے قرأۃ فاتحہ خلف الامام بلا کراہت
جائز ہے یا مکروہ تحریمی وتنزیہی ہے؟
قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر اقوی وارجح احادیث وارد ہیں یا اس کے برعکس پر؟
یہ رسالہ اسی استفتاء کا جواب ہے۔ اس رسالہ میں چار باب اور ایک خاتمہ ہے۔ اس کا قلمی
نسخہ مدرسہ محمدیہ حالا قدیم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

تجہیز الجنازۃ لفوز السعادۃ

مؤلف: علامہ حامد بن کمال الدین بن صلاح الدین بوبکانیؒ
قلمی خط درمیانہ تقطیع خورد تعداد اوراق : ۱۰۰
سن اختتام تالیف : ۲ ذی قعدہ ۱۰۹۹ھ یوم الخمیس۔

تجہیز و تکفین۔ زیارت قبور وغیرہ مسائل مابعد الموت پر عمدہ کتاب ہے۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ کالج منصورہ سندھ میں موجود ہے۔ رقم عربی مخطوطات ۳۹ درج ہے۔

....

تالیف طریدۃ الحیاک مناظرہ الخصم بقطع الشباک فی مسائل التنباک

مؤلف مخدوم محمد ابراہیم سندھی تقطیع خورد اوراق:۴۲ خط معمولی

سرورق پر مصنف کے قلم سے تحریر ہے: والحقیقۃ ان الفقیر ابراھیم عفی عنہ الف رسالۃ فی تحریم التنباک اسمھا رشق الاستمساک و رد علیہ الشیخ عبد الرحمن الاحسائی و سمی رسالۃ قطع الشباک فی استحلال التنباک فرددت علیہ رسالۃ و سمیتھا تالیف طریدۃ الحیاک و ھی ھذا الرسالۃ ابراھیم۔

تالیف:۔طریدۃ الحیاک تاریخی نام ہے۔

جس سے سنہ تالیف ۱۱۳۲ھ نکلتا ہے یہ جیسا کہ مذکور ہوا کہ شیخ عبدالرحمن احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی استحلال التنباک کا رد ہے۔ جس میں مخدوم موصوف کے رسالہ رشق الاستمساک کا رد لکھا تھا۔ احسائی کا رسالہ قطع الشباک بھی مخدوم موصوف کے رسائل کے ساتھ مجلد ہے۔

....

تطییب افواہ الاخوان فی المنع عن شرب الدخان

مؤلف:۔مخدوم محمد ابراہیم سندھی۔

تقطیع خورد کتابت عمدہ تعداد اوراق : ۱۸

سرورق موجود نہیں ہے اسی طرح بیچ میں سے ورق نمبر ۳۴ پر چار اوراق کا اضافہ ہے۔ جو اس ورق کو نکال کر خود مصنف نے الحاق کیا ہے۔ تمباکو کی حرمت کے بیان میں لکھا ہے اس کے تین تاریخی نام ہیں پہلا تو یہی جو مذکور ہوا دوسرا لشق الاسماك لرمي من التتن فاد بالتنباك ۔ تیسرا نام جو تاریخی ہے وہ فی براهين حرمة التتن ہے۔

ان تینوں سے بحساب جمل ۱۱۳۳ھ نکلتا ہے جو اس کا سنہ تالیف ہے۔ اس نسخہ پر بھی مصنف کے قلم سے حواشی مرقوم ہیں۔ ورق ۲۸ کے حاشیہ پر سید علوی بن احمد الحداد علوی کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور دستخط ہیں۔ جس میں انہوں نے کہا ہے : قد اعجبني جميع هذا الكتاب اسی طرح ورق ۳۵ اور خاتمہ پر بھی سید موصوف کی اپنے قلم کی تحریریں ہیں۔ عبدالرحمن احسائی نے اس کا رد لکھا ہے۔

توثیق الاسباق فی مسئلۃ الصداق

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم سندھی

سرورق پر مصنف کے دستخط اور مہر ثبت ہیں ورق نمبر ۵ پر خود مصنف کے قلم کا اضافہ ہے۔ "توثیق الاسباق" بھی تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۱۲۱ھ نکلتا ہے یہ رسالہ مہر سے متعلق ہے۔ وجہ تصنیف ایک استفتا تھا۔ ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ مہر میں ایک ہزار سکہ رائج الوقت متعین کپڑے اور کچھ متعین خوشبو کی شرط لگائی۔ بایں طور کہ خواہ وہ تمام کپڑے اور خوشبو نیز نصف مقدار میں مقررہ نقدی، عورت کو عقد سے پہلے دے دے یا بعد میں۔ یہ سب باتیں خطبہ نکاح سے پہلے پیغام نکاح کے وقت طے ہوئیں۔ کپڑوں اور خوشبو کی شرط ان کے اپنے جنس میں مروج تھی اور یہ بھی رواج تھا کہ عقد نکاح کے وقت مہر میں صرف نقدی کا نام لیتے۔ کپڑوں اور خوشبو کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے

تھے مگر عرف وعادت کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں مہر نکاح میں داخل سمجھی جاتی تھیں۔
چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ عقد مناکحت کے وقت صرف نقدی کا بسلسلہ مہر ذکر ہوتا ہے
اور کپڑے اور خوشبو کا ذکر نہیں آتا۔ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد شوہر
طلاق دے دیتا ہے بیوی مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔ شوہر صرف نقد کا حساب کرتا ہے۔ اور کپڑوں
اور خوشبوؤں کی ادائگی سے انکار کرتا ہے۔ کیونکہ وقت عقد ان کا ذکر نہیں آیا۔ مصنف نے فتویٰ
عورت کے حق میں دیا۔ اور کپڑے اور خوشبو اور نقدی سب کو مہر کی رقم قرار دیا۔ اور اس کے
ثبوت میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں ۲۵ دلائل اپنے دعویٰ کے اثبات میں بیان کئے۔

تصویر کے شرعی احکام

مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

تصویر کشی اور استعمال تصاویر کے متعلق قرآن وحدیث کے ارشادات اور مفصل
احکام، فوٹو کی تصویر اور چھوٹی چھوٹی تصویروں اور آدھے دھڑ کی تصویروں کے احکامات مع
جواب شبہات۔

تاریخ قربانی

مؤلفہ : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں قربانی کی مکمل تاریخ، آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ کے
عہد مبارک تک ہر دور میں اس کی مختلف صورتیں اور اسلام میں قربانی واجب ہونے کی اور
اس کے بدلہ میں قیمت کا صدقہ کافی نہ ہونے کی مفصل تحقیق قرآن وسنت کے دلائل سے
بیان کی گئی ہے۔ نیز متجددین کے اعتراضات کے شافی جوابات دیے گئے ہیں۔

تنقیحُ المقال فی تصحیح الاستدلال

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں سمتِ قبلہ سے متعلق علامہ مشرقی کی پیدا کردہ تشکیکات کا واضح جواب بھی ہے اور اس مسئلہ کی مثبت انداز میں مکمل تحقیق بھی شامل ہے۔

توضیح کلام اهل الله فی ما اهل به لغیر الله

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں بتوں یا قبروں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کے متعلق شرعی احکام موجود ہیں۔

تفسیر الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب

مؤلف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

عورتوں کے پردے سے متعلق جتنی آیات قرآن کریم میں آئی ہیں ان سب کی تفسیر اس رسالہ میں یکجا کر دی گئی ہے، اور پردہ شرعی سے متعلق چالیس سے زائد روایات حدیث اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ دینؒ کے ارشادات جمع کر کے پردے کے احکام مدلل و مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ اور مخالفین کے شبہات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔

تکمیل الحبور بسماع اهل القبور

مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں سماع موتی کے معرکۃ الآراء مسئلہ پر قرآن و سنت اور ائمہ دین کے

ارشادات کی روشنی میں تحقیقی بحث کی گئی ہے۔

تعلیم الکلام فی احکام الصلوٰۃ والسلام

مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

یہ رسالہ "ان اللہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی الآیۃ" کی مبسوط تفسیر ہے جس میں درود و سلام کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین

مصنف : شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

مولانا موصوف کی کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت سے روکا گیا ہے۔ اور اس کے دینی و دنیاوی نقصانات پر توجہ دی گئی ہے۔

تحفۃ الاسلام

مؤلف : مولانا محمد عثمان صاحبؒ بزبانِ سندھی

سوال و جواب کے طرز پر عام فہم عمدہ کتاب ہے۔ پہلے حصہ میں عقائد کا بیان ہے جس میں سو (۱۰۰) سوالوں کے جواب ہیں۔

حصہ دوم : مسائل طہارت۔

حصہ سوم : نماز کی فضیلت اور اس کے احکامات۔

حصہ چہارم : رمضان کی فضیلت، روزہ کی فضیلت، شب قدر کی فضیلت، کفارہ،

اعتکاف، صدقہ، حج کی فضیلت، اور احکامات حج، زیارت مدینہ منورہ۔

حصہ پنجم : مسائل زکوٰۃ و نصاب ۔ احکام نکاح، فضیلت نکاح، حقوق زوجین، زنا و لواطت کی حرمت۔ نکاح کے سنت و فرض ہونے کے مسائل۔

حصہ ششم : مسائل طلاق۔ اقسام ظہار، ایلاء، خلع، بیان حلالہ، نان ونفقہ، بیان قسم، کفارۂ قسم وغیرہ فقہی جزئیات پر مشتمل ہے۔

تحفة المسلمين

مترجم : حضرت مولانا عبدالحئی صاحب شکارپوری

عربی کتاب دقائق کا ترجمہ ہے۔

تمام العناية في الفرق بين الصريح و الكناية

عربی زبان میں ایک استفتاء کا جواب ہے۔ جسے مخدوم محمد ہاشم سندھی نے ۱۱۵۶ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ کل چھ صفحات کا مطبوعہ رسالہ ہے ۱۳۰۹ھ میں مطبوع ہوا۔

....

تنبيه الغبي في رد ماحررة الكثر ى

تالیف : مولانا محمد عالم المعلوی

یہ رسالہ قاضی عبدالغنی کے رد میں جواب الجواب لکھا گیا ہے۔

....

تعقبات

تالیف : مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ سندھی دامت برکاتہم

صاحب درالمختار علامہ علاؤالدین الحصکفی اور ان کے محشی علامہ ابن عابدین کی کتاب ردمختار پر ایک رسالہ کی صورت میں پختہ تعقبات ہیں۔ غیر مرتب خطی صورت میں موجود، فرصت طباعت کی انتظار میں ہیں۔ اللہ کرے بہت جلد اہل علم کے ہاتھوں پہنچ جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

تحفة العلماء فی قول الصلوٰة خیر من النوم فی اذان الفجر حال القضاء

مؤلف: فقیہ سندھ علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھی کی فقہی تالیف

تحفة الاخوان فی منع شرب الدخان

مؤلف: علامہ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

اس میں تمباکو نوشی کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔

تحفة المسلمین فی تقدیر مہور اُمھاتِ المؤمنین

مؤلف: علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

اس میں امہات المؤمنین کے حق مہر کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے۔

تھذیب البیان فی اجوبة اسولة وحید من اکابر الاخوة والخلان

تالیف: مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

بحوالہ سندھی الزبیر بہاولپوری ص: ۲۷۹

تمیز الحلال عن الحرام دفع اوہام الجہال و العوام

مؤلف : مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسین

تحزیر الناس عن تحلیق الرأس

تصنیف لطیف :۔ مولانا سید ضیاء الدین شاہ صاحب سندھی

(ج)

جواب الفرائض

مؤلف : میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

بزبان فارسی   تقطیع خورد   خط عمدہ   اوراق:۳۹   غیر مطبوع

فقہ کے بعض اہم مسائل کو سوال و جواب کے عنوان پر لکھا ہے۔ یہ کتاب سید خیر محمد شاہ الحسینی شیرازی کی ملک رہ چکی ہے۔ مکتبہ شمس العلماء دانی باغ حیدر آباد سندھ میں موجود ہے۔

جواہر الفقہ

مصنف : فقیہ سندھ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب

جلد اول ۵۰۸ صفحات پر محیط ہے جس میں درج ذیل ۲۴ فقہی مسائل و واقعات جمع ہیں۔

(۱) تکفیر کے اصول۔ (۲) قرآن کریم کا رسم الخط اور اس کے احکام۔ (۳) کیا قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا جا سکتا ہے؟ (۴) مسئلہ تقلید شخصی۔ (۵) دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حدود۔ (۶) فتویٰ متعلقہ جماعت اسلامی۔ (۷) پیر و مرید کا فقہی اختلاف۔ (۸) دست بوسی و قدم بوسی۔ (۹) مروجہ سیرت کمیٹی اور اس کی شرعی حیثیت۔ (۱۰) مروجہ صلوٰۃ و سلام کی شرعی حیثیت۔ (۱۱) مساجد کی نئی شکلیں اور ان کے مقاصد۔ (۱۲) سمت قبلہ۔ (۱۳) اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں؟ (۱۴) حرف ضاد کا صحیح مخرج اور اس کے احکام۔ (۱۵) خطبۂ جمعہ عربی زبان میں کیوں ہے؟ (۱۶) قنوت نازلہ۔ (۱۷) احکام رمضان المبارک و مسائل زکوٰۃ۔ (۱۸) حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت و مسائل فدیہ نماز و روزہ وغیرہ۔ (۱۹) رؤیت ہلال کے شرعی احکام۔ (۲۰) اوزان شرعیہ۔ (۲۱) احکام عید الاضحیٰ و قربانی۔ (۲۲) حج و قربانی کے احکام۔ (۲۳) مواقیت احرام اور ان کے مسائل۔ (۲۴) حج بدل اور اس کے احکام۔

جلد دوم۔ صفحات : ۳۹۳

درج ذیل اکیس فقہی مسائل کا مجموعہ ہے:

(۱) عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ۔ (۲) نابالغہ کے نکاح میں سوء اختیار۔

(۳) اسلام اور نسبی امتیازات۔ (۴) مختلف مذاہب میں زوجین کے احکام۔

(۵) علم نبوی کی تحقیق۔ (۶) مرتد کی سزا اسلام میں۔

(۷) شریعت اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات

(۸) ملکی سیاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرعیہ۔

(۹) عشر و خراج کے احکام۔ (۱۰) انتخابات میں ووٹ اور ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت۔ (۱۱) قانون وراثت بابت پوتے کی محرومی۔

(۱۲) زمیندارہ ملی۔ (۱۳) احکام اعتبار۔

(۱۴) ناجائز معاملات میں ایک تصنیف کا خاکہ۔

(۱۵) حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت۔

(۱۶) اسلامی ذبیحہ۔ (۱۷) داڑھی کے خضاب اور کترانے وغیرہ کے احکام

(۱۸) تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام۔

(۱۹) ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت۔

(۲۰) آداب الاخبار۔ (۲۱) یتیم پوتے کی میراث۔

جواھر الفقہ عہد حاضر کے مخصوص اور مشکل فقہی مسائل میں حضرۃ مفتی صاحبؒ کی محنت، عرق ریزی اور تحقیق و مطالعہ کا نچوڑ اور موصوف کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جہادِ پاکستان ۱۹۶۵ء

مؤلف:۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں جہاد کے فضائل اور مفصل احکام بیان کیے گئے ہیں۔

جبریہ تعلیم کے خلاف فتویٰ

مصنف:۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ

حکومت برطانیہ کے دورِ ظلمت میں جبریہ تعلیم کا قانون بنایا گیا تھا۔ مولانا عثمانیؒ نے اس کے خلاف ایک مفصل فتویٰ تحریر فرمایا، یہ رسالہ جبریہ تعلیم کے ساتھ ملحق ہو کر شائع ہوا۔

(ح)

حض الاموال بحل الاموال ۔

بزبان سندھی تقطیع خورد تعداد صفحات موجودہ : ۶۳

مطبوعہ صفدری بمبئی اخیر ناقص ہے ۔

یہ رسالہ پیر بدیع الدین شاہ سعید آباد ضلع حیدرآباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔

حیات القلوب فی زیارت المحبوب

مؤلف : مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

بزبان فارسی مطبوعہ ۔ تعداد صفحات سنہ تالیف : ۸/رجب المرجب ۱۱۳۵ھ

سنہ فراغت ۲۷/رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ طباعت ۲۵/ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۷/نومبر ۱۸۸۲ء باہتمام قاضی فتح صالح محمد و عبدالکریم برادران جناب مغفرت مآب قاضی ابراہیم صاحب خلف الحاج قاضی نور محمد صاحب متوطن پاندری در مطبع فتح الکریم واقع بمبئی طبع شد ۔ اور حال ہی میں ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی سے شائع ہوئی ہے ۔ احکام حج، زیارت عمرہ میں عمدہ اور نفیس ترین کتاب ہے مدرسہ محمدیہ بولقدیم سندھ میں موجود ہے ۔

حیات الصائمین

بزبان فارسی قلمی نسخہ خوشنما عمدہ تعداد اوراق : ۲۷۱

مؤلف مخدوم محمد ہاشم سندھی ۔ سنہ تالیف آغاز تالیف ۱۷/ربیع الثانی ۱۱۳۳ھ بعد از نماز

جمعۃ المبارک ۔ سن فراغت: ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۳۳ھ بروز خمیس ۔ مدت تالیف: ۲ سال ۸ ماہ۔

وجہ تالیف

فقیہ سندھ حضرۃ المخدوم نے رسالہ صیام کی "مظہر الانوار" عربی میں تالیف فرمایا تھا۔ بعد میں بعض احباب کے اصرار پر معمولی حذف و اضافہ کے ساتھ حیات الصائمین ۔ فارسی میں منتقل کر دیا گیا۔ گویا "حیات الصائمین" "مظہر الانوار" عربی کا فارسی ترجمہ ہے۔

کاتب ابراہیم بن اللہ وسایا ساکن قصبہ ڈگڑی کلاں تعلقہ نصرآباد۔ کتابت کا سنہ فراغ ۸ صفر ۱۲۰۷ھ بروز جمعۃ المبارک ہے۔ مکتبہ خانہ نعیمیہ ججھنڈا اور مکتبہ علوم محمدیہ مہر بندی مٹیاری میں موجود ہے۔

. . . .

"حکم الانصاف فی الطلاق الغیر المضاف"

ازـ مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

شوہر نے جس طلاق کی اضافت بیوی کی بجائے اپنی طرف کی ہو وہ واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کا مفصل و مدلل حکم ۔ یہ رسالہ در حقیقت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی تصنیف ہے۔ حضرۃ مفتی صاحب نے اسے تبرک و افادہ کے لئے امداد المفتین کا جز بنا دیا

. . . .

حاشیہ الدر المختار

تالیف: الشیخ ابوالطیب سندھیؒ

. . .

حاشیہ مختصر القدوری

تصنیف : الاستاذ مولانا غلام مصطفیٰ ابوسعید سندھی قاسمیؒ

ڈائریکٹر شاہ ولی اللہؒ اکیڈمی حیدرآباد سندھ

مولانا موصوف نے امام ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر بغدادی المتوفی کی مختصر پر فاضلانہ مقدمہ اور حاشیہ لکھا ہے۔

....

حاشیہ کتاب المثانۃ

مصنف : علامہ مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ سندھی قاسمیؒ

برصغیر پاک وہند کی قدیم کتاب المثانۃ فی مرمۃ الخزانۃ تالیف مخدوم محمد جعفر بوبکانی پر مولانا موصوف کا ۱۸۹ صفحات پر مشتمل عربی میں مقدمہ اور اس کے مفصل حواشی ہیں جن میں علماء سندھ کی تحقیقات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ سب موصوف کے قلم فیض رقم کا رہین منت ہے۔

....

حواشی فرائض الاسلام

فرائض الاسلام مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب بزبان عربی مقدمہ وحواشی بھی مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی کی علمی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ حال ہی میں زیور طبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔

....

حمل السلاح علی معاند الاصلاح

المعروف بالشفاء الدائم عن اعتراض اللائم

مصنف: فقیہ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

حل العقود فی الطلاق السود

مؤلف : مخدوم جعفر بن میراں سندھیؒ

....

حاشیہ فتح القدیر

تالیف : مولانا ابوالحسن الکبیر سندھیؒ

....

(خ)

خیر الامور فی قدر المہور

مصنف:۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

عورتوں کے مہر کی مقدار سے متعلق مکمل تحقیق۔

....

خزانۃ الاعظم

مصنف:۔ عبدالسلام بن عبداللہ بن مولانا عبدالرحمٰنؒ

آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل قلمی کتاب ہے۔ مصنف نے مسائل فقہ کو بزبان سندھی نظم فرمایا ہے۔ چھٹی جلد کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے :

"ووقع الفراغ من تحریر جلد اوّل من کتاب خزانۃ الاعظم بید احقر عبدالسلام بن عبداللہ مولانا عبد الرحمان غفر اللہ لہم المنان فی تاریخ رابع عشرین من شہر ربیع الأخر سنۃ الف ومائتین و اثنا و ستین من ہجرۃ سید الثقلین "

(د)

دماج المغتنم

مصنف : علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

یہ چار ورقی رسالہ ہے جو چھوٹی تقطیع پر ہے۔

کاتب کا نام محمد شفیع سعد اللہ ہے۔ خط معمولی ہے۔ کھوسہ قوم کے بلوچ ریاست جودھ پور پر تاخت کر کے وہاں سے مال و اسباب لوٹ لائے اور عورتوں اور بچوں کو بھی گرفتار کر لائے تھے۔ اس کے متعلق مصنف سے سوال ہوا کہ دیار اسلام میں کفار کو اسیر کر کے بحفاظت تمام لے آنے کے بعد ان کو لونڈی، غلام بنا لینا اور ان کے اموال لے لینا مباح ہے یا نہیں؟

مصنف نے اس کو مباح قرار دیا اور اسی سلسلہ میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ ''دماج المغتنم'' تاریخی نام ہے۔ اور اس سے سنہ تصنیف ۱۲۰۹ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے رسالہ کو تین بحثوں پر تقسیم کیا ہے۔

پہلی بحث میں یہ ثابت کیا ہے کہ جودھ پور اور اس کے ماتحت علاقے دارالحرب ہے۔

دوسری بحث میں شرعی جہاد کو بتلایا ہے۔ اور تیسری بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ جہاد سے قبل کفار کو دعوت اسلام دینا مستحب ہے، واجب نہیں۔ پھر بلوچوں کے اس فعل کی تصویب کی ہے۔ ان کی تاخت کو جہاد اور اسیران کفار اور ان کے اموال کو مال غنیمت میں داخل کیا ہے۔ مصنف نے لکھا ہے جب رئیس جودھ پور نے سندھ کے امیر الامراء میر بجار کو دھوکہ سے اپنا آدمی بھیج کر قتل کروا دیا تھا تو اب ان کے حربی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا؟ اس

رسالہ کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھارو کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں اور عثمان کے شاگرد محمد صادق نے "دماغ المفتم" کا رد بھی لکھا ہے جس کا نام "ذب الظلمة عن مال اهل الذمة" ہے اس رسالہ کے دو نسخے رسائل مذکورہ کے ساتھ مجلد ہیں۔ دونوں رسالوں پر مخدوم ابراہیم کی مہر ثبت ہے۔ ذب الظلمة اپنے مصنف کے نام پر رسالہ صادقیہ سے بھی موسوم ہے۔ اس کا ایک نسخہ مخدوم دین محمد بوبکائی نے مخدوم موصوف کو بھیجا تھا۔

درهم الصرة فی وضع الیدین تحت السرة

مؤلف : مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد هاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں نماز کے اندر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسائل ودلائل بیان کیے گئے ہیں۔

(ذ)

ذب الظلمة عن اموال الذمة المعروف به رسالة صادقیه

مصنف : محمد صادق

تعداد اوراق : ۴۴ قلمی۔ تقطیع خورد۔ خط عمدہ اور صاف ہے۔

مخدوم محمد ابراہیم بن عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے اس رسالہ دماغ المفتم کے پہلے ورق پر مخدوم عثمان ٹھاروؒ کے قلم سے مصنف پر بعض اعتراضات تحریر ہیں۔ اور مخدوم عثمان ٹھاروؒ کے شاگرد مولانا محمد صادقؒ کے قلم سے دماغ المفتم کا تفصیلی رد ہے۔ رسالہ مکتبہ عالیہ علیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔ نیز سہ ماہی الزبیر بہاول پور کتب خانہ نمبر ص: ۳۷۷ پر بھی اس کا حوالہ ہے۔

(ر)

رسالہ در حرمت لَہْوْ

تقطیع خورد   اوراق : ۸   بالکل صحیح سالم۔

کچھ لوگوں کو شطرنج کے کھیل میں اختلاف تھا۔ مجوزین و مانعین کے دلائل پر مشتمل ایک استفتاء کا جواب ہے۔ مولوی ابوالفضل سید عباس حسینی قادری حنفی نقشبندی مجددی صابری کی مہر کا نشان ثبت ہے۔ اخیر میں متعدد علماء سندھ کے دستخط مرقوم ہیں۔ مکتبہ عالیہ علیہ آف پیر جھنڈا میں ہے۔

راحة المؤمنین

مؤلف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

منظوم سندھی۔ تعداد اشعار : ۹۳۰۔ تعداد صفحات: ۵۲

یہ رسالہ شکار و ذبح کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اور یہ رسالہ مطلوب المؤمنین مؤلفہ مخدوم عبد الخالق مرحوم کے ساتھ مجلد ہے۔ مکتبہ عالیہ علیہ پیر جھنڈا میں موجود ہے۔

رؤیت ہلال

مؤلفہ : مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

پاکستان اور دوسرے ممالک میں یہ مسئلہ عرصہ سے معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل شرعی اصول کے مطابق لکھی ہے۔ چاند کے معاملے میں شرعی گواہی کی حیثیت اور متعلقہ شرعی احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

رد الناس عن محدثات الاعراس

مؤلف: مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

مروجہ عرس مزارات کے شرعی احکام اور اس کی تحقیق میں ہے۔

رفع الجور فی حکم یمین المؤبد و الفور

مؤلف: ۔ حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اگر طلاق کو کسی کام کے نہ کرنے پر معلق کیا تو کب تک نہ کرنے سے طلاق واقع ہوگی ۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق ہے۔

رسالہ فی تقدیر صدقۃ الفطر

مولف : فقیہ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

اس میں صدقۂ فطر کی مقدار اور اس جیسے دیگر مسائل مرقوم ہیں۔

رفع الغطاء عن مسئلہ جعل العمامۃ تحت الرداء

مؤلف: ۔ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مملوکہ المکتبۃ الشرقیہ حیدرآباد۔

رشف الزلال فی تحقیق فئی الزوال

مصنف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

رفع الغمن عن مسئلة الجمع بين العمتين

مصنف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

رساله جواز الجمعة فی القریٰ

مصنف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

رفع المنكب الى تكثير التشهدات فى صلوة المغرب

مؤلف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ — مملوکہ مکتبہ الشرقیہ حیدرآباد سندھ

رفع المنصب لتكثير التشهدات فى المغرب

مؤلف:۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ — مملوکہ مکتبہ الشرقیہ حیدرآباد سندھ

رش الانوار على الدر المختار

تالیف: مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ

رساله فى القراة خلف الامام

تالیف: مولانا ابوالحسن الکبیر سندھیؒ

رسالہ فی تحریم الدخان

تالیف : مولانا محمد حیات سندھیؒ

....

رسالہ المسماۃ بالقول لمصلی الجمعۃ فی المدن و القری

تالیف : ابوتراب رشد اللہ

....

(ز)

زبدۃ الفقہ

مؤلف : حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مجددی سندھیؒ کراچی

زبدۃ الفقہ بظاہر عمدۃ الفقہ کا عمدہ ترین خلاصہ ہے لیکن درحقیقت یہ ایک مستقل کتاب ہے۔ اور حضرت موصوف کی فقہی کاوش کا نقش ثانی ہے۔

....

زبدۃ الفقہ

مؤلف : غلام علی الحسینیؒ

بزبان فارسی   تقطیع خورد   خط درمیانہ   گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔

۲۱ / جمادی الاخری ۱۲۸۱ھ بروز سوموار بوقت عصر تاریخ فراغت درج ہے۔

....

زاد الفقیر

منظوم سندھی   تعداد اشعار : ۸۶۳   صفحات : ۵۳

زکوٰۃ و صدقات کے شرعی احکام

مؤلف محمد خلیل خان صاحب قادری برکاتی مارہروی، حیدرآباد سندھ۔

....

(س)

سیر الاسلام

مؤلف : سید فتح اللہ بن سید محمد باقر مرحوم سندھی

بزبان فارسی خوشخط ۔ تقطیع خورد تعداد اوراق: ۳۰۳

وجہ تالیف :

دیباچہ کے ذیل میں خود مؤلف رقمطراز ہیں "ایں کتابست مسمیٰ بسیر الاسلام در بیان علم فقہ و پنج باب بمقابلہ پنج چیز ے کہ بناء مسلمانے برآں پنج است و آں پنج حرف است ۔ک ۔ن ۔ز ۔ر ۔ح ۔چوں جمع کندہ کنز رح می شود۔

ک علامت "کلمہ طیبہ" "ن" اشارت نماز و "ز" زکوٰۃ و "ر" روزہ و "ح" حج و سبب جمع کردن احکام بنائے مسلمانے برائے برخوردار سید ہدایت اللہ بود" سنہ اختتام تالیف ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ کاتب مسکین اضعف عباد اللہ الصمد حقیر فقیر محمد تقی عنہ۔ مکتبہ عالیہ علیہ پیر آف جھنڈا میں موجود ہے۔

....

سیر التقریر بتحقیق مقاصد مسئلۃ استعمال الحریر

تقطیع خورد تعداد اوراق: ۴۵ کتابت درمیانے درجہ کی ہے۔

یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، استعمال حریر یعنی ریشم کے مسائل کے بیان میں

ہے۔ یہ رسالہ بڑا ہی مدلل اور محققانہ ہے۔ چند مقاصد پر رسالہ کو تحریر کیا ہے۔ پہلے حدیثیں نقل کی ہیں۔ پھر کتب لغت و شرح سے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔ پھر رجال و اسانید پر بحث کی ہے۔ پھر فقہاء کے مذہب کو تفصیل سے بیان کرکے قول فیصل پیش کیا ہے۔

یہ التقریر تاریخی نام ہے۔ جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۱ھ نکلتا ہے۔ سرورق پر مصنف کی مہر ثبت ہے۔ اور متعدد جگہ مصنف کے قلم سے مفید حواشی درج ہیں۔ کتاب میں ورق (۹) پر ایک جگہ ضمناً امام ابوداؤد کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وابو داود من الحنابلة و رأيت بخط جدی رحمة الله تعالیٰ فی هامش اتحاف الاكابر قال العلامة ابن حجر المكی فی فهرسته الصغری انهٗ ذكر جماعة فی كتبهم ان ابا داؤد كان شافعيا قال و فيه نظر ظاهر بل الظاهر انهٗ حنبلی (منہ)

....

سجدۂ تعظیم

يعنی المقالة المرضية فی سجدة التحية۔

اس میں سجدۂ تعظیمی کے متعلق مفصل بحث و تحقیق ہے۔

....

سراج المؤمنین

کتاب کا پورا نام سراج المؤمنین فی احکام فرائض الصلوٰۃ ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل قلمی نسخہ ہے۔ تیسری جلد کے اخیر میں حسب ذیل عبارت درج ہے۔

«قد تمام شعبان المعظم المکرم روز سہ شنبہ ۲۳ کو ۱۳۲۳ھ جبکہ اس جلد کا آغاز یکم صفر المظفر سوموار ۱۳۲۲ھ کو ہوا۔

....

(ش)

شرائط الجمعة

تالیف : مخدوم عبدالصمد سندھی مرحوم

بزبان سندھی　　تقطیع خورد　　تعداد صفحات : ۸۰

۱۳۰۲ھ مطبع صفدری بمبئی سے شائع ہوئی۔

شروط المتعلمین

مؤلف: مخدوم عبدالرحیم بن ابی القاسم مرحوم سندھیؒ

تقطیع خورد　　خوشخط قلمی　　تعداد صفحات:۳۲

اس میں طہارت، نماز، روزہ اور ذبح کے عام فہم مسائل مبتدیوں کیلئے تحریر فرمائے گئے ہیں۔ مکتبہ عالیہ علیہ پیر آف جھنڈا میں موجود ہے۔

شرح نام حق

منظوم بزبان سندھیؒ

مؤلف:۔ مولانا عبدالغفور ہمایونی مرحومؒ　　کاتب: فقیر عبدالرزاق۔

تعداد صفحات:۵۔ تعداد اشعار:۵۲۔ خوشخط صحیح سالم قابل مطالعہ ہے۔

شب برات

مؤلف : فقیہ سندھ مفتی اعظم حضرۃ مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس میں شب برات کے فضائل و برکات اور احکام کا مفصل بیان ہے۔ اور غلط رسموں کی تردید ہے۔

شرح شد النطاق فی ما یلحق بالطلاق

مصنف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مطبوعہ۔ بزبان عربی۔ تعداد صفحات: ۱۶۔ آغاز: ۷ر جمادی الاخریٰ ۱۱۳۳ھ۔

تکمیل: ۹ر جمادی الاخریٰ ۱۱۳۳ھ مطلقہ رجعی کو جب دوبارہ طلاق دی جائے تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟

اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ ہر دو رسائل مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کے ہیں۔

شموس الانوار علی اصباح الاسرار

تالیف:۔ الحاج مولانا ولی محمدؒ

یہ رسالہ قاضی عبدالحقؒ کے رد میں لکھا گیا ہے۔

(ض)

ضبط ولادت

مؤلف : مفتی اعظم حضرۃ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

ضبط ولادت اور اس کی شرعی حیثیت اور مروجہ خاندانی منصوبہ بندی پر شرعی اور

اقتصادی حیثیت سے مکمل بحث ہے۔

(ط)

طوالع الانوار علی الدر المختار

تالیف:۔ مخدوم مولانا محمد عابد سندھیؒ

(ع)

عمدة الفقه (جلد اول .... تعداد صفحات : ۱۸۷)

تالیف:۔ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مجددی سندھی کراچی۔

وجہ تالیف :

مؤلف موصوف دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

آج کل ہمارے زمانہ میں مسلمانوں کو دین سے بے تعلقی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ عوام تو عوام علماء کرام میں بھی باوجود دوسرے علوم وفنون میں قابلیت ومہارت کے روزمرہ کے ضروری مسائل حتیٰ کہ فرائض وواجبات وسنن ومستحبات ومکروہات کی اکثریت وبیشتر جزئیات سے ناواقفیت ہے۔اس لئے دین کی تعلیم کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ چونکہ ہمارے ملک کی قومی زبان اردو ہے۔اور اسی کے ذریعہ دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے۔ اور اسی کے پیش نظر مختلف علوم وفنون کے ماہرین نے اسی قومی وملکی عام فہم اردو زبان میں دوسری زبانوں سے کتابوں کے ترجمے کیے اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ چنانچہ علم فقہ

میں بھی ہو کہ جزئیات ومسائل دینیہ کا حامل ہے۔ عربی وفارسی کی کتابوں کے ترجمے کیے

گئے اور مستقل چھوٹی بڑی کتابیں بھی تصنیف وتالیف کی گئیں تاکہ عوام وخواص ان سے

استفادہ کر کے دین کے ضروری علم سے بآسانی بہرہ ور ہوسکیں۔

اردو زبان میں چھوٹی بڑی کتب فقہ تصنیف وتالیف ہونے اور ترجمے ہونے کے با

وجود اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ کوئی ایسی جامع مستند کتاب ہو جو عام فہم ہونے کے

علاوہ زیادہ سے زیادہ جزئیات ومسائل پر حاوی ہو۔ اور ترتیب وتالیف کے لحاظ سے بھی

اس طرز پر ہو کہ مسائل کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جائے۔ (دیباچہ از مؤلف)

جامعیت کتاب :

شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ علیہ علم فقہ کی اہمیت بیان

فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''عربی زبان میں تو اس علم کے اتنے ذخائر جمع ہو گئے کہ عقل

حیران ہوتی ہے لیکن اردو زبان کا دامن ایسے جواہرات وخزانوں سے خالی ہے۔ اگرچہ

فتاویٰ کے موضوع میں بہت کچھ ذخیرہ آ گیا ہے۔ پھر بھی یہ موضوع تشنہ تھا۔ مستقل چند

کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے فقہی مسائل وجزئیات کا حق ادا نہ

ہوا۔ ان دنوں حضرۃ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی کتاب ''عمدۃ الفقہ'' نظر سے

گزری، دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موصوف نے جزئیات ومسائل کا اتنا استقصاء فرمایا ہے کہ

عربی کی کسی کتاب میں اتنا ذخیرہ بمشکل نظر آئے گا۔ نہایت عمدہ، شگفتہ، سلیس اردو زبان

میں اتنا ذخیرہ جمع کرنا اسی کتاب کی خصوصیت ہے''۔

خصوصیت کتاب :

اختلاف فقہاء میں مفتی بہ اور معتمد مذہب کے لکھنے کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اور

ضعیف قول کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً درج ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ یہی صحیح ہے۔ اشارہ ہے کہ اس کے بالمقابل بھی قول ہے اور ضعیف ہے۔ ہر مسئلہ کو اپنی جزئیات متفرعہ کے ساتھ پوری وضاحت سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ حتی الامکان مستند کتب مثلاً عالمگیری، شامی، در مختار، مراقی الفلاح، طحطاوی، بحرالرائق، نورالایضاح اور دیگر کتب مروجہ اردو عربی سے مسائل کو پوری طرح احتیاط اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

مندرجات جلد اول :

ایمان مجمل و مفصل کی پوری تفصیلات، پل صراط، حوض کوثر، شفاعت، جنت و دوزخ، اعراف، ایمان و کفر کے علمی مباحث شرک و رسوم۔ ایمان و کفر و شرک جیسے اہم مسائل درج ہیں۔ طہارت کے مسائل بھی اسی میں آگئے ہیں۔

....

عمدۃ الفقہ (جلد دوم)

تعداد صفحات : ۵۶۰

ناشر : ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی۔

مندرجات و خصوصیات جلد دوم :

مؤلف موصوف جلد دوم کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کتاب کی خصوصیات مطالعہ سے ہی نمایاں ہو سکیں گی۔ بعض خصوصیات درج ذیل ہیں :

(۱) ترتیب مسائل میں حتی الامکان فطری تقابلی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۲) ذیلی عنوانات قائم کر کے متعلقہ مسائل کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

(۳) ہر مسئلہ کی پوری پوری وضاحت جس قدر مستند طریقہ پر ممکن تھی اسی جگہ پر کر دی گئی ہے۔

(۴) عبارتوں کے ابہام و اغلاق کو دور کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

(۵) بہت سی جگہ تفصیلات بھی مناسب انداز کے ساتھ ساتھ دی گئیں ہے تاکہ فقہی ذہن کی تربیت ہو۔

(۶) ضعیف اقوال کو بعض جگہ اس لئے دیا گیا ہے تاکہ صحیح اور مفتی بہ قول کی اہمیت واضح ہو جائے۔ بعض جگہ صرف اس کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۷) تجوید القرآن کا مستقل بیان کافی تفصیلات اور جامعیت کے ساتھ درج کیا گیا ہے جبکہ دیگر کتب فقہ اس بیان سے خالی ہیں۔

(۸) قنوت نازلہ اور اس کے متعلق مسائل درج کئے ہیں ان سے بھی اکثر کتب فقہ خالی ہیں۔

(۹) فرائض و واجبات، و سنن و مستحبات، و مکروہات و مفسدات نماز کی تفصیلات و ترتیب میں کافی محنت کی گئی ہے۔

(۱۰) نماز کی پوری ترکیب جیسا کہ سلف سے متوارث ہے مفصل درج کی ہے، تاکہ ہر شخص اپنی نماز کو اس کے مطابق صحیح ادا کر سکے۔

(۱۱) شرائط امامت و شرائط اقتداء کو الگ الگ عنوان و مسائل کے ساتھ مفصل درج کر دیا ہے۔

(۱۲) نماز نوافل کی تفصیل اور جمعہ و عیدین و نماز خوف وغیرہ کے مسائل نہایت جامعیت و وضاحت کے ساتھ درج کئے ہیں۔

(۱۳) کتاب الجنائز میں بعض تفصیلات نہایت واضح و با ترتیب درج ہوئی ہیں۔ جن سے

ہر شخص میت کے غسل وکفن وغیرہ کا طریقہ اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اور بعض ایسے ضروری مسائل بھی درج ہوئے ہیں جو مختلف کتابوں میں متفرق طور پر بھی مشکل سے ملتے ہیں۔

....

عمدۃ الفقہ (جلد سوم)

تعداد صفحات : ۴۳۲ ناشر: ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی

خصوصیات ومندرجات :

اس جلد میں سابقہ خصوصیات کے علاوہ حسب ذیل خصوصیات قابل لحاظ ہیں۔

(۱) مسائل حاضرہ پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ مثلاً کرنسی نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ کا وجوب کب سے ہے؟ خط، تار، وائرلیس اور ٹیلی فون، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ ثبوت رویت ہلال کا حکم؟ روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کا حکم؟

(۲) اس کتاب میں حسب ذیل عنوانات کے مسائل کا بے شمار ذخیرہ ہے۔ جو ترتیب کی جدت، تفصیل کے اعتبار سے دیگر کتب فقہ سے ممتاز ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اس کے محاسن، شرائط، فرضیت زکوٰۃ، ادائے زکوٰۃ کی شرط یعنی نیت اور ادائے زکوٰۃ کا وقت، سائمہ یعنی چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ اور جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، سونا چاندی و اموال تجارت کی زکوٰۃ، اموال ضمار کی تفصیل، عاشر یعنی راستوں پر محصول وصول کرنے والوں کا بیان، کان اور دفینہ، عشر یعنی زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ اور بیت الاموال، مصارف زکوٰۃ کی ذیلی عنوانات کے تحت تفصیل، صدقۂ فطر، روزوں کی

اقسام، رویت ہلال، اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟ روزے کے سنن و مستحبات و مکروہات، مفسدات صوم کی وہ صورتیں جن سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ پندرہ شرائط وجوب کفارہ کے تحت درج ہیں۔ اور جن صورتوں میں صرف قضاء لازم ہوتی ہے۔ یہ بھی پندرہ شرائط بالمقابل شرائط کفارہ کے درج ہیں تاکہ ذہن میں مفسدات صوم کی ایک فقہی ترتیب نقش ہو جائے۔ روزہ توڑ دینے کے کفارہ کا مفصل بیان اور عذرات جن سے روزہ رکھنا یا توڑ دینا مباح ہو جاتا ہے۔ نفلی روزہ کے احکام، نذر روزے، اعتکاف اور شب قدر کا بیان۔

عمدۃ الفقہ (جلد چہارم)

تعداد صفحات: ۴۳۶

حج کے موضوع پر عربی فارسی اردو میں لکھی جانے والی بیس کتابوں کا لب لباب ہے۔ کتاب کی جامعیت کو دیکھتے ہوئے اسے حج کا جامع دستور العمل ''انسائیکلوپیڈیا آف حج'' کہنا بے جا نہ ہوگا۔

(غ)

غسل العباک عن تصویب قطع الشباک

تصنیف: مخدوم ابراہیم   تعداد اوراق (۹)

... مصنف کے قلم سے تحریر ہے: ھذہ رسالۃ للفقیر ابراھیم عُفی عنہ

فی انعقد عن نہ علی الشبک اسمھا غسل العباک عن تصویب قطع الشباک وھو

رد علی رسالة الشیخ محمد الاحساوی الذی صنّف فی استحلال التنباك تصویباً

لرسالة الشیخ عبدالرحمٰن الاحساوی۔

شیخ محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف الشافعی الاحسائیؒ نے شیخ عبدالرحمان احسائی کے رسالہ قطع الشباک فی حکم المسائل التنباک کی تائید میں ایک رسالہ لکھا تھا۔ غسل العناک شیخ محمد احسائی کے رسالہ مذکور کی تردید ہے، یہ اس کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سنہ تالیف ۱۲۱۴ھ نکلتا ہے۔

. . . .

(ف)

فتاوی واحدی

فتاوی واحدی المعروف بیاض واحدی جلد اولی۔ تعداد صفحات: ۳۳۵

مؤلف: مخدوم عبدالواحد سیوستانیؒ　　کاتب: عبدالحکیم خوشنویس سیوستانی

مطبوعہ گیلانی الیکٹرک لاہور۔

یہ جلد کتاب الایمان سے شروع ہوکر کتاب الحج پر ختم ہوئی ہے۔ زبان عربی و فارسی ملی جلی ہے۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ مدرسہ محمدیہ ہالا، ایک حیدرآباد سندھ جامعۃ العلوم عثمانیہ کے نمبر ۸۸ رحیم یار خان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور قلمی نسخہ جامعہ سندھ کی لائبریری میں ہے۔ اوراق ۹۶ تا ۲۲۳ ورق ہے اس پر مخدوم عبدالواحد کی مہر ثبت ہے۔ مخدوم عبدالواحد نے بعض مسائل میں دوسرے علماء سندھ کی آراء کو بھی درج کیا ہے۔ مثلاً کتاب النکاح میں مولانا محمد شکارپوری، مفتی محمد عارف شکارپوری کی آراء درج ہے جس میں کفو اور خاندان کے نسب سے بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا عام رواج ہوتا بعض کے

نزدیک محلِ نظر تھا۔ اس لئے فریقین کے دلائل شرح و بسط سے تحریر کئے گئے ہیں۔ کتاب کے بعض مقامات پر عبدالواحد نامی کسی بزرگ کے قلم سے حواشی بھی درج ہیں۔

....

فتاویٰ واحدی (قلمی) (جلد دوم)

(تعداد صفحات : ۳۳۰) ... نام کاتب اور سنہ کتابت درج نہیں۔

یہ جلد کتاب البیوع سے شروع ہوکر کتاب الفرائض پر ختم ہوتی ہے۔ اخیر کتاب میں مسائل شتی کا باب ہے۔ ابتدائے کتاب میں مکمل فہرست کتاب الایمان تا کتاب الفرائض تک درج ہے۔ ساری کتاب سوال و جواب کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ یہ پیاخی نظام محی الدین کے ملک میں رہ چکی ہے۔ اب جامعہ سندھ کے کتب خانہ میں ہے۔ اندراج نمبر ۲۰۳۸۰ ہے۔ خاتمۃ الکتاب میں ایک طویل خطبہ ہے جس میں سلطان عبدالحمید خان مرحوم ترکی کیلئے دعائیہ کلمات ذکر کئے گئے ہیں۔

فتاویٰ ہمایونی (جلد اول) (تعداد صفحات ۳۱۲)

مؤلف : مولانا عبدالغفور ہمایونی المتوفی ۱۳۳۶ھ

باہتمام مولوی حاجی حافظ نور محمد صاحب المتوطن ترکی یاسین مطبع رفاہ عام لاہور سے ۱۳۳۱ھ میں طبع ہوا۔ کتاب الاعتقاد سے کتاب الفرائض تک مکمل فہرست درج ہے۔

....

فتاویٰ ہمایونی جلد دوم

تعداد صفحات ۲۱۸ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ

ابتداء کتاب :۔ تسمیہ و تحمید کے بعد کتاب الاعتقاد و فی مسائل رسم المفتی۔

تحریر در تحقیق وجوب اتباع مذہب معین از مذاہب اربعہ در جواب تحریر بعضے نو مخش

بدانکہ اگرچہ حق میان ہر چہار مذہب دائر است ولیکن مقلد را اتباع مذہب معین نمودن اسلم

است بلکہ واجب الخ۔ یہ جواب تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مدرسہ محمدیہ ہالہ

قدیم حیدرآباد سندھ اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

. . . .

فرائض الاسلام

بزبان عربی   مطبوعہ   تعداد صفحات: ۱۲۱

مؤلف: فیلسوف اسلام فقیہ دیار سندھ مخدوم محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۱۷۴ھ

سنہ تالیف: ۸ رجب المرجب ۱۱۷۱ھ ۔ سنہ طباعت: ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

مطابق ۱۸۹۵ء در مطبع ہندو پریس واقع دہلی طبع شد۔

فقیر حسن محمد ساکن موضع عادل گڑھ معلم مشن ہائی سکول گوجرانوالہ کے ہاتھ کا لکھا
ہوا قلمی نسخہ اور مطبوعہ دونوں مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم حیدرآباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود
ہیں۔ حال ہی میں مخدوم محمد ہاشم اکیڈمی ٹھٹھہ شریف نے بھی شائع کی ہے۔ اپنے موضوع
پر عدیم المثال اور نرالی کتاب ہے۔

. . . .

فقہ شریف

مؤلف: مخدوم محمد سعید بن مخدوم محمد ابراہیم المتوفی ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

بزبان سندھی اوراق: ۳۲۔ سوال و جواب کے عنوان پر مسائل قربانی بیان کیے ہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیو بند

فتاویٰ دارالعلوم دیو بند میں امداد المفتین والا حصہ فقیہ سندھ، مفتی اعظم، مفتی محمد شفیع صاحب دیو بندی سندھی، سابق صدر مفتی دارالعلوم دیو بند، بانی و صدر دارالعلوم کراچی، سندھ کے سیال وروان قلم کا فقہی کارنامہ ہے۔ امداد المفتین کو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اور تمام علمی حلقوں میں مستند و معتبر تسلیم کیا جاتا ہے۔

. . . .

فاتحة الكلام في قرآة خلف الامام

امام کے پیچھے مقتدیوں پر حضرات حنفیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ واجب نہیں۔ اس اختلافی مسئلہ پر مفصل مدلل کلام کیا گیا ہے۔

. . . .

فتح الكلام في كيفيت اسقاط الصلوٰة و الصيام

تالیف : مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ زبان فارسی۔ مطبوعہ در مطبع محمد وزیری واقع کلکتہ۔

ابتداء تالیف، ۲۰ رشوال ۱۱۳۳ھ شب جمعۃ المبارک۔

چوبیس صفحات پر مشتمل چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جس میں پانچ فصلیں ہیں:

(۱) در بیان احکام وجوب و دن فدیہ بر ولی میت از ترکہ میت۔ (۲) مقدار فدیہ صلوٰۃ وصیام۔ (۳) آنکہ لازم است بر ولی اداء ساز حقوق واجب بر میت غیر صلوٰۃ و صیامات از ترکہ میت۔ و چنانکہ لازم است بر ولی اداء فدیہ صلوٰۃ و صیامات میت بشرطیکہ وصیت کردہ باشد۔ (۴) کیفیت اسقاط الصلوٰۃ والصیام بفدیہ۔ (۵) بعض مسائل متفرقہ۔

متعلقہ باحکام ہند یہ خاتمہ ان مبارک الفاظ سے فرمایا :

و ھذا اوان اتمام و ختم الکلام و باللہ سبحانہ و تعالٰی المبدا ء والا ختتام وله الحمد علی الدوام و الصلوٰۃ والطیبات مع السلام علی سیدنا محمد شفیع الانام و علی آله و صحبه الکرام ما دا مت اللیالی والایام ودارت الشہور والا عوام والحمد للہ وحدہ، وصلی اللہ تعالٰی علی من لا نبی بعدہٗ وسلم تسلیماً کثیراً ۔ (آمین)

فتاویٰ قاسمیہ

مؤلف : مولانا محمد قاسم گڑھی یٰسین

صرف ایک جلد مطبوع ہے ۔ باقی مجلدات تا حال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکیں ۔

فتاویٰ رحمانی

تالیف :۔ مخدوم مولانا عبدالرحمن بن عنایت اللہ سندھیؒ در زبان فارسی بحوالہ مہران ص:۱۱۳ ۔

فتاویٰ پورانی

جامع فتاویٰ پورانی : مولانا محمد میرؒ ۔ بحوالہ تحفۃ الکرام ص:۹۱۱

فرائض الاسلام

تالیف :۔ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ بزبان سندھی تعداد صفحات : ۱۸۸ ۔ مطبوعہ

سے ۱۲۹۱ھ ابتداء کتاب میں مکمل فہرست درج ہے۔

فاکہۃ البستان

تالیف : فقیہ سندھ علامۂ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

فتاویٰ فقہ سندھی

مؤلف:۔ مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ مملوکہ مدرسہ عربی بالا قدیم حیدرآباد سندھ۔

فتح الغفور فی وضع الایدی فی الصدور

مؤلف: مولانا محمد حیات سندھیؒ

بعض لوگ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں اس بارہ میں لاجواب تصنیف ہے۔

(ق)

قرآن میں نظام زکوٰۃ

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

زکوٰۃ کے متعلق آیات قرآنی کی تفسیر۔ زکوٰۃ کن اصولوں پر قائم ہے اور اس کے نصاب اور مصارف کا تعین اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

(ک)

کتاب لاربع مذاہب المعروف چہار مذہبی

بزبان عربی قلمی، غیر مطبوع تعداد صفحات: ۱۳۲

مؤلف: فقیہ سندھ مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ المتوفی ۱۱۷۴ھ کاتب کا نام درج نہیں ہے۔

فہرست کتاب الطہارت سے کتاب الرحمٰن تک درج ہے۔ لیکن اخیر کتاب نا تمام ہے۔ کاغذ کرم خوردہ بوسیدہ ہے۔ لیکن قابل استعمال ومطالعہ ہے۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ کے طرز پر چہار مذہب کے مطابق مسائل بیان فرمائے ہیں۔ جو حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کی فقہی بصیرت اور دوررس نگاہ کا واضح ثبوت ہے۔ مدرسہ عربیہ محمدیہ بالا قدیم میں موجود ہے۔

کتاب الفقہ

مؤلف: مخدوم جعفر بوبکانیؒ

بزبان فارسی۔ خوشخط۔ تقطیع خوردہ اول آخر ناقص، غیر مطبوع، عقائد کے بعد نماز روزہ زکوٰۃ حج کے مختصر مسائل بیان کئے ہیں۔

مکتبہ شاہ ولی اللہ کالج منصورہ رقم عربی مخطوطات ۱۰۵ درج ہے۔

کشف الریب عن علم الغیب

تالیف۔ مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب دیوبندیؒ

یہ علم غیب کے سلسلہ پر آیات قرآنی، ارشادات نبوی ﷺ اور آئمہ فقہا صوفیاء کی تحقیقات کا بہترین مجموعہ ہے۔

كشف الغنا عن وصف الغناء

تالیف : مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب دیوبندی

اس میں غناء مزامیر اور موسیقی کے بارے میں قرآنی آیات کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کر کے مسئلہ کو مدلل کیا گیا ہے۔

كشف الدجاء عن وجه الرّبوا

تالیف:۔شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

حیدرآباد دکن کے مفتی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ربا صرف خرید و فروخت میں ہے۔ قرض میں نہیں مولانا موصوف نے یہ رسالہ اس کے رد میں لکھا۔

كيفيت مسح الرأس

تالیف:۔فقیہ سندھ مخدوم محمد ہاشم صاحب سندھیؒ

كشف الرين عن مسئلة رفع اليدين

تالیف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

كحل العين بما يقع من وجوه القراءة بين السورتين

مؤلف:۔مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

کشف الغطا عما یحل و یحرم من النوح و البکاء

مؤلف: الشیخ محمد حسن الفاروقی مجددیؒ

کشکول

اسم با مسمیٰ مسائل فقہ کا بے ربط و بے جوڑ گنجینہ ہے۔ جس میں علماء سندھ سے کئے گئے مختلف استفسارات کے جوابات ہیں۔ نہ معلوم ان گلہائے رنگا رنگ کے گلدستہ خوبی کو کس باذوق فریفتۂ علم نے ترتیب دیا ہے۔ یہ کشکول فاضل مکرم جناب ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری ناظم آباد کراچی کے کتب خانہ کی زینت ہے۔ اب یہ کتاب دار الاشاعت لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

(گ)

گناہ بے لذت

تالیف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ

اس رسالہ میں ایسے گناہوں کا بیان ہے جن میں نہ کوئی ظاہری لذت ہے نہ کوئی معاشی مجبوری۔ محض غفلت و بے پروائی سے لوگ ان میں مبتلا ہیں۔ اگر ذرا بھی فکر کریں تو ان گناہوں کو فوراً چھوڑ سکتے ہیں۔ اس رسالے میں قرآن و حدیث سے ان گناہوں کے تحت عذاب و وبال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ایک دوسرا رسالہ معاشرتی گناہوں کی فہرست کا لگا دیا گیا ہے۔

(ل)

لباس الاحمر

مؤلف:۔ مخدوم روح اللہ مرحومؒ۔ قلمی، اول آخر ناقص

نا قابل مطالعہ ہے۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ مرحوم کالج منصورہ۔ نمبر اندراج: ۳۱ عربی مخطوطات۔

....

لباب المناسک

تالیف:۔ مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ

مملوکہ کتب خانہ رام پور بانکی پور آصفیہ بحوالہ الثقافت الاسلامیہ ص ۱۱۷۔

....

(م)

مفتاح الصلوٰۃ

مؤلف:۔ سید علی محمد شاہ راشدی سندھیؒ تعداد صفحات: ۲۹۱

مطبوعہ مرغوب، حیدرآباد، بمبئی بھارت۔ باہتمام عبدالصمد ولد حاجی محمد مقیم مخدوم نورنگہ۔ تاریخ اشاعت: ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ یہ کتاب صرف مسائل نماز میں ہے۔ سندھی زبان میں مسائل نماز پر ایسی مفصل و جامع اور مقبول عام کتاب شاید مشکل سے دستیاب ہو۔ کتاب کی مقبولیت عامہ حضرت مؤلف کی فقہی بصیرت کا واضح ثبوت ہے۔ مدرسہ محمدیہ

بالا قدیم حیدرآباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

....

مصباح المنیر

بزبان عربی تقطیع خورد تعداد صفحات : ۲۶

مؤلف مولانا محمد قاسم بن محمد صالح سندھی اترائی مولداً، بخاری وطناً وقرناً، حنفی مذھباً القادری مشرباً، فراغ آن ۲۶ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک ۱۲۳۸ھ خط عمدہ، کاغذ بوسیدہ و کرم خوردہ۔

د یطمئن القلوب بعون الملک فتکون منفعة عامة و منحة تامة۔

جا بجا مصنف کے قلم سے حواشی بھی موجود ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سندھی نے اپنے رسالہ اوزان شرعیہ میں اس کے حوالے دیے ہیں۔ قلمی نسخہ مدرسہ محمدیہ بالا قدیم سندھ میں موجود ہے۔

....

معلم الحج

مؤلف احمد بن محمد اسلام سندھی

بزبان سندھی مطبوعہ تعداد صفحات ۲۲۰ کاتب عبداللہ

....

مجموعة تحريرات المتفرقه لعلماء السند

متفرق مسائل پر چند استفتاء ہیں۔ جو مختلف اہل فتویٰ حضرات سے دریافت کیے گئے تھے۔

....

معلم الاسلام (بزبان سندھی مطبوعہ)

مترجم:۔ مولانا دین محمد ادیب مرحوم

مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی عام فہم کتاب تعلیم الاسلام کا ترجمہ ہے۔ وادیٔ مہران کے دینی کتب خانوں میں عام طور سے مل جاتی ہے۔

....

مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین

مولانا شاہ اسحاق دہلوی کا مشہور رسالہ ہے۔ اس کا ترجمہ سندھی زبان میں مولانا محمد بن اخوند محمد اسماعیل بالائی مرحوم نے کیا ہے۔ کاتب محمد قربانی ،سنہ کتابت ۱۳۳۰ھ بزبان سندھی غیر مطبوعہ ،خوشخط ،تعداد صفحات ۲۷۔ ولادت ووفات اور شادی بیاہ کے مسائل پر مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے محمد باز خان رئیس بھیکم پور نے ۳۵ سوالات کے جوابات مانگے تھے۔ جن میں اسی نوع کے پانچ سوال کا اضافہ کر کے یہ رسالہ مکمل کیا گیا۔ جوابات سید ابو محمد میر امین بوسیری کو شاہ اسحاق صاحب نے لکھوائے ۔ اس کے اردو میں کئی ترجمے ہوئے ۔ یہ سندھی ترجمہ ہے۔

....

مسائل العشرون

مسائل اربعین کی طرح سوال وجواب کے طرز پر مولانا محمد بالائی مرحوم کا یہ دوسرا رسالہ ہے۔ البتہ اس کی زبان فارسی ہے۔ ہر دو رسائل مدرسہ محمدیہ بالدیہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

....

مختصر فتاویٰ احمدی

بزبان سندھی۔ تعداد صفحات: ۲۱۳ قلمی: غیر مطبوع

مؤلف: مولانا مفتی احمد بن مفتی محمد بن آخوند محمد اسماعیل ہالائی المتوفی ۱۲۷ھ

مختصر فتاویٰ احمدی فتاویٰ محمدیہ فی احکام الاحمدیہ کی تلخیص ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب بھی اپنے اصل الفتاویٰ المحمدیہ فی احکام الاحمدیہ کی طرح غیر مطبوع صحیح سالم، اچھی حالت میں مدرسہ محمدیہ ہالہ قدیم ہی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ خط عمدہ، صاف ستھرا ہے۔

آغاز الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی اصحابہ اجمعین۔ خطبہ مسنونہ کے بعد مؤلف مرحوم نے وجہ اختصار ذکر فرمائی۔ جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

اما بعد ! بندہ کم فہم فقیر احمد ہالائی حضرات اہل اسلام خصوصاً محبان علم فقہ کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ جناب حضرۃ مولانا و قبلتنا عزہ اللہ تعالی و جعل الجنۃ مثواہ نے اس حقیر کی پیدائش کے زمانہ میں علم فقہ میں ایک کتاب مسمّٰی بہ الفتاوی المحمدیہ فی الاحکام الاحمدیہ المعروف فتاوی احمدی مرتب فرمارہے تھے۔ اور اس کی تالیف کا سبب اور علت غائی مجھ حقیر کی پیدائش ہی کو ٹھہرایا تھا۔ اور آپ نے اس کتاب کا اسم شریف بھی مجھ نحیف کے نام کی طرف منسوب فرمایا۔ اور مولانا مرحوم جن کا اس کتاب کی تالیف سے نہ صرف مجھ فقیر کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ و مقصود تھا۔ بلکہ آپ کا ارادہ عموی افادہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی بھی قلمی کتاب سے عام لوگوں کو فائدہ اٹھانا محال بلکہ ناممکن ہے۔ اور اس حقیر کو کچھ عرصہ سے فتاویٰ کو طبع کرانے کا کافی شوق دامن گیر ہے۔ مگر تا حال بمصداق کل امر مرھون لوقتہ کے اس ارادے میں کامیابی نہیں ہورہی۔ لیکن عزم بالجزم کرلیا ہوا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز عن قریب چند ایام

میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ یہ امر واضح رہے کہ کتاب مستطاب فتاویٰ احمدی میں حضرت مولانا مرحوم نے ہر ایک جواب کے بعد عربی وفارسی کی فقہی عبارتیں اور بعض مقامات پر علماء سلف کی تحریریں ذکر فرمائی ہیں۔ لیکن تقاضا وقت کے موجب خصوصاً سندھی تعلیم یافتہ حضرات کیلئے عربی وفارسی عبارات کا ذکر کرنا بے سود تھا۔ اور ان کے لئے فقط اسی کتاب کا حوالہ دے دینا کافی تھا۔ اس لئے یہ حقیر بھی ایسا ہی کرنے کو بہتر اور اچھا جانتے ہوئے کتاب موصوف کا اختصار کرنے میں مصروف ہوگیا۔ واللہ الموفق للاتمام والمیسر للاختتام۔ فقیر احمد عفی عنہ

ہالہ قدیم ضلع حیدرآباد سندھ

....

مظہر الانوار

مؤلف: ۔ الفاضل المخدوم محمد ہاشم سندھی۔ کاتب: جمال الدین لوہار ساکن خیر پور میرس۔ سنہ کتابت: ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ۔ سنہ تالیف: ۱۱۳۵ھ تعداد صفحات: ۳۹۴۔

مسائل روزہ پر مشتمل متن وشرح دونوں مخدوم علیہ الرحمہ کی تالیف ہیں۔

....

مسئلہ سود

تالیف: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب کراچی

سود کی شرعی حیثیت :

قدیم طرز کے مہاجنی اور جدید قسم کے تجارتی بینکوں کے سود کی مفصل تحقیق اور عام شبہات کا جواب قرآن مجید کے اندر جو سات آیتیں سود کے متعلق آئی ہیں ان کی مفصل

تفسیر اور سود کے متعلق چالیس (۴۰) احادیث سود کی دینی و دنیوی خرابی اور بربادی کا مفصل بیان۔ اس موضوع پر نہایت شافی و کافی تصنیف ہے۔

....

مامول القبول فی ظل الرسول

تالیف : مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب دیوبندی

رسول ﷺ کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں؟ اس کی مفصل و مدلل تحقیق ہے۔

....

موزوں پر مسح

تالیف : مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب

یعنی رسالہ " نیل المآرب فی المسح علی الجوارب " جس میں کپڑے کے موزوں پر چڑھے ہوئے مسح کرنے کے متعلق مفصل تحقیق ہے کہ کس صورت میں مسح جائز ہے اور کس صورت میں جائز نہیں۔

....

مخزن الروایات

مؤلف : مفتی محمد سندھیؒ

فقہی فیصلوں کی تحریرات کا مجموعہ ہے۔ (مہران ۲ جنوری ۸۹)

....

مفتاح المصلی

مؤلف : مخدوم ابوالحسن ڈاھری سندھیؒ

....

مجموعہ فتاویٰ محمدیہ

مؤلف: مولانا محمد عبدالحفیظ صاحب سابق مفتی شاہی مسجد آگرہ

دارالافتاء احناف اہل السنۃ والجماعت

(ناظم جمعیۃ الصحابہ پاکستان گارڈن ایسٹ کراچی ۲۱۲ جوڑیا بازار کراچی)

....

منال الرجاء فی شروط الاستنجاء

مسائل استنجاء کے بیان میں ۲۵ صفحات کا یہ رسالہ مخدوم محمد عابد بن احمد علی انصاری خزرجی ایوبی سندھیؒ کی کاوش علمی اور جودت تحقیق کا نتیجہ ہے۔ کاتب شیخ محمد، کتابت سے فراغت کی تاریخ ۱۲ جمادی الاولیٰ بروز جمعۃ المبارک ۱۲۴۳ھ درج ہے۔

....

مختصر مصلح المفتاح

تالیف:۔ الحاج الحافظ القاری سید علی محمد شاہ مرحوم واعظ دوادوی، خلف ارشد مخدوم مرحوم میاں محمد منگوی۔ بزبان سندھی مطبوعہ شفیق سجاولی کوٹری بندر ۱۳۱۰ھ اس کتاب کو مؤلف نے عمر چوراسی (۸۴) سال ربیع الاول میں مکمل فرمایا۔

....

مد الباع الی تحریر الصاع

مؤلف:۔ فقیہ سندھ علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

....

معیار النقاد فی تمیز المغشوش عن الجیاد

مؤلف:۔ فقیہ سندھ علامہ زمان مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ

مختار الاطوار فی اطوار المختار

مؤلف :۔ مخدوم ابوالحسن الصغیر سندھیؒ

....

مجموعة الرسائل السندية فی الفقه

جامع : عبدالرحیم بن سعداللہ سندھی بحوالہ بذل القوۃ

....

مجمع الانہر بشرح ملتقی الا بحر

تالیف :۔ مولانا عبدالحق سجاول سندھ

....

مقدمة الصلوٰة

تالیف :۔ مولانا عبدالحمید سندھیؒ

....

مجمع المناسک

تالیف :۔ مخدوم رحمت اللہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

....

مسائل الذبائح والإصطياد المسمّٰی راحة المؤمنين

مؤلف : مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ ۔

مملوکہ الکلیۃ الشرقیہ حیدرآباد

....

(ن)

نزهة الاذهان فی ترجمة منزلة الاعیان من فاكهة البستان

مترجم:۔ مولانا محمد مرحوم مدرس دار الرشاد سندھ

غیر مطبوعہ قلمی۔ تقطیع خورد۔ تعداد صفحات:۳۵

پیر آف جھنڈا کے حکم پر مترجم نے مرحوم مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی کتاب فاکھة البستان کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ ابتداء میں مکمل فہرست دی ہوئی ہے۔ کتاب دس فصلوں پر محیط ہے۔ جس میں احکام ذبح، شکار، ذبح اضطراری وغیرہ کے تفصیلی مسائل بیان ہوئے ہیں۔ مکتبہ عالیہ علمیہ میں موجود ہے۔

نور الابصار

مؤلف : مخدوم میاں عبداللہ مرحومؒ۔ بزبان سندھی مطبوعہ۔ تعداد صفحات:۵۳۵

نماز روزہ کے مسائل پر مشتمل ہے کتب خانہ راشدیہ پیر جھنڈا سالم نسخہ موجود ہے۔

نور العینین فی اثبات الاشارة فی التشهدین

مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ بزبان عربی۔ تقطیع خورد صفحات:۴۹

سنہ اختتام تالیف ۱۲ شوال ۱۱۳۹ھ کاتب فقیر عبد الجلیل ساکن قریہ دیوسہ۔

حالت تشہد میں رفع سبابہ کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس رسالہ میں پانچ باب اور ایک خاتمہ ہے۔

الباب الاول فيما جاء فيه من الاحاديث النبوية على صاحبها اطيب الصلوة وازكى التحية و ماجاء فيه من الصحابة و التابعين و من قرب منهم رضي الله عنهم و فيه فصول ثلثة۔

الفصل الاول : فيما جاء فيه عن رسول الله ﷺ ۔

الفصل الثاني : فيما جاء فيه عن الصحابة رضي الله عنهم ۔

الفصل الثالث : فيما جاء فيه عن التابعين و من قرب منهم رحمهم الله ۔

الباب الثاني : في شرح الاحاديث السابقة المرفوعة و الموقوفة و بيان معانيها مع اختصار۔

الباب الثالث : في بيان ان القول بنفي الاشارة ليس فيه حديث وارد عن النبي ﷺ ولا عن الصحابة ؓ۔

الباب الرابع في بيان الروايات الفقهيةعن مذهب الحنفية الدالة على ثبوت الاشارة و هي كثيرة۔

الباب الخامس : في ذكر ما استدل به النافون للاشارة مما زعموه دليلا على مدعاهم و الجواب عن كل واحد منها نقلا و عقلا۔خاتمة الرسالة في ذكر تنبيهات مناسبة لمقام فيه۔

تنبيه : و اماوقت الاشارة فعند الشافعية يرفعها اذا بلغ الهمزة من قوله الا الله لحديث ان النبي ﷺ كان يشير بها للتوحيد و قالت الحنفية يقيم اصبعه عند قوله لا اله و يضعها عند قوله الا الله فيكون الرفع للنفي و الوضع للاثبات۔قال ابن امير الحاج في شرح المنية و هذا احسن و الحديث ظاهر فيه فان التوحيد مركب من نفي و اثبات فيكون رفعها اشارة الى احد شقي التوحيد و هو نفي الالوهية عن غير الله و وضعها اشارة الى شق الاخر و هو اثبات الا

الوهية لله وحده فيفهم بها الاشارة الى مجموع التوحيد بخلاف قولهم فانه انما يقع الاشارة الى الشق الثاني منه فقط. و يخلوا وضعها من الفائدة و هو خلاف۔

یہ رسالہ اپنے کاتب کی ملک بھی رہ چکا ہے۔ اس وقت مکتبہ عالیہ علیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

. ...

نشر حلاوی المعارف و العلوم فی الرد علی من نصر الکفار و اهل الرسوم

علامہ مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ کا قلمی خط

تقطیع خورد۔ تعداد اوراق: ۱۲۳، کتابت معمولی و جدید ہے۔ سرورق پر حاشیہ میں مصنفؒ کے قلم سے سرخ روشنائی سے کتاب کا نام تحریر ہے اور نیچے مصنف کی مہر ثبت ہے۔ لیکن خاتمہ کتاب میں خود مصنف کی عبارت میں یہ نام اس طرح مذکور ہے: ولما حصل التمام و صار مسكي الختام و كان اعداد "نشر حلاوي المعارف و العلوم" يعطي تاريخ عام الاختتام سميته بنشر (حلاوي ۱۲۱۰ المعارف) و العلوم على اولي الافهام والفهوم" تقطع بنية اعداء الحق من اهل الشرك والعادات و الرسوم۔

اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جا بجا مصنف کے قلم سے حواشی میں اصل کتاب پر اضافہ ہے۔ نشر حلاوی المعارف والعلوم جیسے کہ عبارت مذکورہ میں مصرح ہے تاریخی نام ہے۔ جس سے اس کا سال تصنیف ۱۲۱۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے کہ ۱۲۰۹ھ میں مصنف نے دماغ المعظم اور العمراز الی الجیدہ دو رسالے تصنیف کئے تھے۔ پہلا رسالہ ٹھٹھہ پور کے دار الحرب ہونے کے ثبوت میں تھا اور دوسرا سندھ کے ہندوؤں کے ذمی ہونے کے اثبات میں۔ شیخ عثمان کی تحریک پر ان کے شاگرد محمد صادق نے "ذب الظلمة عن ماثر اهل

الظلمہ'' کے نام سے دماغ المفخم کا جواب لکھا تھا۔ جس میں جودھ پور کو دارالاسلام قرار دینے کی ناکام کوشش کی تھی اور خود استاذ نے الملہ اوی الوبید کی تردید میں قلم اٹھایا تھا۔ اور سندھ کی ہندوؤں کو حربی قرار دینے کی مخالفت کی تھی۔ ''نشر طاوی المعارف والعلوم'' ان دونوں کا مبسوط رد ہے جس میں اصل بحث تو ان ہی دونوں مسئلوں سے متعلق ہے۔ مگر ضمن میں نحو، بلاغت، اصول فقہ اور تصوف کے متعدد مسائل زیر بحث آگئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مصنف کی جلالت علمی اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے۔ مصنف کے پاس مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ تھا۔ جس پر مصنف کو کافی عبور تھا۔ ورق ۵۳ پر خود مصنف کے الفاظ ہیں :

و فی قبضة تملکی نحو من الف مجلد من کتب العلوم و مهارتی بمعرفة الکتب و تمیز بعضها عن بعض حسب ذالك۔

ابتداء میں کتاب میں معارج کی فضیلت اور علماء سوء کی برائی مذکور ہے۔ پھر دماغ المفخم کے خطبہ پر شیخ عثمان کا جو اعتراض تھا اس کا تفصیلی رد ہے۔ ورق ۱۹ سے ''ذب الظلمة'' کی تردید شروع ہوتی ہے۔ دارالاسلام کب دارالحرب ہوتا ہے؟ اس پر مصنف نے بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسف ؒ و محمد ؒ) کے نزدیک جب دارالاسلام پر کفار احکام شرک کا اجراء کریں تو وہ دارالحرب بن جاتا ہے۔ لیکن امام اعظم ؒ کے نزدیک دو باتیں اور ضروری ہیں۔

(۱) وہ مقام دارالحرب سے اس طرح ملا ہو کہ دونوں کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی ایسا شہر نہ ہو جہاں سے اس جگہ مدد پہنچ سکے۔

(۲) امان اول باقی نہ ہو۔ یعنی کفار کے استیلاء سے قبل مسلمانوں کو جو اپنے اسلام کی بناء پر اور ذمی کو جو عقد ذمہ کی بناء پر امان حاصل تھی وہ ختم ہو چکی ہو اور مسلمان ذمی کفار سے امان لئے بغیر قطعاً نہ رہ سکیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف درحقیقت اختلاف عصر

وزنان ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک دار الحرب ہونے کے لئے کفار کا پورا غلبہ اور قوت معتبر ہے" جودھ پور" امام صاحبؒ کی ہر سہ مذکورہ بالا شرائط کی بناء پر بھی دار الحرب ہی ہے۔ احکام کفر کا اجراء تو وہاں ظاہر ہی ہے۔ بت پرستی بھی عام ہے۔ مسلمانوں کو با آواز بلند اذان کہنے کی ممانعت ہے۔ حلال جانوروں کے ذبح کرنے پر دارو گیر ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے گھر میں بھی خفیہ طور سے کسی مرغ یا پرندہ کو ذبح کر ڈالے اور انہیں خبر ہو جائے تو اس کی گردن اڑا دیتے ہیں، یا مار پیٹ، گالی گفتار اور مال لے کر اسے اذیت پہنچا کرتے ہیں۔ ہم نے ایک معتبر شخص کی زبانی سنا ہے کہ ان ہی دنوں کسی مسلمان نے ایک حلال جانور کا ذبیحہ کیا، جس پر کافروں نے اس کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور آخر میں جب ایک عالم نے جو جودھ پور کے ہی نوح کار ہنے والا تھا حکام سے اس کی سفارش کی تو اس غریب کو قتل کر دیا گیا۔ بیچارے کا مال و اسباب لوٹ کر اس کے بیوی بچوں کو غلام اور لونڈی بنالیا اور اس کی مذہبی کتابوں کیساتھ وہ نازیبا سلوک کیا کہ بیان کے لائق نہیں۔

ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہاں محض مسلمانوں کو چڑانے اور اسلام کا مذاق اڑانے کیلئے ایک نام نہاد مدعی اسلام کو جو محض جاہل مطلق ہے، عہدہ قضا تفویض کیا گیا۔ اور اس نالائق کا نام قاضی گنگا رام رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی مسلمان ان کے یہاں اعلانیہ ختنہ نہیں کرا سکتا۔ جمعہ جماعت کو کھلے بندوں قائم نہیں کر سکتا، کسی معروف شرعی کو علی الاعلان کہہ نہیں سکتا اور کسی منکر دینی کو ظاہر میں روک نہیں سکتا۔ اگر ہمارے دیار کا کوئی امیر ان کو اسلام کی دعوت دے یا جزیہ قبول کرنے کیلئے کہے تو فوراً آمادہ پیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب مرحوم میر نور تالپور نے سندھ کے اطراف میں ان کی خالی اور بنجر زمین کے قریب قلعہ تعمیر کیا تو انہوں نے اسے دھوکے سے قتل کرا کے دیار سندھ میں ایسا عظیم فتنہ برپا کیا جس کی آگ کے شرارے ابھی تک نہیں بجھ سکے۔ پھر ان اشقیاء نے لشکر جمع کر کے ہمارے دیار کے امراء

مسلمین کیساتھ جنگ چھیڑ دی۔ جس میں سخت معرکہ ہوا۔ میر فتح محمد خان تالپور اسی جنگ میں زخمی ہوا۔ بالآخر حق تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح نصیب فرمائی۔ دوسری مرتبہ پھر ان کی فوج سے مقابلہ ہوا اور اسی میں میر سہراب خان کا بھائی غلام محمد مقتول ہوا۔ اور آج تک سندھ کے مسلمان امراء سے یہ نہ ہو سکا کہ قلعہ عمرکوٹ کو ان سے خالی کرا لیتے جس کو انہوں نے اس سے چھین لیا تھا اور نہ کسی کو میر بجار یا میر غلام کے خون کا انتقام لینے کی قدرت حاصل ہوئی۔ حالانکہ ان کے جانشینوں میں میر فتح علی خان، میر غلام علی خان، میر مراد علی خان، میر غلام حسین، میر بہرام اور سہراب جیسے مشاہیر حکام اور صاحبان سپاہ لشکر گزرے ہیں۔ کیونکہ امراء سندھ کے مقابلہ میں ان کی سپاہ کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔ جودھ پور کی مساجد دو سو برس یا اس سے زیادہ ہونے کو آئے کہ کھنڈر پڑی ہوئی ہیں۔ اور بعض مسجدیں جو باقی بچی ہوئی ہیں ان میں کسی میں اگر مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو باآواز بلند اذان نہیں کہہ سکتے۔ بعض مسجدیں جو پیشاب خانوں، پاخانوں اور غسل خانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ بعض میں اونٹ، گھوڑے، گدھے اور گائے، بھینس بندھتی ہیں۔ خدا جانے مسلمان کہاں ہیں اور غیرت اسلامی کہاں گئی؟

رہا دارالحرب سے متصل ہونا۔ جودھ پور میں یہ بھی ہے۔ مشرق میں اودے پور اور مرہٹوں کا علاقہ ہے۔ مغرب میں جیسلمیر اور سوڈھا ہے۔ شمال میں سکھ قوم اور سندھیا کی حکومت ہے جنوب میں کچھ، گجرات، کاٹھیاواڑ، جھالاواڑ وغیرہ ہیں۔ اور تیسری شرط کہ وہاں کوئی مسلم اور ذمی امان اول پر باقی نہ ہو یہ بھی ظاہر ہے۔ مدتوں سے جودھ پور میں مسلمان بغیر مشرکوں سے امان لئے مامون نہیں اور ذمی کا تو سرے سے وجود ہی ندارد ہے۔ ہمارے دیار سندھ میں بھی اگرچہ اسلام کا غلبہ زائل ہو چکا ہے، ملاہی شراب میں کشید کی جاتی ہیں، نرد و شطرنج کی بازی ہوتی ہے، رنڈیوں سے ان کی خرچے کی آمدنی میں سے حکومت

ٹیکس وصول کرتی ہیں، مچھروں پر بھاری ٹیکس مقرر ہے۔ چاول وغیرہ سے مسکرات وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں، دکانوں پر بت پرستی ہوتی ہے، کفار کے معابد میں قضاءِ آسمانی میں چراغ روشن ہوتے ہیں، تاکہ کفار کی شہرت قوی رہے، مساجد غیر آباد ہیں، نماز روزہ وغیرہ عبادات کے قیام کی کوشش نہیں ہے۔ مقدمات کے فیصلوں میں مکھیاون کی طرف رجوع ہے۔ اگر کوئی مسلمان قاضی مکھیاون کی مخالفت کرے تو اسے ایذا دی جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں ٹھٹھہ سے جو اس وقت میر فتح علی خان تالپور کے زیرنگین تھا، بندر کراچی کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ اس زمانے میں میر نصیر خان زندہ تھا، گو کراچی میں بہت سی بدعتیں تھی۔ تاہم میر فتح علی خان کی عملداری سے کم تھیں۔ نصیر خان کے انتقال پر جب میر فتح علی خان قلعہ کراچی کا وارث ہوا تو پھر بدعات و کفریات کی وہاں بھی ایسی اشاعت ہوئی کہ اس کے بیان سے دل تنگ اور زبان گنگ ہے۔ تالپوریوں کے عہد میں بہت سے مشرکین نے مسلمان عورتوں سے نسری کی اور بہت سے مسلمان لونڈیاں اور غلام کافروں کے قبضۂ تصرف میں تھے۔ ان سب چیزوں کے باوجود نواب میر فتح علی خان کی عملداری میں گو اہلِ اسلام بہت ہی مغلوب ہوئے ہیں اور کفار حاکمِ مذکور کے اقبال سے بہت سر چڑھ گئے ہیں۔ تاہم اس دیار پر دارالحرب ہونے کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔ اسی طرح ملتان اگرچہ سکھوں کے قبضہ میں ہے اور بندر سورت اور بندر بمبئی پر اگرچہ فرنگیوں کی حکومت ہے تاہم وہ دارالاسلام ہیں۔ کیونکہ وہ شرطیں جن کی بناء پر دارالاسلام دارالحرب بن جاتا ہے۔ وہاں موجود نہیں ہیں۔ ان مقامات پر مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قاضیوں کی عدالت میں طے ہوتے ہیں۔ یہ مقامات دیارِ مسلمین سے اس طرح متصل ہیں کہ ضرورت پر اہلِ اسلام کی مدد پہنچ سکتی ہے۔ اور مسلمان اور ذمی امانِ اسلامی پر وہاں باقی ہیں۔ اگرچہ ٹھٹھہ میں مسلمانوں کا اقتدار ہے اور ملتان، سورت، بمبئی میں کفار کا۔ اس کے بعد مصنف نے ثابت

کیا ہے کہ ان جودھ پوری کافروں کے ساتھ جنگ شرعاً جہاد ہے۔ رہا نیت کا سوال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تمام اعمال کی صحت کیلئے تو اس کا وجود ضروری ہے جو مقصود بالذات ہیں لیکن جو اعمال کہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود لغیرہ ہیں۔ جیسے نماز کے لئے وضو اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد تو ان میں نیت محض حصول ثواب کے لئے شرط ہے، ان اعمال کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود اصلی یعنی اس وضو سے نماز کا ادا ہونا اور اس جہاد سے دین کا بلند ہونا ہر حال میں حاصل ہے۔ خواہ اس وضو اور جہاد میں نیت ہو یا نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت میں ثواب وعقاب کا دارومدار نیت ہی پر ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں مروی ہے:

رب قتیل بین صفین اللہ اعلم بنیتہ اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو سنن نسائی میں ہے کہ:

من غزا فی سبیل اللہ و هو لا ینوی الا عقالا فله ما نویٰ

اور طبرانی میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ایما رجل تزوج امرأۃ فنویٰ ان لا یعطیها من صداقها شیئاً و هو زانٍ و ایما رجل اشتریٰ من رجل بیعا ان لا یعطیه من ثمنه شیئاً مات یوم یموت و هو خائن۔

....

تشحیذ الضحی فی قص اللحی

تالیف: مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے اس رسالہ کا نام تحریر ہے۔ اور نیچے مہر ثبت ہے۔

ورق (۵) پر مصنف کے قلم سے حاشیہ پر اصل کتاب میں اضافہ بھی ہے تشبیہ الضحٰی بھی تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۳۱۲ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے اس رسالہ میں داڑھی کے ایک مشت کم کرنے کی حرمت شرعیہ کو بیان کیا ہے۔

نیل المرام فی حکم المسجد الذی المبنیٰ بالمال الحرام

مؤلف : حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

مال حرام مسجد کی تعمیر میں لگانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

نفائس الفرائد

تالیف : مولانا قاضی عبدالغنیؒ

یہ رسالہ شموس الانوار مؤلفہ الحاج ولی محمد کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(و)

وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے تحریر ہے " وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا للفقیر ابراھیم عفی عنہ" شیخ عبدالرحمٰن احسائیؒ نے گانے بجانے

کے جواز پر ایک رسالہ لکھا تھا، جو مصنف کے رسائل کیساتھ مجلد ہے۔ مصنف کا یہ رسالہ اس کے رد میں ہے۔

---

(۵)

هداية الناس في ابقاء الشعر على الرأس

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھی

میرے خیال میں یہ پورا رسالہ خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جابجا حواشی پر اصل کتاب میں اضافے بھی کئے ہیں۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ سر پر بال رکھنا اور ان کو سر سے نیچے تک چھوڑے رکھنا مسنون ہے۔ اور عزیمت میں داخل ہیں، اور بلا ضرورت سر منڈوانے کی اگرچہ رخصت ہے۔ تاہم چونکہ وہ خوارج کا شعار رہ چکا ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ یہ رسالہ چوتھائی دن سے کچھ زیادہ دیر میں تمام ہو گیا۔ اور مصنف کو خواب و بیداری کے درمیانی عالم میں اس کی تاریخ تالیف انامی قوم الہام ہوئی جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۰۸ھ نکلتا ہے۔

☆ ☆ ☆

سندھ کے مسلم فرمانروا
اور ان کے ادوار

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا۔

عرب دور

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آراء
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا

دولتِ اُمویہ اور ان کی علمی خدمات

اسلام روحانی اقتدار کے باعث اگر چہ زمانہ نبوت اور عہد خلافت راشدہ ہی میں اپنے قدم وادی سندھ میں جما چکا تھا۔ اور ایک حد تک اہل سندھ اسلامی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ سے روشناس بھی ہو چکے تھے۔ لیکن باعتبار غلبہ و قوت کے اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک المتوفی ۹۶ھ کے زمانہ خلافت میں خطہٗ سندھ اسلام کے انوار سے منور ہوا اس لئے ہم اپنے مقالہ کا آغاز ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت سے کریں گے۔ اموی خلفاء

کیا ہے کہ ان جودھ پوری کافروں کے ساتھ جنگ شرعاً جہاد ہے۔ رہا نیت کا سوال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تمام اعمال کی صحت کیلئے تو اس کا وجود ضروری ہے جو مقصود بالذات ہیں لیکن جو اعمال کہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود لغیرہ ہیں۔ جیسے نماز کے لئے وضو اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے جہاد تو ان میں نیت محض حصول ثواب کے لئے شرط ہے، ان اعمال کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود اصلی یعنی اس وضو سے نماز کا ادا ہونا اور اس جہاد سے دین کا بلند ہونا ہر حال میں حاصل ہے۔ خواہ اس وضو اور جہاد میں نیت ہو یا نہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آخرت میں ثواب وعقاب کا دارومدار نیت ہی پر ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں۔ جیسے وہ حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں مروی ہے:

رب قتیل بین صفین اللّٰہ اعلم بنیتہ اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو سنن نسائی میں ہے کہ:

من غزا فی سبیل اللّٰہ و ھو لا ینوی الا عقالا فلہ ما نوی

اور طبرانی میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ایما رجل تزوج امراۃ فنوی ان لا یعطیھا من صداقھا شیئاً و ھو زان و ایما رجل اشتری من رجل بیعا ان لا یعطیہ من ثمنہ شیئاً مات یوم یموت و ھو خائن۔

تشیید الضحی فی قص اللحی

تالیف: مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے اس رسالہ کا نام تحریر ہے۔ اور نیچے مہر ثبت ہے۔

ورق (۵) پر مصنف کے قلم سے حاشیہ پر اصل کتاب میں اضافہ بھی ہے نشیمۃ الضحٰی بھی تاریخی نام ہے جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۱۲ھ نکلتا ہے۔ مصنف نے اس رسالہ میں داڑھی کے ایک مشت کم کرنے کی حرمت شرعیہ کو بیان کیا ہے۔

نیل المرام فی حکم المسجد الذی المبنیٰ بالمال الحرام

مؤلفہ : حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی

مال حرام مسجد کی تعمیر میں لگانے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

نفائس الفرائد

تالیف : مولانا قاضی عبدالغنیؒ

یہ رسالہ شموس الانوار مؤلفہ الحاج ولی محمد کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(و)

وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

سرورق پر خود مصنف کے قلم سے تحریر ہے : وصول الغنا فی تحریم الدفوف مع الجلاجل و الغنا للفقیر ابراھیم عفی عنہ، شیخ عبدالرحمن احسائیؒ نے گانے بجانے

کے جواز پر ایک رسالہ لکھا تھا، جو مصنف کے رسائل کیساتھ مجلد ہے۔ مصنف کا یہ رسالہ اس کے رد میں ہے۔

---

(۵)

ھدایۃ الناس فی ابقاء الشعر علی الرأس

تالیف : مخدوم محمد ابراہیم سندھیؒ

میرے خیال میں یہ پورا رسالہ خود مصنف کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جا بجا حواشی پر اصل کتاب میں اضافے بھی کئے ہیں۔ اس رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ سر پر بال رکھنا اور ان کو سر سے نیچے تک چھوڑے رکھنا مسنون ہے۔ اور عزیمت میں داخل ہیں، اور بلا ضرورت سر منڈوانے کی اگرچہ رخصت ہے۔ تاہم چونکہ وہ خوارج کا شعار رہ چکا ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔ خاتمہ میں مصنف نے تصریح کی ہے کہ یہ رسالہ چوتھائی دن سے کچھ زیادہ دیر میں تمام ہو گیا۔ اور مصنف کو خواب و بیداری کے درمیانی عالم میں اس کی تاریخ تالیف اتفاق قوم الہام ہوئی جس سے اس کا سنہ تالیف ۱۲۰۸ھ نکلتا ہے۔

☆ ☆ ☆

سندھ کے مسلم فرمانروا

اور ان کے ادوار

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر، مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا۔

عرب دور

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آراء
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا

....

دولتِ اُمویہ اور ان کی علمی خدمات

اسلام روحانی اقتدار کے باعث اگرچہ زمانۂ نبوت اور عہد خلافت راشدہ ہی میں اپنے قدم وادی سندھ میں جما چکا تھا۔ اور ایک حد تک اہل سندھ اسلامی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ سے روشناس بھی ہو چکے تھے۔ لیکن باعتبار غلبہ وقوت کے اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک المتوفی ۹۶ھ کے زمانۂ خلافت میں خطۂ سندھ اسلام کے انوار سے منور ہوا اس لئے ہم اپنے مقالہ کا آغاز ولید بن عبد الملک کے دورِ خلافت سے کریں گے۔ اموی خلفاء

کے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ مذہب کی جانب ان کا رحجان کم تھا۔ مگر یہ تاثر صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی علمی چمک دمک کا دور دولت عباسیہ سے شروع ہوتا ہے۔ مثلاً علوم کا کتابی شکل میں مدون کیا جانا اور مسلمانوں کا دیگر اقوام کے علوم حکمت کی جانب متوجہ ہونا۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اموی عہد علم وفن سے محض اجنبی تھا۔ درحقیقت دینی علوم کی بنیاد اس سے بھی قبل عہد رسالت وخلافت میں پڑ گئی تھی۔ اس کے بعد اموی دور میں یہ امانت تابعین و تبع تابعین میں منتقل ہوئی۔ جنہوں نے اس کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ اور اس کی تدوین کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ بڑے بڑے آئمہ تابعین اموی دور کی زینت ہیں۔ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا کتب خانہ اموی دور میں خالد بن یزید بن معاویہ نے قائم کیا تھا۔ ([illegible])

البتہ دیگر اقوام کے علوم خلفاء عباسیہ کی توجہ کا مرکز بنے۔

... .

ولید بن عبدالملک

(عہد حکومت ۸۶ھ/۷۰۵ء ... تا ... ۹۶ھ/۷۱۵ء)

ولید کی نجی زندگی مذہبی تھی تین دن میں ایک قرآن پاک ختم کرنے کی عادت تھی۔ ([illegible])

دوشنبہ اور پنجشنبہ کا پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ رمضان شریف میں روزہ داروں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتا تھا۔ ([illegible])

علماء اور صلحاء میں روپیہ تقسیم کراتا تھا۔ ([illegible])

اپنے دورِ خلافت میں دو مرتبہ سعادت حج سے بہرہ ور ہوا۔ ([illegible])

علمی خدمات :

ولید کے دور میں ملتِ اسلامیہ کی تعلیم و تعلم کا اصل میدان مذہب تھا اور اس کی بنیاد کلام الٰہی پر تھی۔ قرآنی تعلیم کی جانب ولید کی بڑی توجہ تھی۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتا تھا۔ حفاظ قرآن پر عطیہ دیتا تھا۔ اور جو لوگ اس سے غفلت برتتے تھے انہیں سزا دیتا تھا۔ (طبری ص ۱۲۷۱ ج ۸)

ولید ہی کے دور میں حجاج بن یوسف نے اہل عجم کی تعلیمی سہولت کے لئے قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگوائے (فہرست ابن ندیم) ولید نے یکسوئی کے ساتھ علم کی خدمت اور تعلیم و تعلم میں آسانی کے لئے علماء و فقہاء کے وظائف مقرر کئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳)

. . . .

سلیمان بن عبدالملک ؒ

(عہد حکومت ۹۶ھ / ۷۱۵ء تا ۹۹ھ / ۷۱۷ء)

سلیمان فصاحت و بلاغت میں ممتاز، عدل و انصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص و خوگر تھا۔ (تاریخ اسلام اکبر نجیب آبادی ص ۹۱۷)

ذاتی طور سے وہ بڑے اوصاف کا آدمی تھا۔ مورخین اسے "مفتاح الخیر" بھلائی کی کنجی لکھتے ہیں۔ (تاریخ اسلام معین الدین ندوی ص ۳۲۳ بحوالہ ابن اثیر ص ۱۳ ج ۵)

دینی امور سے وابستگی کا ثمرہ ہی تھا کہ سلیمان نے بعض خالص مذہبی اصلاحات نافذ کیں۔ مثلاً اموی خلفاء نماز کو وقت تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔ سلیمان نے اول وقت کا دستور بنایا۔ راگ اور گانے سے سلیمان کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ گانا بجانا جو محفل امراء کی جدت تھی اس کے دور میں ممنوع تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴، تاریخ اسلامی ص ۱۸ ج ۲، اکبر شاہ)

اہم دینی کارنامہ :

سلیمان کا سب سے بڑا کارنامہ جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی جانشینی ہے۔ جنہوں نے اموی حکومت کو خلافت راشدہ کے قالب میں ڈھال دیا۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ خود سلیمان کے بیٹے اور حقیقی بھائی موجود تھے۔ اس لئے یہ کارنامہ ہزار کارناموں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں جو اصلاحات نافذ ہوئیں، ان کی سعادت میں بلاشبہ سلیمان کا حصہ بھی ہے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

۹۹ھ / ۷۱۷ء ..... تا ..... ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ علمی لحاظ سے اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم تھے۔ علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں ان کا یہ مرتبہ تھا کہ اگر سیاسی وقائع نے انہیں تخت خلافت پر نہ بٹھایا ہوتا تو وہ مسند علم کی زینت ہوئے تھے۔ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

كان فقيهاً مجتهداً عارفاً بالسنن كبير الشان ثبتاً حجة حافظاً قانتاً لله اواهاً منيباً۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۵)

فقیہ، مجتہد، ماہر سنت، بلند شان، ثبت، حجت، حافظ، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار، خداترس، رجوع الی اللہ کرنے والے تھے۔

امام نوویؒ کا بیان ہے کہ ان کی جلالت شان، فقاہت علمی، وفور علم، احادیث و آثار نبوی کی اتباع اور خلفاء راشدین کی پیروی پر سب کا اتفاق ہے۔

(تاریخ اسلام ص ۲۲۹ حصہ دوم، معین الدین ندوی)

عمر بن عبدالعزیزؒ کی علمی جلالت شان کے سامنے اکابر علماء طفل مکتب نظر آتے تھے۔ میمون بن مہرانؒ کا (جو خود ایک بلند پایہ صاحب علم تابعی ہیں) بیان ہے کہ علماء عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے تلامذہ معلوم ہوتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۰۶ ج: ۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی توجہ اسلامی حکومت کے حدود میں توسیع کی بجائے اسلام کی توسیع و اشاعت پر مرکوز تھی۔ اور انہوں نے اس پر اپنی پوری توجہ صرف کردی تھی۔ چنانچہ اس کے لئے ہر طرح کے مذہبی و اخلاقی ذرائع اختیار کئے۔ فوجی افسروں کو ہدایت تھی کہ رومیوں کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے دیں۔ تمام عمال کو حکم تھا کہ وہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ جو ذمی اسلام قبول کرلیں ان کا جزیہ معاف کردیا جائے۔ اس سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔ صرف جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان کے ہاتھ پر ۴۰۰۰ ذمی مسلمان ہوئے اور اسماعیل بن عبداللہ والی مغرب کی تبلیغ سے سارے شمالی افریقہ میں اسلام پھیل گیا۔ سندھ کے حکمرانوں اور زمینداروں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ ان میں سے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان سب کی جائیدادیں اور زمینیں ان کے قبضہ میں رہنے دی گئیں اور انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق عطا کئے گئے۔ راجہ داہر کا فرزند جے سنگھ بھی انہیں لوگوں میں تھا۔

(تاریخ اسلام ص ۲۲۶ حصہ دوم شاہ معین الدین ندوی۔ تاریخ سندھ ص ۱۲۳۹ ج: عبدالحق قدوسی)

تعلیمی خدمات اور علماء کی قدر دانی :

[illegible] زمانہ کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کے دربار میں شعراء اور ظرفاء کی جگہ علماء و ارباب فضل و کمال کا مجمع رہتا تھا۔ دور دراز سے علماء اور فقہاء کو بلاکر ان کی قدر افزائی کرتے تھے۔ خلافت کے دور میں وہی آپ کے مشیر و جلیس تھے۔ ان حضرات میں میمون بن مہران،

رجاء بن حیوۃ، رباح بن عبیدۃ، سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب القرظی اور سعید بن مسیب کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مذہبی امور میں سعید بن مسیبؒ سے ضرور مشورہ فرماتے تھے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۲۶، شاہ معین الدین ندوی)

مذہبی تعلیم کی اشاعت کی جانب آپ کی خاص توجہ تھی۔ قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہئے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں۔ تعلیم کے لئے حلقۂ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان جائیں۔ کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک خزانہ نہ بن جائے۔ ایک اور عامل کو لکھا کہ اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں۔ کیونکہ حدیثیں مردہ ہو رہی ہیں۔ محض ان کی اشاعت نہیں ہو رہی۔ رفتہ رفتہ بھلا دی جائیں گی۔ جو علماء اس مقدس فرض میں مشغول تھے۔ آپ نے انہیں فکر معاش سے بے نیاز کر دیا تھا۔ حمص کے گورنر کو لکھا کہ جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے، بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کر دو تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ اس خدمت کو انجام دے سکیں۔ تعلیم کی اشاعت کے لئے طلباء کے وظائف مقرر کئے۔ مختلف ملکوں میں تعلیم کے لئے علماء بھیجے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مشہور غلام حضرت نافعؒ کو جو مدینہ طیبہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، حدیث کی تعلیم دینے کے لئے مصر بھیجا۔

یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد کو بدوؤں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا۔ تعلیم کے ساتھ ارشاد و ہدایت کے لئے تمام ممالک محروسہ میں واعظ اور مفتی مقرر کیے۔ چنانچہ حیان ابوالنضر اسودی اسکندریہ کے واعظ تھے۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۳۰، شاہ معین الدین ندوی)

یزید بن عبدالملکؒ

(۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ / بمطابق ۷۱۹ء تا ۷۲۴ء)

ہشام بن عبدالملکؒ

(۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ / بمطابق ۷۲۴ء تا ۷۴۳ء)

ذاتی اوصاف :

ہشام تدبیر و سیاست، بیدار مغزی، اولوالعزمی، حوصلہ مندی وغیرہ اوصاف جہانبانی میں بنو امیہ کے ممتاز خلفاء میں تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ وہ دقیق النظر، منتظم، کفایت شعار، امور مملکت میں بیدار مغز، رعایا کی سیاست میں بڑا باتدبیر تھا۔ سلطنت کے جملہ کام خود کرتا تھا۔ اس کی نگاہ سے کوئی چیز مخفی نہ رہتی تھی۔ (مروج الذہب ص ۱۹۱ ج ۲)

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ وہ بڑا عاقل، حلیم، عفیف اور پاک باز تھا۔

(آداب سلطانیہ ص ۱۱۷)

ہشام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلم و تدبر اور عبدالملک کی سیاست اولوالعزمی کا امین تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنو امیہ میں ان تینوں پر سیاست و تدبر کا خاتمہ ہو گیا۔ (مروج الذہب ص ۲۱۸ ج ۲)

مذہبی خدمات :

ملک داری و ملک گیری کے کارناموں کے ساتھ ہشام نے مذہبی خدمات بھی انجام دیں۔ وہ راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ مذہب میں کسی ایسی بدعت کو پسند نہ کرتا تھا جس سے عقائد میں رخنہ پیدا ہو۔ اس قسم کے خیالات کا مناسب سختی سے تدارک کرتا

تھا۔

مشہور قدری غیلان بن یونس نے ہشام کے زمانہ میں عقیدہ "قدر" کا اظہار کیا تو اس نے اسے قتل کرا دیا۔ اسی طرح ایک اور شخص جعد بن درہم نے خلق قرآن کا مسئلہ چھیڑا تو ہشام نے اسے بھی قتل کرا دیا۔

(تاریخ اسلام ص: ۴۹۳، ج ۲ معین الدین ندوی بحوالہ ابن اثیر ص: ۹۶-۱۰۰ ج ۵)

علمی خدمات :

ہشام کو علم وفن سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس نے امام زہریؒ سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۵ ج ۱)

علاوہ ازیں دیگر اقوام کے علوم میں فارسی کی ایک اہم کتاب کا جو ایرانیوں کے بہت سے علوم وفنون اور ان کے بادشاہوں کے حالات اور سیاسی وقائع پر مشتمل تھی۔ ترجمہ کرایا تھا۔ (تاریخ اسلام معین الدین ندوی حصہ دوم ص ۴۹۳ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۰۲ حصہ ۱)

. . . .

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۳ء تا ۷۴۴ء

ولید ایک برس تین ماہ خلیفہ رہنے کے بعد مقتول ہوا، بنو امیہ کے درمیان یہ آپس کی خانہ جنگی تھی، جس کے بعد خاندانِ بنو امیہ مسلسل مبتلائے مصائب رہ کر بربادی کی نذر ہو گیا اور پھر دم بدم ان پر تباہی نازل ہوتی رہی۔ (تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۱۰۵ ج ۲)

. . . . .

یزید بن ولید بن عبدالملک المعروف بہ یزید الناقص

سنہ ۱۲۶ھ بمطابق ۷۴۳ء

یزید بن ولید المعروف بہ یزید الناقص اپنے اخلاق و قابلیت کے اعتبار سے بڑے نیک تھے لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ چھ ماہ سے کچھ کم دن مسند خلافت کو رونق دی اور چل بسے۔ (تاریخ اسلام ص ۵۰ ج ۲ اکبر شاہ)

. . . . .

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

سنہ ۱۲۶ھ تا سنہ ۱۲۷ھ بمطابق ۷۴۴ء تا ۷۴۵ء

ابراہیم بن ولید کی خلافت کے متعلق مورخین کا اختلاف ہے بعض ان کو خلیفہ سمجھتے ہیں اور بعض خلفاء میں ان کا شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی خلافت کو پورے طور پر تمام عالم اسلام میں قبول نہیں کیا گیا۔ (تاریخ اسلام: اکبر شاہ نجیب آبادی: ص ۱۵۰، ج ۲)

. . . . .

مروان ثانی بن محمد بن مروان الملقب بہ حمار

سنہ ۱۲۷ھ تا سنہ ۱۳۲ھ بمطابق ۷۴۵ء تا ۷۴۹ء

مروان کا پورا زمانہ شورش و انقلاب اور جنگ و جدال میں گزرا۔ اس لئے اس کے دور میں بنو امیہ کے زوال اور خاتمے کی سرگزشت کے علاوہ اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔
(تاریخ اسلام ص ۳۲۸ حصہ سوم جلد نمبر ۱ شاہ معین الدین ندوی)

عہد بنو امیہ پر اجمالی تبصرہ:

سندھ میں بنو امیہ کی حکومت تقریباً چالیس برس قائم رہی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں

سندھ میں خالص اسلامی حکومت تھی۔ ان کے دورِ حکومت میں اسلام کو سندھ میں خاص فروغ حاصل ہوا اور ان کے طرزِ حکومت کی بہتری کی وجہ سے سندھ کے مقامی باشندوں کو اسلام سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں تھی۔ بلکہ لوگ اسلامی مساوات و رواداری کو دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور ان کے زمانہ میں اسلامی اخوت کی وجہ سے قومی و نسلی تعصبات کے جذبات بہت کم سر اٹھا سکے۔

(تاریخ سندھ ص ۱۵۳ ج ۱، قدوسی)

اُموی دور کے فقہاء :

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی سندھ کا کچھ علاقہ اسلامی قلمرو میں آچکا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۳۰، معجم البلدان ص ۱۹۱ ج ۲، جمہرۃ الانساب العرب ص ۲۹۶، معارف مرا (۱۳۸۶ھ))

دربارِ خلافت سے ان علاقوں میں اسلامی قوانین کے اجرا و نفاذ کے لئے جن جن حضرات کا انتخاب عمل میں آیا ہوگا وہ یقیناً ممتاز اہلِ علم و فضل ہوں گے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا۔ چنانچہ ایک طویل خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں :

ایہا الناس انی اشہدکم علی امراء الامصار۔ انی لم ابعثہم الا لیفقہوا الناس فی دینہم۔ (کتاب الخراج ص ۱۸۸)

ترجمہ : "لوگو میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مختلف علاقوں میں جو گورنر مقرر کیے ہیں، انہیں صرف اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو تفقہ فی الدین کی تعلیم دیں"۔

ایک دوسرے خطبہ میں مزید وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں :

"انی و اللہ ما ابعث الیکم عمالی لیضربوا ابشارکم ولا لیاخذوامن اموالکم و لکنی ابعثھم الیکم لیعلموا دینکم و سنۃ نبیکم"۔

(کتاب الخراج ص ۱۱۵)

ترجمہ: واللہ میں نے اپنے حکام تمہارے پاس اس واسطے نہیں بھیجے کہ تمہاری کھال پھوڑیں اور تمہارے مال ہڑپ کر جائیں بلکہ انہیں اس واسطے بھیجا ہے کہ تم کو دین سکھائیں اور تمہیں سنت نبویہ ﷺ کی تعلیم دیں۔

اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ فاتح سندھ محمد بن قاسم ثقفیؒ نے جو جو شہر فتح کئے ہوں گے اور وہاں کا نظم ونسق برقرار رکھنے اور قوانین شرعیہ جاری کرنے کے لئے جن جن افراد کا انتخاب کیا ہوگا وہ یقیناً علم وفضل کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے حامل ہوں گے۔ ہمارے اس دعوی کی تائید ارباب تاریخ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ اور ، ارور کی فتح کے بعد وہاں کی قضاء وخطابت کا عہدہ حضرۃ موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی کو تفویض ہوا۔ موصوف مشہور فقیہ اور حدیث میں ماہر تھے۔ کچھ عرصہ تک پورے سندھ کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۵، فقہائے ہند ص ۲۳ ج ۱)

اسی طرح برہمن آباد کی امارت وداع بن حمید نجدیؒ کے سپرد ہوئی۔

(تحفۃ الکرام ص ۹۶)

اور قلعہ راوڑ کی نیابت نوبہ بن وارثؒ کے حوالے کی گئی۔ (تحفۃ الکرام ص ۹۶)

کورج کے منصب امارت سے ہذیل بن سلیمان الازدی کو سرفراز کیا گیا۔ (یہ کورج "شاید" لفظ "کیرج" کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو گجرات کے "کیرہ" کا معرب سمجھا جاتا ہے لیکن محمد بن قاسم نے یہ کیرج فتح نہیں کیا تھا۔ ہذیل بن سلیمان ازدی کو صرف کچھ کی سرحدوں پر مامور کیا گیا تھا جو کیرج کے بادشاہ کے زیر اقتدار تھیں۔ (دیکھئے تحفۃ الکرام ص ۴۷)

دیبل کی حکومت حنظلہ بن ابی نباتہ کلابیؒ کے سپرد ہوئی۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۲)

الور کا حاکم احنف بن قیس بن رواح اسدیؒ کو مقرر کیا (تحفۃ الکرام کے حاشیہ ص ۱۵ پر بحوالہ چچ نامہ ص ۲۲۴،۲۲۵ اس کی تردید کی گئی ہے لکھا ہے "اروڑ" "الور" کی گورنری پر احنف بن قیسؒ نہیں بلکہ اس کی اولاد میں سے ایک آدمی رواح بن اسد کو مامور کیا گیا تھا)

حضرت یزید بن ابو کبشہ جبریل بن یسارؒ کو عہد اموی میں امارت سندھ پر مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن زندگی کے دن گنے جا چکے تھے۔ سندھ آنے کے اٹھارہ دن بعد ۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (فقہاء سندھ ص ۲۵، ج ۱)

خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے زمانہ خلافت میں ابن اُسید بن اخنس بن شریق ثقفی تابعی رحمہ اللہ کو بھی سندھ کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ (فقہاء سندھ ص ۲۳، ج ۱)

عمرو بن مسلم باہلیؒ نہایت نیک سرشت فاضل بزرگ تھے۔ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز امویؒ نے موصوف کو سندھ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ عمرو بن مسلم کے حُسن اخلاق اور سیرت و کردار کی بلندی سے متاثر ہو کر اکثر راجگان سندھ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(فقہاء سندھ ص ۷۹، ج ۱)

یزید بن حاتم بن قبیصۃ بن مہلب مہلبی بن ابو صفرۃ ازدی عتکی رحمہ اللہ۔ یزید موصوف بھی کچھ عرصہ سندھ پر والی رہے۔ (فقہاء سندھ ص ۲۵، ج ۱)

حکم بن عوانہ بن عیاض بن وزر بن عبدالحارث تابعیؒ تھے، جو ہشام بن عبدالملکؒ کے زمانہ خلافت میں والئ سندھ بن کر آئے اور سندھ ہی میں ۱۲۱ھ کو شہید کیے گئے۔

(فتوح البلدان ص ۴۳۰ بحوالہ فقہائے سندھ ص ۱۷، ج ۱)

☆ ☆ ☆

دولتِ بنو عباس اور ان کی علمی خدمات

ہمارے مورخین نے خلفاء عباسیہ کے شبستان عیش کے پُر اسرار واقعات کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا ہے کہ اس کی صدائے بازگشت نے ان کے شاندار کارناموں کو گوش آشنائے عالم نہیں ہونے دیا۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے تصویر کے دوسرے رخ سے نقاب کشائی کی زحمت ہی گوارا نہیں فرمائی۔ حالانکہ اسلامی تاریخ میں علوم وفنون کی تدوین کا آغاز اسی علم دوست حکومت کے زمانہ میں ہوا اور اسی کے عہد میں معراج کمال کو پہنچا۔ حدیث اور سیرت ومغازی اور تاریخ وطب وغیرہ کی دو چار کتابیں دولت امویہ میں بھی تالیف وترجمہ ہوئیں۔

لیکن اس کو علمی سلسلہ کی کوئی اہم کڑی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس سنہرے کام کا مستقل آغاز اور کمال عباسی دور کا مرہونِ منت ہے۔ امت اسلامیہ کی ساری دماغی ترقیاں، علمی کاوشیں اور اجلہ علماء اور اہل علم وفضل کے بہترین ذخائر عہد عباسیہ کی یادگار ہیں۔ ان کا پایۂ تخت بغداد مدینۃ العلم ہے جہاں بلا امتیاز ہر فن کے صاحب کمال لوگوں کا اجتماع رہتا تھا اور جس سے ساری دنیائے اسلام کے تشنگان علم سیراب ہوتے تھے۔ یہ شہر دنیا کا بے نظیر دار العلوم بن گیا۔ جہاں بیسیوں یونیورسٹیاں اور بکثرت دار العلوم قائم ہوئے۔ یہاں کی جامعات علوم کا مرکز بن گئیں۔ مفسرین، محدثین وغیرہ رات دن تعلیم وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف سفاح

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ بمطابق ۷۴۹ء تا ۷۵۳ء

ذاتی صفات :

سفاح حلیم، باوقار، عاقل، مدبر، فیاض اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا۔

(تاریخ اسلام ج ۳ صفحہ ۔ معین الدین ندوی)

فیاضی اور سیر چشمی کا وصف نمایاں تھا۔ علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے کہ وہ جو وعدہ کر لیتے تھے۔ فوراً اسی مجلس میں اس کا ایفاء کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱)

۔۔۔۔

ابوجعفر عبداللہ الملقب بہ منصور

۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ بمطابق ۷۵۳ء تا ۷۷۵ء

ذاتی اوصاف :

عباسی خلفاء میں منصور سب سے زیادہ باعظمت خلیفہ تھا۔ عباسی خلفاء میں اس کی وہی حیثیت تھی کہ جو اموی خلفاء میں عبدالملکؒ کی تھی۔ وہ عقل و دانش، سیاست و تدبر، جرأت و دلیری، ہمت و استقلال اور سطوت و جبروت کا پیکر تھا۔ تمام مؤرخین اس کے اوصاف و کمالات کے معترف ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ منصور حزم و احتیاط، صائب رائے، حسن تدبیر اور وقار و تمکنت کے لحاظ سے دنیا کے عظیم ترین سلاطین میں سے تھا۔ مؤرخ مسعودی کا بیان ہے کہ منصور خوبی تدبیر اور حسن سیاست کے اوج کمال پر فائز تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ :

"منصور ہیبت و شجاعت اور سطوت و جبریت کے لحاظ سے بنوعباس کا

سب سے بڑا آدمی تھا"۔ (تاریخ اسلام ص ۵۴، ج ۱)

یعقوب اکبر شاہ نجیب آبادی : منصور ادب و فقہ کا عالم کامل تھا۔

(تاریخ اسلام ص ۱۸۱، حصہ دوم)

علمی خدمات :

اموی دور میں مذہبی اور اسلامی علوم کے بلند مرتبہ علماء پیدا ہوئے اور ان میں بعض نے کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اموی دور میں علماء کی علمی سعی و کاوش صرف مذہبی علوم کے درس و تدریس اور نقل و روایت تک محدود رہی۔ تالیف و تصنیف اور دیگر اقوام اور زبانوں کے علوم کا مذاق منصور کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ حدیث، تفسیر، فقہ اور مغازی و سیرت کی تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا اور امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ مدون فرمائی۔ ابن اسحاقؒ نے مغازی مرتب کئے ان کے علاوہ ابن ابی عروبہ، حماد بن سلمہؒ نے بصرہ میں، معمرؒ نے یمن میں، سفیان ثوریؒ نے کوفہ میں اور ہشیمؒ، لیث، ابن لہیعہؒ، ابن مبارکؒ، امام ابو یوسفؒ اور ابن وہبؒ وغیرہ محدثین و فقہاء نے اپنے اپنے علاقوں میں حدیث و فقہ کی تدوین و ترتیب کی جانب توجہ دی۔ اس کے علاوہ ادب و تاریخ پر بھی بلند پایہ علمی کتابیں منصوری دور کی یادگار ہیں۔ اسلامی علوم کے علاوہ منطق و فلسفہ، نجوم، طب وغیرہ دیگر علوم میں بکثرت کتابیں لکھیں گئیں۔ (تاریخ [illegible])

غرضیکہ اسلامی علوم کی تدوین و اشاعت کے لحاظ سے خلافت عباسیہ کے دوسرے تاجدار کا عہد خلافت تاریخ اسلام میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق منصورؒ نے سب سے پہلے عربوں کو ... اور عجمی مشاغل میں مصروف کیا اور اس نے جا بجا قانون و ادب کے مدرسے کھولے۔ ([illegible] ص ۲۲۲)

محمد بن منصور الملقب بہ مہدی

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ بمطابق ۷۷۵ء تا ۷۸۵ء

ذاتی اوصاف :

مہدی ذاتی اوصاف کے لحاظ سے بھی اخلاق حسنہ کا مجموعہ تھا۔ بڑا ہی نرم خو اور متحمل مزاج تھا۔ عفو ودرگزر اس کی خصوصیت تھی۔

(تاریخ اسلام ص ۹ ج ۳ حصہ دوم معین الدین ندوی)

علمی حیثیت :

علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا۔ لیکن اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوئی تھی اور اسے اہل علم کی صحبت مرغوب تھی۔ حدیث میں خاصا درک رکھتا تھا۔ اپنے والد اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کرتا تھا۔ ارباب علم کا بڑا قدر دان تھا اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵ تاریخ اسلام ندوی ص ۸۲ ج ۳ حصہ دوم)

علمی خدمات :

مذہبی اصلاح کے لئے مہدی نے بعض مفید علمی خدمات انجام دیں اور الحاد وزندقہ کے تدارک کے لئے علماء کو مناظرانہ کتب کی تالیف کا حکم دیا۔ جن سے علم کلام کی بنیاد پڑی۔ اس طرح اس عظیم الشان فن کی بنیاد کا طرۂ امتیاز جو مسلمانوں کے لئے سرمایۂ فخر ہے مہدی کے سر ہے۔ علم کلام کے علاوہ بعض ادبی کتب بھی لکھوائیں۔ چنانچہ مفضل ضبی نے مہدی کے حکم سے امثال وایام عرب پر ایک کتاب لکھی۔

(طبری ص ۵۲۳ ج ۱۰ تاریخ اسلام معین ندوی)

موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ھادی

١٦٩ھ تا ١٧٠ھ بمطابق ٧٨٥ء تا ٧٨٦ء

ہادی جملہ اوصاف جہاں بانی سے متصف تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے دبدبہ اور جبروت کا خلیفہ تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص:٢٨٣)

اور اچھا علمی ذوق رکھتا تھا۔ سیوطی لکھتے ہیں:

کان فصیحا قادرا علی الکلام ادیبا۔

ترجمہ: موسیٰ فصیح، قادر الکلام اور ادیب تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص:٢٠ ج ٢)

. . . .

ابو جعفر ہارون بن محمد الملقب بہ رشید

١٧٠ھ تا ١٩٣ھ بمطابق ٧٨٦ء تا ٨٠٩ء

ہارون الرشید دولت بنو عباس کا گل سر سبد اور اس کا عہد دولت عباسیہ کا اوج شباب تھا۔ مسند نشینی کے پہلے سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ علمی تمدنی سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی۔

علم و فن اور اہل علم و اصحاب کمال کا بے حد قدر دان تھا۔ ہارون پہلا خلیفہ ہے جس نے امام مالک سے سماع حدیث کے لئے مدینہ کا سفر کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ٢٩٧، حیرت ناک نمبر ۵ جلد ٢٠)

دولت عباسیہ میں علم و فن کے سلسلہ کا آغاز ابو جعفر منصور سے ہو چکا تھا۔ ہارون نے اس کو زیادہ ترقی دی اور بیت الحکمۃ کے نام سے تالیف و تراجم کا ایک ادارہ قائم کیا اور اس میں بیش قرار تنخواہوں پر علماء مترجمین مقرر کر کے ان سے یونانی، فارسی اور دوسری

زبانوں کی متعدد مفید اور اہم کتب ترجمہ کرائیں۔ (تاریخ اسلام ص ۳۳۱ حصہ سوم ندوی)

محمد الامین بن ہارون الرشیدؒ

۱۹۳ھ تا ۱۹۳ھ ۸۰۹ء تا ۸۰۹ء

امین اگرچہ علمی ذوق کا حامل تھا اور نحو و ادب اور شعر و سخن میں اسے مہارت حاصل تھی۔ مگر زیادہ تر لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ زیب و زینت اور آرائش کے کام اس کی خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔ (تاریخ اسلام ص ۲۵۷ ج ۲ اکبر شاہ نجیب آبادی)

ابو العباس عبداللہ بن ہارون الملقب بہ مامونؒ

۱۹۳ھ ۲۱۸ھ ۸۰۹ء تا ۸۳۳ء

ذاتی اوصاف :

مامون ایک آزاد مشرب انسان تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور معتزلہ مکتب فکر کے علماء کی صحبت نے اس کے خیالات کو پراگندہ کر دیا تھا۔ خلق قرآن اور دوسرے واہی تباہی عقیدے اسی روشن خیالی کا فیض تھے۔

علمی زندگی :

عباسی خلفاء کی تاریخ میں ایسا صاحب علم خلیفہ کوئی نہیں نکلا۔ علمی اعتبار سے وہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا اور اس کا شمار اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ سیوطی کا بیان ہے کہ :

"کان المامون امّاراً بالعدل فقیہ النفس یعد من کبار العلماء"۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱۔۳ سیوطی)

ان کمالات کے علاوہ وہ علم دوست اور علماء پرور تھا۔ علامہ ابن صاعد اندلسی اور علامہ چلپی لکھتے ہیں کہ جب حکومت کی زمام اقتدار مامون کے حوالے ہوئی تو اس نے اپنے دادا منصور کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور علوم فنون کو ان کے مخفی مراکز و معادن سے نکالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ (تاریخ اسلام ص ۶۰ تاریخ اسلام حصہ سوم ندوی)

.....

ابو اسحاق محمد بن ہارون الملقب بہ معتصم باللہؒ

۸۳۳ء تا ۸۴۲ء مطابق ۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

معتصم باللہ قوی دل، بہادر، بڑی عظمت و ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ (تاریخ الخلفاء) مگر اپنے اسلاف کے برعکس علم و فن کے جوہر سے بالکل تہی دامن تھا۔ معمولی نوشت و خواند سے زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ مزاج میں سادگی تھی اور بے تکلف خلیق انسان تھا۔ لیکن حکومتی جاہ و جلال اور شان و شوکت سے اس کو بڑی دلچسپی تھی۔

.....

ابو جعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہؒ

۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۱ء تا ۸۴۶ء

واثق نہایت خوش رو اور خوش اندام شخص تھا۔ علوم میں مامون کا جانشین تصور کیا جاتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے اجلہ و افاضل خلفاء میں تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ واثق اپنے علم و فضل کی بناء پر مامون اصغر کہلاتا تھا۔ مامون نے عربی و غیر عربی علوم کو باہم خلط ملط کر دیا تھا۔ لیکن واثق نے عربی علوم کے حدود بالکل الگ رکھے۔ (تاریخ اسلام ص ۹۰ حصہ سوم ندوی)

جعفر بن معتصم الملقب بہ متوکل علی اللہ

۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ بمطابق ۸۴۷ء تا ۸۶۱ء

ذاتی حالات :

متوکل علمی حیثیت سے کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ تاہم احادیث نبوی ﷺ سے شغف رکھتا اور شعر و سخن کا بڑا رسیا تھا۔ اس سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے متوکل کے پیشرو تمام خلفاء مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے۔ دولت عباسیہ میں متوکل پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے شافعی مسلک اختیار کیا۔ امام موصوف سے متوکل کو عشق اور بڑی محبت و عقیدت تھی۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش! میں ان کے زمانے میں ہوتا۔ تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔

(تاریخ اسلام ص ۲۹۴ از شاہ معین الدین احمد ندوی)

متوکل نہایت راسخ العقیدہ تھا۔ امام شافعی کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے اس کو سنت رسول ﷺ سے بڑی شیفتگی تھی۔ اس کا ایک اہم کارنامہ سنت نبوی ﷺ کا احیاء اور احادیث کی اشاعت ہے۔ اشاعت احادیث کے جذبہ سے محدثین کو سامرہ بلا کر انہیں گراں قدر انعامات دیئے۔

محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں حلقۂ درس قائم کیا۔ جس میں تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے اور ان کے بھائی جامع منصور میں مسند نشین تھے۔ ان کا حلقہ بھی اسی کے لگ بھگ ہوتا تھا۔ (تاریخ اسلام ص ۲۹۵ از حصہ سوم معین الدین ندوی)

دولتِ بنو عباس کے فقہاء

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنیؒ :

سندھ کے فقیہ اور عالم تھے۔ تبع تابعی تھے، انہوں نے بہت سے تابعین سے سماعِ حدیث کا شرف حاصل کیا۔ امام نسائی نے اپنی سنن میں امام موصوف سے روایت کی ہے۔ امام ابو زرعہ انہیں صدوق قرار دیتے ہیں۔ ابو معشر مغازی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ امام احمد بن حنبل انہیں مغازی کا ماہر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کان بصیرًا بالمغازی۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو معشر سندھی تھے۔ زبان میں لکنت کے باعث صحیح تلفظ سے قاصر تھے۔ آخر عمر میں حافظہ میں تغیر آ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے بعض علماء جرح و تعدیل نے ان پر کلام کیا ہے۔ امام موصوف کا رنگ سرخ، آنکھیں نیلگوں اور جسم بھاری بھرکم تھا۔ رمضان المبارک ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی علمی اہمیت اور خلفاء کے نزدیک ان کی عزت و احترام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی موت پر حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بغداد کے مقبرۂ کبیر میں دفن کئے گئے۔ ([illegible])

شیخ ابو تراب :

شیخ ابو تراب معروف سالار [illegible] دولت عباسیہ کی طرف سے سندھ کے حاکم تھے۔ آپ [illegible] تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کا مزار موضع گجو اور موضع گوری کے درمیان [illegible] کے فاصلے پر واقع ہے۔ لوح مرقد کے کتبہ پر تاریخ وفات ۱۷۱ھ کندہ ہے۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۳۱)

ہباری دور

مورخین دولت عباسیہ کی تاریخ کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں :

(۱) دور عروج (۲) دور زوال

عباسی دور کے آغاز سے معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ تک ان کا دور عروج ہے۔ اور واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ سے آخر تک دور زوال ہے۔ عروج وزوال کے لحاظ سے یہ تقسیم بالکل درست ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معتصم باللہ کے بعد دولت عباسیہ کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ خلفاء کی عدم توجہ اور غفلت وبالغرور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض قبائل نے خودمختار ریاستوں کی داغ بیل ڈالی۔ جس میں سندھ کا ہباری خاندان جو دراصل عربی النسل تھا، سر فہرست ہے۔

ہباریوں کی سندھ میں آمد :

والی عراق خالد بن عبداللہ کے حکم سے ۱۰۵ھ میں حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا حاکم بنایا گیا۔ یہ ہشام بن عبدالملک اموی کا دور خلافت تھا۔ اسی کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری سندھ آیا تھا۔ علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے :

وكان جد عمر هذا ممن قدم السند مع الحكم بن عوانة الكلبي۔

(فتوح البلدان ص ۴۳۲)

ترجمہ : اس عمر کا دادا منذر بن زبیر، حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ آیا تھا۔

سندھ میں ہباریوں کی پہلی کامیابی :

خلیفہ واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ کے زمانہ میں عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے

عصبیت کی رو پیدا کردی۔ عمران بن موسیٰ برکیؒ والئی سندھ نے یمانیوں کا ساتھ دیا اور عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ حجاز کے نزاریوں کا طرف دار تھا۔ عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ نے سندھ کے عباسی حاکم عمران بن موسیٰ برکیؒ سے کھل کر مقابلہ کیا جس کا انجام عمران کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں :

ثم وقعت العصبیة بین النزاریة و الیمانیة فسار الیه عمر بن عبد العزیز الهباری فقتلهٗ و هو غار۔ (فتوح البلدان ص ۴۳۲)

ترجمہ : سندھ میں آباد نزاری اور یمنی عربوں میں عصبیت پھوٹ پڑی جس میں عمران یمنیوں کا طرفدار بن گیا یہ دیکھ کر عمر بن عبدالعزیزؒ اس کے مقابلہ کے لئے نکلا اور عمران کو قتل کردیا۔ اس حال میں کہ وہ غار میں تھا۔

سندھ میں ہباریوں کی حکومت :

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ کا والی ہارون بن خالد ۲۴۰ھ میں فوت ہوا تو عمر بن عبدالعزیزؒ ہباری نے جو کہ سندھ پر پہلے سے اثر انداز ہو چکا تھا، دربار خلافت میں لکھا کہ مجھے سندھ کی ولایت دی جائے تو میں بہت اچھا کام کروں گا۔ خلیفہ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور سندھ کی ولایت اس کے حوالے کردی۔

(تاریخ یعقوبی ص ۹۹ ج ۲ رجال السند والہند ص ۱۸۰)

یعقوبی کے اس بیان سے اتنا تو معلوم ہوگیا کہ متوکل باللہ کے دور میں ہی خاندان ہباری کا اقبال سندھ میں شروع ہو چکا تھا اور مرکز خلافت سے ان کو حکومت کا پروانہ مل چکا تھا۔ البتہ خود مختاری ابھی تک نہ مل سکی تھی۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ص ۸۹)

لیکن سنہ ۲۴۷ھ میں قتل متوکل باللہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہباریؒ نے آزاد اور خود مختار حکومت کا اعلان کردیا تھا۔ علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں :

عمر بن عبد العزیز بن المنذر صاحب السند ولیھا فی ابتداء الفتنۃ

اثر قتل المتوکل۔ (جمہرۃ انساب العرب)

ترجمہ: عمر بن عبد العزیز بن المنذر حاکم سندھ متوکل کے قتل کے بعد اٹھنے

والے فتنوں کے شروع میں سندھ کا حاکم بنا۔

دولت ہباریہ اور ان کی علمی خدمات:

خاندان ہباری نے پورے جاہ و جلال کے ساتھ ایک سو ستر سال سرزمین سندھ کو

اپنی حکمرانی کا شرف بخشا اور بالآخر سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں مسند اقتدار کو آخری سلام

کہنا پڑا۔ علامہ ابن حزم المتوفی ۴۵۶ھ نے لکھا ہے:

و تداول ولادہٗ ملکھا الی ان انقطع امر ھم فی زماننا ھذا ایام محمود

بن سبکتگین صاحب ماوراء النھر من خراسان۔ (جمہرۃ انساب العرب ص ۴۱۸)

ترجمہ: عمر بن عبد العزیزؒ کی اولاد سندھ پر حکمران رہی یہاں تک کہ ہمارے

زمانہ میں یعنی سلطان محمود غزنوی ان کی حکومت ختم ہوگئی۔

ہباریوں کا پورا دور حکومت دینی اور مذہبی اعتبار سے بہت ہی شاندار تھا۔ وہ

مسلکاً امام داؤد ظاہری کے پیروکار، پکے سنی اور خلافت عباسیہ کے طرفدار تھے۔ سندھ کے

مشہور قاضی ابن ابی الشوارب کے خاندان سے بھی ان کے تعلقات قرابت تھے۔ چنانچہ

علامہ مسعودی کا بیان ہے:

و بین ملوک المنصورۃ و ابن ابی الشوارب القاضی قرابۃ و صلۃ و نسب

(مروج الذہب ص ۱۶۸ ج ۱ از سندھ تاریخ کے آئینہ میں)

ترجمہ: منصورہ کے بادشاہوں اور قاضی بن ابی شوارب کے خاندان میں

قرابت نسبی رشتہ اور تعلقات ہیں۔

دولت ہباریہ میں نظام تعزیرات :

ہباریوں کے یہاں باقاعدہ عہدۂ قضا قائم تھا جہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا۔ حدود و تعزیرات جاری ہوتی تھیں اور پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے۔ ابودلف اپنے زمانے کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھتا ہے، یہ حاکم حدود شرعیہ جاری کرتا تھا۔ (ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۱۳۲)

. . . .

ہباری دور کے فقہاء

محمد بن ابی الشوارب :

امام محمد بن ابی الشوارب منصورہ سندھ کے قاضی تھے ۲۸۳ھ میں عراق سے سندھ تشریف لائے۔ جلیل القدر اصحاب حدیث اور ارباب فقہ میں شمار تھا۔ موصوف صرف چھ ماہ تک منصورہ کے منصب قضاء پر فائز رہے اور اسی سال ۲۸۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا قاضی محمد بن ابی الشوارب کے بعد ان کے بیٹے علی بن محمد کو منصورہ کی قضاء کا قلمدان سونپا گیا۔ امام موصوف کا خاندان چوتھی صدی ہجری کی ابتداء تک منصورہ میں موجود تھا۔

(فقہائے ہند ص ۹۲ ج ۱)

احمد بن محمد منصوری :

امام ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری سندھی چوتھی صدی ہجری کے بہت بلند پایہ محدث تھے۔ سندھ کے قدیم علمی مرکز منصورہ کی قضاء کا قلمدان آپ کے سپرد تھا۔ داؤدی مذہب کے امام اور فضلاء داؤدیہ میں آپ کا شمار تھا۔ بلند پایہ کتب تصنیف کی

ہیں۔ علامہ محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق بغدادی نے اپنی شہرۂ آفاق الفہرست میں لکھا ہے: انه کان علی مذهب من افاضل الداؤد وله کتب جلیلة حسنة کبار منها کتاب المصباح الکبیر و کتاب الهادی و کتاب السیر۔

ترجمہ۔ داؤدی مذہب رکھتے تھے اور اس ملک کے فضلاء میں ان کا شمار تھا۔ بڑی جلیل القدر اور عمدہ کتابیں لکھیں ان میں سے کتاب المصباح الکبیر، کتاب الہادی اور کتاب السیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علامہ مقدسیؒ نے اپنی مشہور تصنیف احسن التقاسیم میں منصورہ میں ان کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں موصوف کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ علامہ مقدسیؒ ۳۷۵ھ کے لگ بھگ منصورہ گیا تھا۔ مقدسیؒ نے امام موصوف کے علمی مشاغل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ولهٗ تدریس و تصانیف قد صنف کتباً عدةً حَسَنَةً۔

ترجمہ: وہ مدرس ہیں اور مصنف ہیں، انہوں نے بڑی تعداد میں اچھی کتب لکھی ہیں۔

علامہ یاقوت حمویؒ نے معجم البلدان میں لفظ سندھ، کے ذیل میں انکا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں امام ابو العباسؒ جو امام داؤد ظاہری کے پیرو تھے باشندگان سندھ کے فقیہ تھے۔ (نزهة الخواطر ج ۱ ص ۶۳ [illegible] ص ۳۲ احسن التقاسیم ص ۴۸۱ فہرست ابن ندیم

معجم البلدان تحت لفظ سندھ)

سومرہ دور

سومرہ خاندان نے پانچویں صدی ہجری کے وسط سے آٹھویں صدی کے وسط تک سندھ پر حکمرانی کی مگر باوجود اس طویل مدت فرمانروائی کے ان کی اصل قومیت سے

حکم نامی کا سیاہ پردہ نہ اٹھ سکا۔ البتہ اتنی بات تو یقینی طور سے ثابت ہے کہ یہ مذہب و مسلک کے اعتبار سے اسمٰعیلی شیعہ تھے۔ اس امر کی تائید میں اسمٰعیل دروزی امام کا ایک خط جس میں ۴۲۳ھ میں شیخ ابن سومرو راجہ مل کو سندھ اور ملتان میں دوبارہ اسمٰعیلی حکومت کے قیام کے لئے غیرت دلائی گئی ہے پیش کیا جا سکتا ہے۔ (تاریخ ملت ص ۳۰ ج ۱)

سومرو قوم کی اصلیت کے بارے میں محققین کی تحقیق یہ ہے کہ سومرو سندھ کی اصل قدیم راجپوت قوم ہے جیسا کہ "ایلیٹ" اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف انڈیا (ص:۳۸۴، ج:۱) میں لکھتا ہے اور تاریخ طاھری کے قلمی نسخہ کے ص ۲۵ پر واضح طور پر مرقوم ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو تھے بہر کیف یہی رائے زیادہ معتبر ہے کہ سومرو اصل میں ہندو اور راجپوت تھے۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۱)

سومروں کی حکومت کا آغاز کب ہوا؟ اس میں مورخین باہم مختلف نظر آتے ہیں۔ اور آج تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ انہوں نے کب اور کتنی مدت تک حکومت کی ہے؟ اس بارے میں ڈاکٹر داؤد پوتا کا خیال اقرب الی الصواب ہے۔ موصوف تاریخ معصومی کی تعلیقات ص ۲۸۶ و ص ۲۸۷ میں سومروں کے برسر اقتدار آنے کی ابتداء خلیفہ متوکل عباسی کی وفات ۲۴۷ھ سے بیان کرتے ہیں۔ (حاشیہ تحفۃ الکرام ص ۱۸)

یہ خاندان سندھ پر قریباً تین سو سال (۳۰۰) سے زیادہ حکمران رہا ہے۔

(تاریخ ملت ص ۹۵ ج ۱۰)

....

سومرو دور کے فقہاء

قاضی اسمٰعیل بن علی سندھیؒ :

قاضی اسمٰعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن یعقوب ثقفی سندھیؒ بہت بڑے فقیہ

تھے۔ علم و فضل میں بے نظیر فصاحت میں عدیم المثال اور بلاغت میں فقید العصر تھے۔ سندھ کے مشہور شہر اروڑ کے منصب قضاء اور خطابت پر فائز تھے اور یہ قضاء و خطابت عرصے سے ان کے خاندان میں چلی آرہی تھی اور آباء و اجداد کی طرف سے انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ فلسفہ ادب اور باقی علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ نیکی کا یہ عالم تھا کہ انوار تقدیس ان کی پیشانی پر عیاں تھے۔ چچ نامہ کے مصنف علی بن حامد بن ابوبکر کوفی المتوفی ۶۱۳ھ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (فقہائے ہند ص ۱۴۰ ج ۱)

شیخ محمد بن محمد بھکری سندھیؒ :

شیخ محمد بن محمد بن شجاع بن ابراہیم حسینی بھکری سندھیؒ ۲۵ رشعبان ۶۳۰ھ بروز جمعرات بمقام بھکر پیدا ہوئے۔ اور وہیں نشوونما پائی۔ والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کی۔ بدرالدین کے عالی لقب سے موسوم تھے۔ ۶۸۰ھ میں بمقام بھکر وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے۔ (فقہائے ہند ص ۶۲، نزہۃ الخواطر ص ۲۴۴ ج ۱)

مولانا صدرالدینؒ :

مولانا صدرالدینؒ رجب المرجب ۶۹۰ھ میں وادیٔ سندھ کے مردم خیز قصبہ بھکر میں پیدا ہوئے۔ حنفی مسلک کے ممتاز فقہاء میں موصوف کا شمار ہے ۷۳۴ھ میں بھکر ہی میں ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کی تھی۔ محرم الحرام ۷۹۹ھ میں وفات پائی۔

(نزہۃ الخواطر ص ۶۳ ج ۲ و رجال السند والہند ص ۲۳۷)

مولانا ظہیرالدین بھکریؒ :

بھکر سے رحلت فرما کر دہلی وارد ہوئے اور پھر وہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ وہ موصوف کے شاگرد علامہ شمس الدین سلطان غیاث الدینؒ کی دربار میں خاص محرم

روز تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ صاحب نزہۃ الخواطر مولانا سید عبدالحیٔ لکھنوی نے آٹھویں صدی کے علماء میں ان کو شمار کیا ہے۔ (نزہۃ الخواطر ص ۶۶ ج ۲)

مولانا صدرالدین بھکریؒ:

السید الشریف صدرالدین محمد بن شجاع بن ابراہیم بن قاسم بن زید بن جعفر الحسینی بھکری سندھیؒ بھکر میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ کے عمدہ خطیب اور اکابر علماء میں سے تھے۔ ۱۰ رجب ۶۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۶۶۹ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار قلعہ بھکر پر واقع ہے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۲۹ ج ا سید عبدالحیٔ لکھنوی رجال السند والہند ص ۲۳۷)

قاضی ابوحنیفہ سندھیؒ:

قاضی ابوحنیفہ سندھیؒ فاضل روزگار حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ بھکر کی قضاء آپ کے سپرد تھی۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۷۳۴ھ میں موصوف سے ملاقات کی تھی۔

(نزہۃ الخواطر ص ۷ ج ۲)

سمہ دور

سومروں کے زوال کے بعد سمہ دوسری نومسلم قوم ہے۔ جس نے سندھ پر حکومت کی ہے۔ (تاریخ ملت ص ۵۹ ج ۱۰)

اس خاندان کا پہلا حاکم فیروزالدین شاہ جام انڑ بن بابینیہ ۷۵۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۵۳ ساتواں باب)

خاندانِ سمہ کی اصل قومیت کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ اہل

محقق نے جس رائے کی تصحیح کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ قوم دراصل سام کی اولاد ہے جو "سام بن نوح" کی اولاد میں تھا۔ جیسا کہ اس قوم کے شجرہ سے ظاہر ہے۔ اس وجہ سے انہیں "سمہ" کے نسب سے پکارتے ہیں۔ (تحفۃ الکرام ص ۱۵۴ ساتویں باب)

چچ نامہ کی روایت کے مطابق ان کا مذہب ہندو تھا، محمد بن قاسمؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور مسلکاً اہل السنت والجماعت تھے۔ (تاریخ ملت ص ۶۱ ج ۱۰)

۱۱ محرم الحرام ۹۲۷ھ میں شاہ بیگ ارغونی والی قندھار نے جام فیروز سمہ کو حکومت سے بے دخل کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ خرابی سندھ ۹۲۷ھ ہے (تحفۃ الکرام ص: ۵۰۱)

خاندان سمہ نے تقریباً پونے دو سو سال تک خاک سندھ کی مسند فرمانروائی کو زینت بخشی۔ (تاریخ ملت ص: ۹۲ ج ۱۰)

شاہان سمہ اور دینی قدریں :

سمہ دور جسے سندھ کے تاریخی نقطۂ نظر سے زریں دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جب سندھ میں اسلام کا آفتاب پوری آب و تاب سے منور ہو چکا تھا اور اہل سندھ اسلامی تعلیمات و عمل سے مزین ہو کر ایسا شگفتہ و شاداب پھول بن چکے تھے کہ جو خود بھی مہکتا ہے اور دوسروں کو بھی مہکاتا ہے۔ سمہ سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ ان کے دور میں سندھ "عرب صغیر" اور ہندوستان "باب الاسلام" کے نام سے مشہور تھا۔ تصوف کا اس خطہ پر بڑا اثر تھا۔ صوفیاء کرام کی روحانی تبلیغ و تلقین کا اثر سندھ کے مسلمانوں پر گہرا تھا۔ جام نظام الدین سندا جس نے اپنی سیرت و کردار سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دی تھی، اسی خاندان کا ایک فرمانروا تھا۔ اس خاندان نے احکام اسلامی کی ترویج میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اسلامی احکام کی پابندی اس قدر رائج ہو چکی تھی کہ کوئی شخص نماز روزہ سے غافل نہ رہتا تھا۔ (تحفۃ الکرام ص: ۱۹۹)

جام نظام الدین المتوفی ۹۱۴ھ والی سندھ کے حالات میں میر محمد معصوم بھکری نے اپنی "تاریخ معصومی" میں لکھا ہے کہ:

در زمان دولت او احیائے سنن ہوئے شیوع یافتہ بود کہ مافوق عام تصور نتوان کرد کہ در مساجد اقامت جماعت بہ پنج مے بود کہ خورد و کبیر محلہ در مسجد حاضر آمدہ نماز بگزاردند نماز تنہا راضی نبودند۔ اگر وقت از یکے جماعت فوت شدے بغایت نادم گردیدہ دو روز دو سہ روز با استغفار مشغول می بود۔ (تاریخ معصومی فارسی ص ۷۵)

ترجمہ: اس کے دورِ حکومت میں سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ اس سے زائد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مساجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا رواج اس قدر پھیل چکا تھا کہ کوئی بھی چھوٹا یا بڑا تنہا مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ اگر کسی وقت کسی سے جماعت کی نماز رہ جاتی تو وہ نہایت افسردہ ہو کر دو تین دن تک استغفار کیا کرتا تھا۔

ایک اور تصریح بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مورخ سندھ اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

سندھ سلاطین عموماً شریعت کے پابند تھے۔ یہ اوچ گیلانی بخاری اور ملتان کے سہروردیہ مشائخ کے مرید تھے۔ سندھ میں حنفیت کا زور تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۴۸۲)

چنانچہ مشہور سیاح برنز اپنے "سفر نامہ بخارا" میں لکھتا ہے:

"سندھ میں داخل ہونے پر جو چیز اجنبی کی توجہ سب سے بڑھ کر اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے جن مذہبی اعمال کو واجب قرار دیا ہے تمام لوگ شدت سے ان کے پابند ہیں۔ نماز کے مقررہ اوقات میں ہر جگہ حقیر سے حقیر اور غریب سے غریب مکہ معظمہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتا ہوا نظر آئے گا۔ میں نے ایک ملاح کو دیکھا جو دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی کو کھینچنے کے صبر آزما کام میں مصروف تھا۔ نماز کا وقت آیا تو وہ بھیگا ہوا

سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ٹھٹھ سے پہلے قدیم طرز کے مطابق مدارس، مساجد میں قائم تھے۔ مگر سمّوں کی حکومت کے زمانہ میں مدارس کے لئے علیحدہ عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ جن میں اس وقت کے جلیل القدر محدث اور بلند پایہ ادیب تعلیم دیتے تھے۔ صرف ٹھٹھ میں مدارس کی تعداد چار سو ہزار کے قریب تھی۔ اس کے علاوہ بکھر، سیہون اور کاہان تعلیمی مرکز تھے۔

: تاریخ معصومی اردو ص ۱۰۰ تاریخ سندھ حصہ ۲ ص ۴۸۵ [illegible]

سمہ دور کے فقہاء

شیخ صدر الدین سندھیؒ:

شیخ صدر الدین سندھی والئ سندھ کے نامور فقیہ تھے۔ عمر عزیز کا محبوب مشغلہ درس و تدریس رہا۔ جام نظام الدین والئ سندھ کے معاصر تھے۔ آخر عمر میں مجذوبیت اختیار کر لی تھی۔ [illegible]

شیخ محمد سندھیؒ:

شیخ محمد بن اسحاق تلی سندھی شیخ عبدالرشید سندھیؒ کے شاگرد تھے۔ فقہ، اصول فقہ اور علوم عربیت میں اپنے معاصرین سے فوقیت لے گئے تھے۔ جام نظام الدین حاکم سندھ کے معاصر عالم و فقیہ تھے۔ [illegible]

قاضی نعمت اللہ سندھیؒ:

قاضی نعمت اللہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے تھے۔ سندھ میں جام تماچی کے عہد میں علمی دنیا کے مرجع تھے۔ قاضی موصوف کے خلف رشید قاضی عبداللہ اور پوتے قاضی نعمت اللہ ثانی بھی علمی حیثیت سے نامور ہو گزرے ہیں۔ موخر الذکر فقرات

مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی کے معاصر تھے۔ (تحفۃ الکرام ص ۶۵۲)

قاضی محمد اُچی سندھیؒ:

قاضی محمدؒ دراصل اُوچ کے باشندے تھے۔ ترک وطن کر کے بھکر میں آباد ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ ٹھٹھہ کے قاضی رہے۔ مرزا عیسیٰ ترخان کے دور حکومت میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص: ۲۸۰۔ تحفۃ الکرام ص: ۵۹۳)

علامہ محمود سندھیؒ:

قاضی علامہ محمود سندھیؒ عباسی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ علمی و عملی فضائل کے جامع اور عدیم المثال تھے۔ تذکرۃ الاولیاء اور حواشی کتب درسیہ تصنیفی شاہکار ہیں۔ مرزا عیسیٰ اور مرزا باقی ترخانی کے معاصر تھے۔ موصوف کی اولاد بھی علمی اعتبار سے انفرادی حیثیت کی حامل رہی ہے۔ (تحفۃ الکرام ص ۶۵۳)

شیخ محمود ٹھٹھویؒ:

شیخ محمود بن ابی سعید ٹھٹھوی سندھیؒ فقہائے احناف کے اکابرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ فتاویٰ پورانی ان کی یادگار ہے اور بعض حضرات نے اس فقہی تالیف کو شیخ عبد الوہابؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر یہ نسبت محل نظر ہے۔ شیخ موصوف نے ۹۶۷ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۔۔۔ تحفۃ الکرام ص ۱۱۱ تحفۃ الاخیار ص ۲۳۸ ۔۔۔ سندھی ۔۔۔ ۱۹۵۸ء ۔۔۔ قدیمی)

مولانا کریم الدین ٹھٹھویؒ:

مولانا کریم الدین حنفی ٹھٹھوی سندھیؒ جامع کمالات اور زہد و تقویٰ میں نامور تھے۔ مرزا جانی بیگ والی سندھ کے معاصر تھے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۔۔۔ تحفۃ الکرام ص ۲۱۰۔ تاریخ معصومی ص ۲۱۸)

مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ:

مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھوی سندھیؒ عاقہ سندھ میں مرزا عیسیٰ ترخان اور اس کے لڑکے مرزا جانی کے دورِ حکومت میں شیخِ وقت اور فاضلِ کبیر تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم میں یگانۂ روزگار تھے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۱۷۲ ج ۴ تاریخ معصومی ص ۱۹۸ تذکرہ علماء ہند ص ۳۶۹)

شیخ محمد حسین ٹھٹھویؒ:

شیخ محمد حسین بن احمد بن محمد حسینی ٹھٹھوی سندھیؒ جید عالم اور فقیہ تھے۔ ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ سندھ کے فضلاء سے کسبِ کمال کیا اور سندھ ہی میں مسندِ رشد و ہدایت کو زیب بخشا۔ موصوف کے حالات پر محمد حسین صفائی نے تذکرۃ المرادنامی ایک کتاب لکھی ہے۔ ۶۲ سال عمر سعید پا کر ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۲۵ ج ۳ فقہاء ہند ص ۱۳۸ ج ۲)

مولانا یار محمد سندھیؒ:

مولانا یار محمد بن عبدالعزیز بکری کاہانی سندھیؒ اپنے دور کے قبول ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے۔ جام فیروز کے دورِ حکومت میں موصوف کے والد بزرگوار ہرات سے سندھ آئے اور کاہان میں اقامت گزیں ہوئے۔ مولانا یار محمد جلیل القدر عالم، خوش اخلاق بزرگ، نرم مزاج اور متواضع انسان تھے۔ کاہان میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(تحفۃ الکرام ص ۲۲۲، علماء ہند ص ۲۷۹، رحمان علی، تاریخ معصومی ص ۱۰۰، نزہۃ الخواطر ص ۲۴۲ ج ۳)

تاریخ معصومی ص ۱۷۶، تاریخ سندھ ص ۲۰۱، ابجاز الحق قدوسی فقہائے ہند ص ۲۱۰، ج ۳ اسحاق بھٹی)

شیخ میرک محمودؒ :

شیخ میرک محمود بن ابو سعید حنفی معصومی سندھیؒ اکابر علماء اور مسلک حنفی کے جلیل القدر فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ فتویٰ نویسی میں انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے گوناں گوں اوصاف و فضائل سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مرزا شاہ حسن نے سندھ کی شیخ الاسلامی ان کے سپرد کی تھی۔ محرم ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۴ء کو وفات پائی۔ بعض علماء نے تاریخ وفات (رفت میرک آہ آہ) سے نکالی ہے۔ [نزہۃ الخواطر ص ۳۳۳ ج ۴، تحفۃ الکرام ص ۲۰۰، تاریخ سندھ ص ۹۹ ج ۲، اعجاز الحق قدوسی، تاریخ معصومی ص ۱۱، فقہائے ہند ص ۹۲ ج ۳)

مولانا میرانؒ :

شیخ مولانا میران بن یعقوب معصومی سندھیؒ کبار علماء سندھ میں تھے۔ سرمایۂ حیات درس و تدریس اور افادہ خلق رہا۔ مرزا شاہ حسن بیگ والئی سندھ نے کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ اس عالم دین نے ۹۳۹ھ کو ٹھٹھہ میں رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات (وارث الانبیاء) سے نکلتی ہے۔ [تاریخ معصومی ص ۱۷۸، نزہۃ الخواطر ص ۳۷۰ ج ۴، تحفۃ الکرام ص ۱۰۷، تذکرہ علماء ہند ص ۲۴۷، فقہاء ہند ص ۲۴۵ ج ۳)

قاضی ابو سعید بھکری سندھیؒ :

قاضی ابو سعید بن قاضی زین الدین بھکری سندھیؒ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے۔ علوم فقہ اور علوم عربیہ میں مہارت رکھتے تھے۔ ذکاوت و فطانت میں ضرب المثل تھے۔ حاضر جوابی میں اس دور میں کوئی ان کا مد مقابل نہ تھا۔ تذکرہ علماء ہند میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

قاضی ابو سعید بھکری ولد قاضی زین الدین وفور فضیلت و حضور قوت حکمت از ممتازان روزگار بود۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۲۳ ۳، زمۃ الخواطر ص ۲ ج ۳ تذکرہ علماء ہند ص ۱۱۰ فقہائے ہند ص ۱۹۲ ج ۳)

میرک بایزیدؒ :

شیخ میرک بایزید بن ابی سعید بن میر علی شاہ العرب شاہی سبزواری سندھی شاہ بیگ ارغوان قندھاری کے ساتھ سبزوار سے قندھار پھر سندھ تشریف لائے تھے۔ موصوف کے علمی جاہ و جلال کے پیش نظر بھکر اور سکھر کا شیخ الاسلامی کا منصب آپ کے سپرد کیا گیا۔

(نزھۃ الخواطر ص ۴۸۹ ج ۳ تحفۃ الکرام ص ۱۰۲ فقہائے ہند ص ۱۳۵ ج ۳)

قاضی شکر اللہ ٹھٹھویؒ :

قاضی شکر اللہ بن بہاء الدین بن نعمت اللہ بن عرب شاہ بن میرک شاہ بن جمال الدین محدث حسنی دشتکی شیرازی ٹھٹھوی سندھی علوم عربیت اور فقہ واصول کے نامور فاضل تھے۔ اصلاً ہرات کے باشندے تھے۔ ۹۲۷ھ میں سندھ وارد ہوئے اور ٹھٹھہ کو اپنے قیام سے زینت بخشی۔ شاہ بیگ ارغوانی کے دور حکومت میں چند سال عہدہ قضاء پر فائز المرام رہے۔ (نزھۃ الخواطر ص ۱۲۸ ج ۴ تحفۃ الکرام ص ۱۹۱ فقہائے ہند ص ۱۹۲ ج ۳)

قاضی نصر اللہؒ :

قاضی نصر اللہ ابو سعید بن زین الدین حنفی بھکری سندھی شیخ سندھ میں شمار تھا۔ موصوف اپنے برادر اکبر قاضی قاضن کے قائم مقام بھکر کے قاضی مقرر ہوئے۔

(نزھۃ الخواطر ص ۳۰۲ ج ۴ تحفۃ الکرام ص ۲۴۳ تاریخ معصومی ص ۷۷ فقہائے ہند ص ۲۷۸ ج ۳)

شیخ احمد بن اسحاقؒ :

شیخ احمد بن اسحاق سندھی وادی سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔ شیخ

عبدالرشیدؒ سے علم حاصل کیا۔ وادیٔ سندھ کے نہایت صالح و عفیف، متقی و پرہیزگار فاضل بزرگ تھے۔ ۹۳۶ھ کو سندھ کے ایک مقام ہالہ کنڈہ میں فوت ہوئے۔

(فقہائے ہند ص ۲۱۳ ج ۳، تاریخ معصومی ص ۱۹۹، تحفۃ الکرام ص ۴۷۱، نزہۃ الخواطر ص ۱۸۰ ج ۴)

شیخ رکن الدین سندھیؒ :

شیخ رکن الدین سندھیؒ حنفی المسلک شیخ بلال محدثؒ کے شاگرد رشید تھے۔ حدیث و فقہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی کتابیں آپ کی قلمی یادگار ہیں۔ جن میں شرح اربعین، شرح خلاصہ کیدانی اور دیگر رسائل شامل ہیں۔ آپ نے ۹۲۹ھ کو ٹھٹھہ میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص ۲۰۷، نزہۃ الخواطر ص ۱۱۶ ج ۴، فقہائے ہند ص ۱۸۰ ج ۳)

قاضی دتہ سیوستانیؒ :

قاضی دتہ بن شرف الدین سیوستانیؒ حنفی المسلک تھے۔ فقہ اور دیگر علوم عقلیہ کی تحصیل اپنے والد شیخ شرف الدین اور شیخ محمود اور شیخ عبدالعزیز ہرویؒ سے کی۔ حافظہ اس درجہ تیز تھا کہ علوم و فنون کی اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔ موصوف کے تلامذہ میں حکمران سندھ سلطان حسین بن شاہی بیگ شامل ہیں۔ شیخ عثمان سندھی ان کو استاذ کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ (تحفۃ الکرام ص ۳۳۴، تاریخ معصومی ص ۲۹۶، تذکرہ ... ص ۲۲۵)

مولانا یوسف سندھیؒ :

مولانا یوسف بن ابو یوسفؒ حنفی سندھی صالح عالم دین تھے۔ علوم شرعیہ میں ماہر، تیز ذہن اور روشن فکر تھے۔ والیٔ سندھ مرزا محمد باقی کے دور کے صاحب علم و فضل بزرگ تھے۔ مآثر رحیمی کا مصنف رقمطراز ہے: مولانا یوسف بغایت پرہیزگار و در علوم شرعیہ و فنون بے مثل زمان خود بود۔ (تاریخ معصومی ص ۲۹۹، تحفۃ الکرام ص ۱۸۱، نزہۃ الخواطر ص ۳۹۰ ج ۴)

ترخان دورِ حکومت

ترخان کی وجہ تسمیہ :

اس خاندان کو ترخان کہنے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں ۔

(۱) اس خاندان کے لوگوں نے صاحب قران امیر تیمور کے ساتھ زمانہ طفولیت میں احسان کیا تھا جب امیر تیمور مسند حکومت پر متمکن ہوا تو اس نے اس خاندان کی مقدور بھر عزت افزائی کی اور انہیں (ترخان) یعنی (ملازمت سے معافی یافتہ) کا خطاب عطا کیا۔

(۲) بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ ان کے اجداد جنگ کے موقع پر جوہر مردانگی دکھاتے ہوئے لہولہان ہو گئے تھے جس کی بنیاد پر انہیں (ترخون) کا لقب دیا گیا تھا ترخان اس کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۰۹ سید علی شیر قانع)

نسب نامہ :

مرزا عیسیٰ بن مرزا محمد بن مرزا عبد العلی ترخان۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۱۰)

حصول اقتدار :

مرزا شاہ حسن بیگ کے بعد یکم جمادی الاولیٰ ۹۶۲ھ میں جلوہ آرائے حکومت ہوا۔ ارغوان اور ترخان امراء نے بالاتفاق اس کی بیعت کی۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۱۰)

مدت حکومت :

ترخانوں نے وادی سندھ پر ۳۸ سال تک فرمانروائی کی۔ بالآخر ۱۰۰۰ھ مطابق ۹۲-۱۵۹۱ء عبد الرحیم خان خانان کے ہاتھوں مرزا جانی بیگ نے شکست کھائی اور اسی کے

ساتھ ترخانوں کی آزاد مملکت کا خاتمہ ہو گیا اور سندھ مغل حکومت کا ایک صوبہ بن گیا۔

(تحفۃ الکرام ص ۲۲۷، تاریخ سندھ ص ۱۳۴)

ترخان دور کے فقہاء

مولانا عبدالرحمٰن ٹھٹھوی :

مولانا میرک عبدالرحمٰن بن محمود بن ابو سعید حنفی ٹھٹھوی ارضِ سندھ کے شیخ اور فاضل بزرگ تھے۔ اپنے دور کے فحول علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس میں مشغول رہے اور خلق کثیر کو علمی فائدہ پہنچایا۔ ۹۹۱ھ کو وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰۹ ج ۴، فقہائے ہند ص ۱۴۰ ج ۳)

شیخ عبداللہ متقی سندھی :

شیخ عبداللہ بن سعد اللہ متقی سندھی سرزمین سندھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ خاکِ سندھ سے گجرات اور گجرات سے حرمین شریفین (زادہا اللہ شرفہما) تشریف لے گئے دیگر علماء حرمین کے علاوہ صاحب کنز العمال شیخ علی متقی برہان پوری سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ تفسیر و حدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ موصوف کے زمانہ میں علم و فضل کے میدان میں کوئی ان کا ثانی و نظیر نہ تھا۔ اس نامور مفسر اور شہرۂ آفاق محدث نے ذی الحجہ ۹۸۱ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۰۵ ج ۴، تاریخ معصومی ص ۱۸۱، تحفۃ الکرام ص ۲۲۳، فقہائے ہند ص ۲۳۴ ج ۳)

شیخ رحمت اللہ سندھی :

شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم عمری سندھی موضع دریلہ (سندھ) میں پیدا

ہوئے۔ ایام طفولیت کے شب و روز یمن میں بسر کیے۔ شیخ علی بن محمد بن عراق خطیب مدینہ سے حدیث پڑھی۔ ابن العابدین شامی نے باب الامامت ص ۳۷۱ ج ۱ میں موصوف کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس سے آپ کے فقہی مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بلند پایہ تالیفات یادگار ہیں۔ ۹ محرم ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں وفات پائی رحمۃ اللہ۔ قد حل مرقدہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ (تحفۃ الکرام ص ۳۰۳، تذکرہ علماء ہند ص ۱۶۵، تاریخ معصومی ص ۲۹۵، نزہۃ الخواطر ص ۲۱۴ ج ۴)

شیخ قاسم سندھی:

شیخ قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن شہاب الدین شہابی سندھی سندھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور وہیں کے نواح میں تحصیل علم کی۔ پھر ۹۵۰ھ میں سندھ سے گجرات گئے۔ حدیث اور فقہ کے ماہر علماء میں سے تھے۔ درس و تدریس اور افادۂ علماء و طلباء موصوف کا مشغلہ تھا۔ بعض اہم کتابوں کے مصنف تھے۔ جو حوادثات زمانہ کے ہاتھوں تلف ہو گئیں۔ ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۲۰ ج ۴، فقہائے ہند ص ۳۰۸ ج ۳)

مولانا قاسم دیوان سندھی:

مولانا قاسم دیوان سندھی عظیم المرتبت عالم اور شیخ تھے۔ حنفی المسلک تھے اور ان کا شمار اس دور کے مشہور فقہاء میں ہوتا تھا۔ شیخ میراں سندھی کے شاگرد تھے۔ موصوف کے علم و فضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب سلطان محمود خان حکومت سیوی پر مامور ہوا تو اس نے مولانا قاسم دیوان کو اپنی رفاقت کے لیے منتخب کیا۔ قرآن مجید کے علاوہ بعض دیگر کتابوں کے لیے بھی موصوف کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ مولانا قاسم دیوان کا سال وفات ۹۷۷ھ ہے۔

(تاریخ معصومی ص ۲۳۲، تاریخ سندھ ص ۱۳۳ ج ۳، فقہائے ۔۔۔ نزہۃ الخواطر ص ۲۶۳ ج ۴)

شیخ مبارک سندھیؒ :

شیخ مبارک بن ابو المبارک پاتری سندھیؒ علاقہ سندھ کے موضع پاتر میں پیدا ہوئے۔ مخدوم عباس بن جلال سندھی کے شاگرد تھے۔ طویل مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ بعد ازاں نوشتہ تقدیر نے احمد آباد میں لا ڈالا۔ وہاں ناصر الملک کی مسجد میں عرصہ تک مسند تدریس پر فائز رہے۔ پھر برہان پور تشریف لے گئے اور قصبہ چوپڑہ کے منصب قضاء پر مقرر کیے گئے۔ اکابر علماء کو موصوف سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ شیخ مبارک نے ۹۷۰ھ کو جمعہ کے روز وفات پائی اور شیخ ابراہیم بن عمر سندھیؒ کے حظیرہ میں دفن ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۹۰ ج ۴ تذکرہ ابوتراب ص ۳۱۳ ج ۳)

مولانا عباس سندھیؒ :

مولانا عباس بن جلال پاتری سندھیؒ اپنے دور میں سندھ کے شیخ اور فاضل بزرگ تھے۔ پاتر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی ۹۲۷ھ کے اوائل میں ہکور علاقہ بکھر چلے گئے۔ تفسیر حدیث و فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ قاضی عبدالسلام موصوف کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ ۹۲ سال کی عمر پا کر ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔

(تاریخ معصومی ص ۲۳۳ نزہۃ الخواطر ص ۲۱۷ ج ۴ مفتی نے عقلی ص ۲۰۵ ج ۲)

شیخ محمد ٹھٹھویؒ :

شیخ محمد بن محمود بن ابو سعید ٹھٹھوی سندھیؒ بلاد سندھ کے عالم کبیر اور شیخ وقت تھے۔ موصوف کا شمار ممتاز فقہاء حنفیہ میں ہوتا تھا۔ ۹۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

(تذکرہ علماء ہند ص ۲۱۷ و رحمان علی نزہۃ الخواطر ص ۲۱۷ ج ۴)

مولانا طیب سندھیؒ:

مولانا طیب بن ابو طیب تھوی سندھی شیخ ہارون کی اولاد میں سے تھے۔ سندھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں نشوونما پائی۔ مفتی یونس سندھیؒ سے علم حاصل کیا۔ درس و افادہ موصوف کا اصل کام تھا۔ ساری زندگی اسی خدمت میں صرف کردی۔ موصوف کی تصانیف میں سے ایک رسالہ غوثیہ کی شرح ہے۔ دوسرے مشکوٰۃ پر نہایت عمدہ تعلیقات وحواشی ہیں۔ مولانا طیب سندھی نے ۹۹۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۶۵ ج ۴)

شیخ نوح سندھیؒ (۹۶۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء):

شیخ نوح بن نعمت اللہ صدیقی سندھی علامۂ وقت اور فاضل روزگار تھے۔ اپنے زمانہ کی تمام علمی سرگرمیوں کا مرکز تھے۔ تفسیر قرآن اور اس کے معانی و دقیقہ کی وضاحت میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شیخ نوحؒ نے ۲۷ ذی قعدہ ۹۹۸ھ جمعرات کے روز ہالہ کنڈی میں وفات پائی۔ (تاریخ معصومی ص ۲۸۲ تحفۃ الکرام ص ۲۹۹ نزہۃ الخواطر ص ۳۸۳ ج ۴)

……… ……

دولتِ مغلیہ

(۱۲ جمادی الاولیٰ ۹۸۲ھ تا ۱۱۵۱ھ ……۱۵۷۴ء تا ۱۷۳۸ء)

سلطان محمود خان کوکلتاشؒ:

(۹۶۲ھ تا ۹۸۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء تا ۷۵-۱۵۷۴ء)

تاریخ کے طالب علم پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ مرزا شاہ حسن المتوفی ۱۲ ربیع الاولی

۹۶۲ھ بمطابق ۵۵-۱۵۵۴ء کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ ایک زیریں سندھ جس کا دار السلطنت ٹھٹھ اور حاکم مرزا عیسیٰ ترخان تھا۔ جس کے حالات گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

دوسرا حصہ بالائی سندھ جس کا دار الحکومت بھکر تھا اور حاکم سلطان محمود خان کوکل تاش تھا۔ (تاریخ سندھ ص: ۱۳۳ ج ۲ قدوسی، المشاہیر ص ۔۔ ج ۲ جاہی بدایونی)

سلطان محمود خان کوکل تاش کے دورِ حکومت کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس کا کوئی علمی کارنامہ تاریخ میں ایسا نہیں ملتا جسے ہم یہاں پیش کریں۔ البتہ اتنا ضرور تھا کہ وہ علم کا ذوق رکھتا تھا اور علماء و سادات کا قدردان تھا۔ اس نے اپنی عمر میں ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۱۴۰ ج ۲ قدوسی)

سندھ میں مغلوں کی آمد کے اسباب :

مورخ سندھ اعجاز الحق قدوسی تاریخ سندھ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ سلطان محمود خان کی اخیر عمر میں اکثر ارغوان اور ترخان اس کے خلاف محاذ آرائی پر تلے ہوئے تھے۔ اس لئے اس نے اس شورش کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے یہ سوچ کر کہ اب حکومت اس کے بس کا روگ نہیں۔ اپنے داماد جلال الدین اکبر سے درخواست کی کہ وہ کسی کو بھیجے تاکہ بھکر کی حکومت اس کے سپرد کر دی جائے۔ (تاریخ سندھ ص ۱۴۸ ج ۲ قدوسی)

اور ابھی دربار دہلی سے کوئی آنے ہی نہیں پایا تھا کہ ۸ / صفر ۹۸۲ھ بمطابق ۱۵۷۴ء بروز ہفتہ دوپہر ۸۴ سال کی عمر میں اس نے وفات پائی۔ سلطان محمود خان کوکل تاش کی وفات کے بعد ۱۲ / جمادی الاولیٰ ۹۸۲ھ بمطابق ۱۵۷۴ء کو کیسو خان نے بھکر میں داخل ہو کر بحیثیت اکبر کے گورنر کے بھکر پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح بھکر کی حکومت ختم ہو کر مغلوں کا

ایک صوبہ بن گیا۔ اور یہاں کے راجدھانی پر مغلوں کے گورنر مقرر ہونے لگے۔ بکھر کی حکومت پر قبضہ سندھ میں مغلوں کا پہلا قدم تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۹۰۳ ج ۲، اعجاز الحق قدوسی)

گزشتہ سطور میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ زیریں سندھ ترخانوں کے قبضہ میں تھا جس کو نواب عبدالرحیم خان خانان نے عہد اکبری ۱۰۰۰ھ بمطابق ۹۲-۱۵۹۱ء میں مرزا جانی بیگ کو شکست دے کر حاصل کیا تھا۔ (تحفۃ الکرام ص ۳۰۶)

اس طرح پورے سندھ پر مغلوں کا طوطی بولنے لگا۔

جلال الدین اکبر:

اکبر زیورِ علم سے بالکل تہی دست تھا۔ صلح کل اور با مسلمان اللہ اللہ، با برہمن رام رام کے نظریہ پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے باعث الحاد و زندقہ تک جا پہنچا تھا۔ وہ مذہب کے معاملہ میں اس قدر متلون مزاج واقع ہوا تھا کہ کوئی بھی مذہب والا جب اس کے سامنے اپنے مذہب کی تقریر کرتا تو وہ اس کی ہمنوائی کرتا۔ بسا اوقات اپنی ہندو رانیوں کے ساتھ ہندوانہ رسوم ادا کرتا تھا۔ خوشامدی اور حاشیہ نشین علماء سوء کی غلط روش نے اس غریب کو نام نہاد (دین الٰہی) کے چکر میں ایسا پھنسایا کہ تا زیست اس سے نہ نکل سکا۔

([illegible])

نورالدین جہانگیر:

ابوالمظفر کنیت، سلطان محمد سلیم نام تھا۔ گوہر درج اکبر شاہی ۹۷۷ھ تاریخ ولادت ہے۔ تخت نشینی کے بعد جہانگیر نے سب سے پہلے یہ انتظام کیا کہ سونے کی ایک زنجیر بنوائی اور اس میں ساٹھ گھنٹیاں بندھوائیں۔ اس کا ایک سرا تو قلعہ اکبر شاہ کے شاہ برج میں لگوایا اور دوسرے سرے کو دریا کے کنارے ایک کھونٹے سے بندھوا دیا اور اعلان کروایا کہ جس

مظلوم کو بھی حصول انصاف میں رکاوٹ پیدا ہو وہ اس زنجیر کو کھینچ کر بادشاہ کے کانوں تک اپنی فریاد پہنچا دے۔ (منتخب اللباب ص:۱۵۹،ج ۱)

محمد شہاب الدین شاہجہاںؒ :

(۱۰۲۷ھ تا ۱۰۶۸ھ بمطابق ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء)

جہانگیر کے زمانہ میں عام لوگوں کے لئے درباری سجدہ برقرار تھا۔ شاہجہاں نے اسے موقوف کر دیا تھا۔ وہ سجدہ کرانے اور کرنے کو شرک و کفر تصور کرتا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو بھی کبھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ شاہجہاں غیر اسلامی رسومات کو مٹانے کی عمر بھر کوشش کرتا رہا۔ اس نے سنہ ہجری متعارف کرایا اور پوری حکومت میں شرعی دستور و آئین کے نفاذ کے انتظامات کیے۔ (مسلمان حکمران ص:۱۵۸ رشید اختر ندوی)

عبد الحمید لاہوریؒ کے بیان کے مطابق شاہجہاں خود بھی شریعت کی سختی سے پابندی کرتا تھا۔ وہ ہر رات لازمی طور پر تہجد پڑھتا۔ طلوع فجر سے دو ساعت پہلے جاگتا اور اپنی بنوائی ہوئی مسجد میں آتا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ اذان ہوتی، فجر کی نماز پڑھتا وظائف پورے کرتا اور پھر سلطنت کے نظم و نسق میں مصروف ہو جاتا۔

(عمل صالح جلد اول حمید لاہوری بحوالہ مسلمان حکمران ص ۱۵۹)

اگر درباری مورخین کے پر جوش اندراجات پر اعتماد کیا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ شاہجہاں کو نہ صرف نیک پابند شریعت مسلمان بلکہ مجدد دین و ملت میں شمار کرنا چاہیئے۔

(رود کوثر ص ۳۰۷ شیخ محمد اکرام تاریخ اسلام کامل ص ۱۸۹ احمد قادری منتخب اللباب ص:۱۹ ج ۲)

شاہجہاں کے دربار میں ملا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ، ملا محمد فاضل بدخشانیؒ، قاضی محمد اسلم ملا مبارک ہرویؒ، ملا عبد اللطیفؒ، میر محمد ہاشمؒ، ملا فرید دہلویؒ اور میر محمد صالحؒ جیسے اجلہ علماء نے رہ کر اس کے مذہبی خیالات کی نشو و نما میں بڑی مدد پہنچائی۔

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے جلوے ص ۶۵)

محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیرؒ:

(۱۰۲۸ھ تا ۱۱۱۸ھ بمطابق ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء)

تقریباً سوا تین سو سال کی مغل حکمرانی کے دور میں سب سے بہتر ایمان دار معدلت پرور اور بیدار مغز بادشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی تھا۔ ۱۰۲۸ھ میں اس کی ولادت ہوئی اور ۱۰۶۸ھ میں مسند اقتدار کو رونق بخشی۔ عالمگیر نے سلوک و طریقت کی تعلیم حضرت مجدد احمد سرہندی کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سے حاصل کی تھی۔ اس لئے وہ شریعت کا بڑا پابند تھا۔ تفسیر و حدیث کا عالم تھا، اپنی سب اولاد کو قرآن مجید حفظ کرایا تھا۔ ذریعہ معاش قرآن مجید کی کتابت تھی۔ چنانچہ خود نوشت دو قلمی نسخے حرمین شریفین زاد اللہ شرفھما بھیجے تھے۔ خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ فکر عاقبت سے گھنٹوں گریہ کناں رہتا تھا۔ شاہانہ سطوت و حشمت کے باوجود نماز اول وقت مسجد میں با جماعت ادا کرتا تھا۔ جمعہ کی نماز بھی مسجد میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ گویا (ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز) کا عملی نمونہ تھا۔ (مسلمان حکمران ص: ۲۹۵ رشید اختر ندوی)

اورنگزیب بڑا عابد و زاہد مسلمان تھا۔ اس کے زمانے کا مشہور سیاح برنیر موصوف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس بادشاہ نے رمضان کے پورے روزے رکھے رات بھر عبادت میں مشغول رہتا۔ افطاری جوار اور مکئی کی روٹی سے کرتا تھا۔ پھر ایسا بیمار پڑا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ خدا نے اُسے اس خطرناک بیماری سے صحت دی مگر اس نے اپنا چلن نہ بدلا۔ صاحب مآثر عالمگیری نے اورنگزیب کے کردار پر بہت مختصر مگر جامع الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

بادشاہ غازی مراتب دین کا بہت لحاظ رکھتا۔ وہ اسلام کے احکام پر سختی سے کاربند

تھا۔ اکثر وضو سے رہتا تھا۔ کلمہ طیبہ اور دوسرے اذکار ہر وقت اس کی زبان پر رہتے۔ نماز جماعت کے ساتھ اول وقت میں مسجد میں ادا کرتا تھا۔ ہفتہ میں تین دن لازمی طور سے روزے رکھتا اور رمضان شریف کے روزوں کو قضاء کرنا تو جانتا ہی نہیں تھا۔ تہجد پابندی سے پڑھتا تھا اور کوئی ایسا فعل نہ کرتا جو شریعت کے خلاف ہو۔ (مسلمان حکمران، ص ۱۱۶، رشید اختر ندوی)

اورنگزیب اپنے استاذ ملا جیونؒ کے ساتھ اس طرح ادب سے پیش آتا جس طرح بچے باپ کا ادب کیا کرتے ہیں۔ اپنے محل کے اندر ہفتہ میں تین دن علمی مجلس کرتا۔ شیخ نظام الدین برہان پوری سے احیاء العلوم اور فتاویٰ عالمگیری کے مسائل پر بحث کرتا تھا۔

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے، ص ۷۵)

علوم دینی کی ترویج و اشاعت میں کوشاں رہتا اور طلبہ کی ضروریات کی کفالت کرتا جہاں انہیں کتابیں مہیا کی جاتی وہاں ان کے لئے اکل و شرب کے ساتھ قیام کا بھی اہتمام کیا جاتا اور حسب ضرورت وظائف دیئے جاتے۔ علم کی گہما گہمی کا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یورپین سیاح ہملٹن جس نے عالمگیر کے زمانہ میں ۱۶۹۹ء ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کی نسبت لکھتا ہے۔

شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم و فن کے چار سو مدرسے ہیں۔ (ہندوستان عہد عتیق میں، ... ص ۱۲۳، ...)

قیاس کن زگلستان من بہار مرا:

ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخیں تو بہت لکھی گئی مگر افسوس کہ ان کی علمی تاریخ گویا لکھی ہی نہیں گئی۔ اس لئے ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی کارنامے بہت ماند معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں اتنا تو یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مدرسوں اور تعلیم گاہوں کا حال بھی معلوم ہوتا۔ ابوالحسنات ندوی کی کتاب ہندوستان کی قدیم

دیلی در گاہیں" کے علاوہ کسی کتاب میں مفصل عنوان کے ساتھ نظر نہیں آئے گا۔ البتہ مغل حکمرانوں کی مذہبیت کا قدرے جائزہ " ہندوستان کے سلاطین اور علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر" میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (ترتیب عوالی ص ٣٢٢ تا ٣٢۴)

عالمگیر کے عہد ١١١٨ھ بمطابق ١٧٠٧ء میں مغلوں کا آفتاب اقبال ڈھلنے لگا تھا اور "کلہوڑہ" سندھ میں حکومت کی داغ بیل ڈالنے کی راہ ہموار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے دور ١١٣١ھ بمطابق ١٧١٩ء میں جب مغلوں کی طاقت بالکل کمزور ہو گئی تو کلہوڑہ خاندان نے سندھ میں متبادل قیادت اختیار کر لی اور بھکر میں مغل گورنروں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اسی پر ٢٧ سالہ مغلیہ دور کا درخشندہ باب ختم ہو جاتا ہے۔

(تاریخ سندھ ص ١٣٧ ج ٢ قدوسی)

دولتِ مغلیہ کے فقہاء

شیخ ابوالخیر سندھی:

وادئ سندھ کے مشہور علمی مرکز ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ نسلی تعلق مشہور روحانی بزرگ فضل اللہ کے خاندان سے تھا۔ حنفی مسلک کے عظیم المرتبت فقیہ تھے۔ موصوف کی وجاہت علمی کی شہرت سے متاثر ہو کر سلطان ہند غازی محی الدین اورنگزیب عالمگیر نے تدوین فتاویٰ عالمگیری کی مجلس ترتیب و انتخاب میں موصوف کو بھی شریک کر لیا تھا۔

(نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ... تذکرہ علماء ہند ص ... تحفۃ الکرام ص ... مقالات شعراء سندھ ص ...)

مولانا ابوالقاسم سندھی:

مولانا ابوالقاسم بن مفتی داؤد حنفی ٹھٹھوی سندھی فقہ و اصول فقہ میں ممتاز حیثیت

رکھتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر نے موصوف کو دار القضاء کا وکیل شرعی مقرر فرمایا تھا۔ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء میں وفات پائی۔ مخدوم رحمت اللہ سندھیؒ نے ذھب العلم من السند یقیناً سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ وطن مالوف مرکز علم ٹھٹھہ تھا۔ درس و تدریس عمر عزیز کا محبوب مشغلہ تھا۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۹۰ ج ۶ تحفۃ الکرام ص ۱۲۷ تذکرہ علماء ہند ص ۸۱ مالقریقان تقسیم مطبوعہ ۱۹۵۶ء ص ۵۵ ج ۳۴)

شیخ ابو الفرج برہان پوریؒ :

شیخ ابو الفرج سراج الدین اسماعیل بن محمود سندھی شطاری برہان پوری نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل شیخ عیسیٰ بن قاسم شطاریؒ سے کی تھی۔ فقہ اور علم تصوف میں درجہ کمال حاصل تھا۔ مخزن الدعوات فی علم الدعوۃ فارسی شاہکار ہے جسے موصوف نے ۱۰۳۷ھ میں تحریر کیا تھا۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰ ج ۵ فقہائے ہند ص ۱۱۱ ج ۳ حصہ اول)

شیخ ابو الطیب سندھیؒ :

شیخ ابو الطیب محمد بن عبد القادر سندھی حنفی المسلک اور طریقہ نقشبندیہ سے روحانی تعلق رکھتے تھے۔ جامع ترمذی کی عربی میں شرح لکھی اور علم فقہ کی معروف کتاب درمختار پر حاشیہ تحریر فرمایا۔ (فقہائے ہند ص ۲۰ ج ۵ حصہ اول)

مولانا حبیب اللہ سندھیؒ :

مولانا حبیب اللہ حنفی سندھی اپنے دور کے علماء فحول میں شمار کیے جاتے تھے۔ شیخ عباس بن جلال سندھیؒ کے مدرسہ واقع بستی منکور ملحقات بھکر میں درس دیتے رہے۔ آپ علوم و فنون کے علاوہ زہد و تقویٰ میں عدیم المثال جانے جاتے تھے۔

(نزہۃ الخواطر: ۱۲۸ ج ۵ فقہائے ہند ص ۱۵۵ ج ۳ حصہ اول)

قاضی داؤدؒ :

قاضی داؤد فتح پوری حنفی سندھیؒ بھکر کے مشہور قاضیوں میں سے تھے۔ محمود شاہ دورِ حکومت میں بھکر کے عہدہ قضاء پر جلوہ فرما ہوئے۔ ظاہری و باطنی اوصاف سے آراستہ تھے۔ شوال ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں زہر پلوا کر اس شمع علم کو گل کر دیا گیا۔ (تذکرہ علماء ہند ص:۱۵۰، نزہۃ الخواطر ص:۱۰۹، ج:۴، تاریخ معصومی ص:۲۲۹، تاریخ سندھ ص:۱۰۱، ج:۲ قدوسی)

میر سید صفائی مرحومؒ :

میر سید صفائی بن سید مرتضیٰ حسینیؒ ترمذی علم و عمل میں رئیس الفضلاء شمار کئے جاتے تھے۔ شاہ قطب کی وفات کے بعد سلطان محمود خان کی طرف سے بھکر کے شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے۔ ماہ ذی قعدہ ۹۹۱ھ میں وفات پائی۔

(تحفۃ الکرام ص:۳۹۲، تاریخ معصومی ص:۲۳۷، تاریخ سندھ ص:۱۳۱، ج:۲ قدوسی)

الشیخ عبدالباسط سندھیؒ :

مولانا شیخ عبدالباسط سندھی ٹھٹھویؒ علم فقہ اور اصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علی محمد ٹھٹھوی کی اولاد میں سے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر نے سرزمین ٹھٹھہ کی صدارت موصوف کے حوالے کی تھی۔ آخیر عمر تک درس و تدریس کا شغل جاری رکھا۔

(نزہۃ الخواطر ص:۱۳۶، جلد ۶، تحفۃ الکرام ص:۴۸۳، فقہائے ہند ... [illegible])

مفتی عبدالرحمٰن سندھیؒ :

مفتی عبدالرحمٰن حنفی سندھی اورنگزیب عالمگیر کے دورِ حکومت میں مفتی لشکر کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے۔ ۱۰۹۹ھ میں زیارت حرمین سے فیض یاب ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر ص:۱۳۳، ج:۶)

مولانا عنایت اللہ ٹھٹھویؒ :

مولانا عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹھوی سندھیؒ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ مولانا احمد بن اسحاق ٹھٹھویؒ سے علم حاصل کیا تھا۔ ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ مخدوم محمد معین صاحب دراسات اللبیب اور ضیاء الدین بن ابراہیم ٹھٹھوی آپ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ (نزھۃ الخواطر: ۱۹۲ ج ۶ تحفۃ الکرام ص: ۶۸ فقہائے ہند ص: ۱۵۳ ج ۵ حصہ اول)

الشیخ عیسیٰ بن قاسم سندھیؒ :

الشیخ ابو البرکت عیسیٰ بن قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن المعروف شہاب الدین المعروف الشہابی الجندی السندھی الہندی البراری العثمی الشطاری القادریؒ لقب عین العرفا اور مسیح الاولیاء۔ شیخ موصوف کو شیخ عیسیٰ جند اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کی وفات ۹۸۰ھ کے بعد اپنے چچا کے ہمراہ برہان پور چلے گئے تھے۔ اپنے عم مکرم اور دیگر علماء سے اکتساب علم کیا۔ تصوف شیخ محمد عارف الشطاری برہان پوریؒ سے حاصل کیا۔ اصلاح وارشاد درس وتدریس میں زندگی بسر کی۔ روضۃ الحسنیٰ، شرح اسماء الحسنیٰ، عین المعانی شرح قصیدہ بردہ فارسی، تعلیقہ المنہ اعجب الاربعۃ مع الاشارات من اہل التصوف، حاشیہ علی الفوائد الضیائیہ لجامی، تفسیر فتح المحمدی، شرح المائۃ عامل، عقد الانامل ترجمہ اسرار الوحی، انوار الاسرار فی حقائق القرآن ومعارفہا۔ ۱۴ رشوال المکرم ۱۰۳۱ھ کو برہان پور میں وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر ۲۹۵ ج ۵ تذکرہ علماء ہند ص ۳۵ فقہائے ہند ص ۲۹۷ ج حصہ سوم)

قاضی عثمان سندھیؒ :

قاضی عثمان دربیلی سندھیؒ درس وتدریس زندگی بھر کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ فقیہ زمن مشہور تھے۔ ظاہری کج دھج اور دنیاوی مال ومتاع سے ناآشنا تھے۔ علمی تبحر کے ساتھ زیور

تقویٰ وطہارت سے کمال آراستہ تھے۔ ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۳ء میں اس عالم رنگ و بو کو خیرباد کہا۔ (تاریخ سندھ ص ۱۳۲ ج ۲، قدیم تاریخ معصومی ص ۲۳۱، نزہۃ الخواطر ص ۱۷۰ ج ۵، فقہاء ہند ص ۲۲۹ ج ۲ حصہ دوم)

مولانا عثمان صدیقی سندھیؒ:

مولانا عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی بوبکانی سندھیؒ تکمیل علوم کے بعد ۹۸۳ھ میں برہان پور تشریف لے گئے۔ امیر ریاست محمد شاہ بن مبارک فاروقی نے تدریس اور افتاء کا منصب آپ کے سپرد کیا۔ موصوف مسلسل ۲۷ برس تک اس جلیل القدر عہدہ پر فائز رہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے بلند پایہ فاضل ہونے کے علاوہ زہد وتقویٰ، تواضع وانکساری آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ شرح علے البخاری، حاشیہ تفسیر بیضاوی یادگار ہیں۔ شعبان المعظم ۱۰۰۸ھ میں شہید کیے گئے۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۲۵ ج ۵)

مفتی عبدالرحیم سندھیؒ:

مفتی عبدالرحیم بن عثمان بن یوسف بن صالح بدینی سندھیؒ مرکز علم وفضل ٹھٹھہ کے مفتی تھے۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱۸ ج ۵، تحفۃ الکرام ص ۱۹۸، فقہائے ہند ص ۴۰۰ ج ۲ حصہ دوم)

مولانا عبداللطیف سندھیؒ:

شیخ عبداللطیف بدینی سندھیؒ علوم عربیہ فقہ اور اصول میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اورنگزیب عالمگیر کے ہاں موصوف کی حیثیت قابل احترام دوست کی سی تھی۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۲۸ ج ۵، فقہائے ہند ص ۱۳۰ ج ۴ حصہ دوم)

قاضی عبدالرحمٰن سندھیؒ:

قاضی مخدوم عبدالرحمٰن جید عالم اور ممتاز فاضل تھے۔ شاہجہاں اور جہانگیر کے دور

حکومت میں حرمین شریفین کے نذرانوں کی تولیت موصوف کے سپرد تھی۔ (تحفۃ الکرام ص ۵۳۹)

میرک شیخ عبدالباقیؒ اور ان کی اولاد:

میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید حنفیؒ علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کمالات علمیہ ورثہ میں پائے تھے۔ والد محترم کی وفات کے بعد شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز المرام ہوئے۔ موصوف شیخ میرک محمد کے بھائی ہیں۔ ان کے صاحبزادے شیخ محمود ثانی بن میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید والد ماجد کی وفات کے بعد موروثی شیخ الاسلامی کے منصب پر فائز ہوئے۔ فضائل علمیہ میں بے نظیر تھے۔ ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی۔ یافت میرک مقام محمدی مادۂ تاریخ وفات ہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے میرک عبدالباقی الملقب بہ سید خواجہ بن شیخ محمود ثانی بن میرک شیخ عبدالباقی بن میرک شیخ محمود بن ابی سعید حنفیؒ باکمال فضلاء زمانہ میں تھے۔ شیخ الاسلامی کے موروثی منصب پر فائز المرام ہوئے۔ ۱۰۵۸ھ میں وفات پائی۔ آسودہ بفردوس نعیم مادہ تاریخ وفات ہے۔ موصوف کی موت کے بعد منصب شیخ الاسلامی یکے بعد دیگرے آپ کے فرزند میرک عبدالہادی المتوفی ۱۰۸۶ھ ہادی اہل کرم یافت مقام محمود مادہ تاریخ وفات ہے۔ اور میرک محمد مہدی کے حصہ میں آیا۔ میرک محمد مہدی کی وفات کے بعد موصوف کے چچا عبدالوہاب ثانی شیخ الاسلامی کے منصب سے نوازے گئے۔ شیخ عبدالوہابؒ نے ۱۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۱۲، ۴۱۱)

شاہ قطب الدین ہروی سندھیؒ:

شاہ قطب الدین محمد بن شاہ محمود بن شاہ طیب ہرویؒ خراسان سے بھکر تشریف لائے۔ عرصہ دراز تک شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۹۷۷ھ میں "کفی بالموت

واعظؒ کا پیغام سنا تے گئے (واعظ) مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ معصومی ص ۲۷۰ تحفۃ الکرام ص ۲۹۰ تاریخ سندھ ص ۱۰۰ ج ۲ از اعجاز الحق قدوسی)

شیخ کمال الدین بھکری:

الشیخ کمال الدین بن عنایت اللہ بھکری سندھیؒ بلند پایہ فقیہ اور مشہور فضلاء سندھ میں شمار تھا۔ ۱۱۲۱ھ میں وفات پائی۔ شرح دیوان حافظ اور الاصلاحات الرضویہ قلمی شاہکار ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۴۲ ج ۶ فقہائے ہند ص ۳۴۳ ج ۵ حصہ اول)

قاضی محمد ابراہیم ٹھٹھوی:

قاضی محمد ابراہیم ٹھٹھوی سندھیؒ مخدوم فیروز کے نواسے تھے۔ کمالات علمیہ سے موروثی طور پر آراستہ تھے۔ موصوف کو شاہجہان نے ولی "مرحوم" کی مسند افتا تفویض کی تھی۔ کچھ زمانہ قاضی لشکر بھی رہے ہیں۔ جس سے ترقی کر کے قاضی القضاۃ کے جلیل القدر منصب پر فائز ہو گئے۔ کچھ مدت ٹھٹھہ کے امین بھی رہے۔ علاوہ ان مشاغل کے درس و تدریس کا شغل اخیر عمر تک جاری رکھا۔ قاضی موصوف کے تین نواسے قاضی محمد یحییٰؒ، قاضی محمد امینؒ اور قاضی محمد باقرؒ بھی بلند علمی مقام رکھتے تھے۔ موصوف کے برادر زادہ قاضی محمد اکرمؒ موضع نجوزہ کے منصب پر فائز رہے۔ قاضی صاحب کے بھائیوں کی اولاد میں قاضی عبدالجلیلؒ (پشت) سے منصب قضاء پر سرفراز رہے۔ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی مثال قاضی موصوف کے خاندان پر حرف بحرف صادق آتی ہے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۹ ج ۵ تحفۃ الکرام ص ۲۹۶ تذکرہ علماء ہند ص ۲۲۴ فقہاء ہند ص ۲۰۶ ج ۵ حصہ اول)

مولانا محب علی سندھی:

مولانا محب علی بن صدر الدین محمد بن علی بیگ ٹھٹھوی سندھیؒ قبیلہ چغتائیہ کے چشم

وچراغ تھے۔ فقہ اور شاعری میں کمال حاصل تھا۔ والئ ہند شاہ جہاں کے مصاحبین میں سے تھے سنہ ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۲۳ ج ۵ و فقہائے ہند ص ۲۱۵ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا محمد صالح سندھیؒ:

مولانا محمد صالح بن ابراہیم سندھیؒ مفتی رزق اللہؒ کے شاگرد تھے۔ لاہور میں مستقل اقامت اختیار کرلی تھی۔ علوم فقہ کے ساتھ خاص ربط تھا۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۸۰ ج ۵ و فقہائے ہند ص ۲۵۲ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا محمود سندھیؒ:

شیخ محمود بن عبدالباقی بن محمود بن ابی سعید الحسینی السبزواری سندھیؒ والد کی وفات کے بعد سندھ میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کئے گئے۔ فضل وکمال میں معاصرین سے سبقت لے گئے تھے۔ سنہ ۱۰۲۰ھ میں راہئ ملک بقا ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۳۱۷ ج ۵ و تحفۃ الکرام ص ۲۷۱ و فقہائے ہند ص ۱۴۳ ج ۴ حصہ دوم)

مولانا نظام الدین سندھیؒ:

مولانا نظام الدین بن نور محمد بن شکر اللہ سندھیؒ ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ فقہ اور اصول فقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ موصوف سندھ کے قابل فخر فرزند ہیں جنہیں فتاویٰ عالمگیری کی مجلس ترتیب انتخاب میں شریک کیا گیا تھا۔

(خلاصۃ التراجم ص ۷۵ و تحفۃ الکرام ص ۲۰۰ و نزہۃ الخواطر ص ۲۱۱ ج ۵ و فقہائے ہند ص ۲۴۸ ج ۴ حصہ دوم)

الشیخ سید ولی سندھیؒ:

شیخ سید شاہ ولی بن ابی القاسم بن علی اکبر بن عبدالواسع حسینی ٹھٹھوی سندھی مخدوم رحمت اللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ علم وعمل میں یگانۂ روزگار تھے۔ جامع تحفۃ المجالس

مجتہد قلم ہے۔ ۱۱۵۰ھ کو جکت پور میں وفات ہوئی اور ٹھٹھہ میں دفن کئے گئے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۳۰۲ ج ۶)

علامہ طاہر سندھیؒ:

علامہ طاہر بن یوسف بن رکن الدین بن معروف شہاب الدین السندھیؒ قصبہ پاتڑی (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کی خاطر مختلف بلاد ہند گجرات، دہلی کا سفر اختیار کیا۔ آخر برہان پور میں سکونت اختیار کر لی۔ علامہ طاہر سندھیؒ تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور کئی کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے۔ علامہ ممدوح نے ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۸۵ ج ۴، تذکرہ علماء ہند ص ۱۰۲ [illegible])

مولانا حمید الدین سندھیؒ:

مولانا حمید الدین بن عبداللہ بن ابراہیم حنفی العمری السندھیؒ دربیلہ (سندھ) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم وطن مالوف ہی میں حاصل کی۔ والد محترم کے ساتھ حرمین تشریف لے گئے وہاں کے جید اور مشہور اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ جن میں شیخ ابوالحسن شافعی بکری، شیخ احمد بن حجر مکی، شیخ نور الدین علی بن عراق، نجم الدین محمد بن احمد غیطی وغیرہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ۹ سال مہمان حرم رہ کر ۹۰۰ھ میں ۹۰ سال کی عمر پا کر راہی ارض مقدس میں وفات پائی اور اپنے عظیم القدر بھائی شیخ رحمت اللہؒ کے قریب قبرستان معلیٰ میں مدفون ہوئے۔ (فقہائے ہند ص ۱۵۸ ج ۳، تذکرہ علماء ہند ص ۳۲۳، تاریخ معصومی ص ۲۰۹، نزہۃ الخواطر ص ۱۰۲ ج ۵)

قاضی محمد اکرم سندھیؒ:

قاضی محمد اکرم بن قاضی عبدالرحمٰن نصر پوری سندھیؒ علوم عربیہ کے علاوہ فقہ وحدیث میں خاص مقام رکھتے تھے۔ اصول حدیث پر بالخصوص گہری نظر تھی۔ اس موضوع

پر ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ اس کا نام "اسعان النظر توضیح نخبۃ الفکر" ہے۔

(تحفۃ الکرام ص: ۲۰۹ و تذکرہ مشاہیر سندھ ج ۱ ص: ۱۸۲، فقہائے ہند ج ۴ ص: ۲۲۳)

مولانا صالح سندھی برہان پوری:

مولانا صالح سندھی برہان پوری نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔ حکیم عثمان بن عیسیٰ بوبکانی برہان پوری سے تعلیم حاصل کی تھی۔ خُتَنُ الاستاذ (داماد استاذ) کے لقب سے مشہور تھے۔ برہان پور میں مسند تدریس وافتاء پر مدت تک رونق افروز رہے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۵ ص: ۱۸۲)

موسیٰ بن ابی موسیٰ:

موسیٰ بن ابی موسیٰ حنفی سندھی المتوفی ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء سید صبغۃ اللہ بن روح اللہ حسینی بھروچی نزیل مدینہ منورہ کے اصحاب میں سے تھے۔ اکابر اہل علم میں شمار تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اقدس کی زیارت کے شوق میں اخیر عمر میں دمشق شام کا سفر اختیار کیا اور القدس میں جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔ (خلاصۃ الاثر ج ۴ ص: ۴۳۵ و نزہۃ الخواطر ج ۵ ص: ۴۱۳)

الشیخ ابوبکر شافعی سندھی:

شیخ ابوبکر سندھی شافعی المسلک تھے۔ جامع اموی دمشق میں مسلسل دس سال تک فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ نماز باجماعت اور اکثر روزوں (نفلی روزوں) کا اہتمام فرماتے تھے۔ حکام زمانہ سے دامن بچا کر رکھتے تھے۔ ۳ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ کو بحالت روزہ مرض طاعون سے وفات پائی۔ شیخ نجم الدین غزی شافعی نے ان کی وفات پر یہ شعر کہے۔۔۔

اجیبت لطاعون اصابت بنبالہ	ولیت علی الخطی والصارم الھندی

سلطان دمشق الشام لسانًا و أعرا

تبسط فی السدی و ما ترک السندی

موصوف کو باب القرادلیں میں تربت غرباء میں دفن کیا گیا۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۶۵ بحوالہ فقہائے سندھ ص ۰ ۶ ...)

قاضی حسن سندھیؒ:

قاضی حسن سندھیؒ اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ سید عبدالکریم کے معاصر تھے۔ سنہ ۹۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۱۸)

....

عہد کلہوڑہ

کلہوڑے کون تھے؟

مولانا غلام رسول مہرؔ اس خاندان کے شجروں پر مفصل ریسرچ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"ان دلائل کی بناء پر انتساب عباسیت سے انکار غالباً مناسب نہ ہوگا۔ تاہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں خاندان یعنی کلہوڑہ اور داؤد پوتے یقیناً عباسی تھے"۔ (تاریخ سندھ ص ۹ ج ۲ عہد کلہوڑہ باب دوم)

تیہ شجروں کے نامکمل ہونے کی بناء پر اس خاندان کے انتساب عباسیت کو محل نظر سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ مستند تاریخی دفاتر ان میں عباسیت کا ذکر اس طرح آیا ہے گویا یہ ایک مسلم و معلوم واقعہ ہے۔ (تاریخ سندھ ص: ۷)

خاندانِ کلہوڑہ کا پہلا فرمانروا :

میاں یار محمد خان المتوفی ۱۷۱۸ء اس خاندان کا پہلا فرد ہے۔ جس نے باضابطہ حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ (تاریخ سندھ ص ۱۹۲)

خاندانِ کلہوڑہ کا آخری حکمران :

میاں عبدالنبی جس نے ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں بمقام راجن پور وفات پائی۔ خاندان کلہوڑہ کا آخری تاجدار تھا۔ جسے اپنی غلطیوں کے باعث سلطنت سندھ سے ہاتھ دھونا پڑے۔ (تاریخ سندھ ص ۱۹۹)

مدتِ حکومت :

کلہوڑوں کو تاک سندھ پر بحیثیت مجموعی ۸۰ سال حکومت کرنے کا موقع ملا۔
(تاریخ سندھ ص ۱۰۹۰)

خاندانِ کلہوڑہ کے نامور اشخاص اور ان کے اوصاف :

اصحاب تاریخ نے خاندان کلہوڑہ میں میاں یار محمد کو بلحاظ فضل و کمال صف اول کے لوگوں میں شمار کیا ہے۔ موصوف کے بعد میاں نور محمد خان اور میاں غلام شاہ خان کو شمار کیا جاتا ہے۔ میاں غلام شاہ اگرچہ پڑھے لکھے آدمی نہ تھے۔ لیکن ملک داری کی جن گوناں گوں صلاحیتوں سے قدرت نے ان کو نوازا تھا، جب وہ بروئے کار آئیں تو نابغہ روزگار فضلاء ان کی عظمت و برتری کے معترف و مداح ہونے لگے۔
(تاریخ سندھ ص ۱۱۰،۱۰۸ با تمام حوالہ جات)

میاں نور محمد خان اہل اللہ علماء اور سادات کی مدارات اور عزت افزائی میں بھی

مشاغل نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے دینی مذاق کا غلغلہ زبان زد عام و خاص تھا۔

(تاریخ سندھ ص ۲۰۹، ۱۰۴۳)

موصوف نے ملکی انتظامات کی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود قرآن مجید لکھنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ (تاریخ سندھ ص ۱۰۵)

علاوہ ازیں اسی خاندان کے چشم و چراغ میاں سرفراز خان کے متعلق فرنیر نامہ میں مرقوم ہے۔

محمد سرفراز خان حاکم بود دانش مند فضیلت پرور، در علم و شعر فہمی یکتائے روزگار بود وقدر شعراء وعلماء کما ینبغی بجای آورد۔ (فرنیر نامہ ص ۸۰ و تاریخ سندھ ص ۱۸۸ مولانا غلام رسول مہر)

ترجمہ: محمد سرفراز خان دانش مند اور فضیلت پرور حاکم تھا۔ علم اور شعر فہمی میں یکتائے روزگار مانا جاتا تھا اور شاعروں، عالموں اور فاضلوں کی قدر و منزلت کما حقہٗ کرتا تھا۔

فرنیر نامہ کا مصنف قبیلہ تالپر سے نسبی تعلق رکھتا ہے۔ جو خاندان کلہوڑہ کا مخالف اور مذہبی دشمن سمجھا جاتا ہے اور "الفضل ما شہدت بہ الاعداء" کے پیش نظر موصوف کے غیر معمولی فضل و کمال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خوش تر آن باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

کلہوڑوں کی ہر دلعزیزی:

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

حکومت کی ہر دلعزیزی کی سب سے بڑی دستاویز یہ ہے کہ جب ملک کے دل سے جو آواز اٹھے اسی کے حق میں اٹھے۔ کلہوڑوں کی ہر دلعزیزی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی حکومت کے ختم ہونے سے بے شمار برس بعد جن انگریز مبصروں نے سندھ کو

دیکھا انہیں جا بجا کلہوڑوں کا اثر و رسوخ زندہ محسوس ہوتا تھا۔ مثلاً ٹی پوسٹنز کے مندرجہ ذیل بیانات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) اس گروہ (کلہوڑوں) کو پُر تقدس احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ عوام کے دلوں کو مرعوب کرنے کے لئے دنیوی قوت کے ساتھ مذہبی رجحان شامل ہو گیا۔ ملک میں اب بھی بہت سے خدوخال موجود ہیں جو اس دو گونہ اثر کے پائیدار نشانوں کی شہادت دے رہے ہیں۔ (سندھ کے متعلق ذاتی مشاہدات از پوسٹنز ص ۱۲۸، بحوالہ تاریخ سندھ ص ۲۲۳ ج ۶ حصہ دوم)

(۲) تالپر ملک کے فاتح تھے اور حکومت انہوں نے اس مقدس گروہ سے چھینی تھی۔ جن کی یادگار مسلمانوں کے تمام طبقوں میں حد درجہ عزیز تھی۔

(ذاتی مشاہدات از پوسٹنز ص ۲۲۰ بحوالہ تاریخ سندھ ص ۲۲۳ ج ۶ حصہ دوم)

کلہوڑوں کا مسلک :

کلہوڑے باعتبار مسلک و عقائد کے اہل سنت والجماعت سے تھے۔ فقہ میں حنفیت اور تصوف میں سہروردیہ کے طریق پر کاربند تھے۔ (تاریخ سندھ ص ۱۳۹۔ ج ۲)

مذہبی تصنیفات :

میاں نور محمد خان نے وصیت نامہ منشور الوصیۃ کے نام سے مرتب کیا تھا۔ جس کے مندرجات سے موصوف کے دینی رجحان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ کسی وقت بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا۔ (پ ۱۶) (جس نے منہ موڑا میری یاد سے پس بے شک اس کے لئے ہے تنگ زندگی)

ب۔ حضور سرور کائنات علیہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیمات کو خدا نہ کہنا چاہئے۔ آپ

خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے سوا جو چاہو کہو۔ بہ قرآن ثنا گفتن دے را خدا۔۔۔

ج قرآن مجید کی تلاوت جتنی زیادہ ہو سکے کرو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ بلا ناغہ تلاوت جاری رکھو اور زیادہ نہیں تو مہینہ بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ قرآن ضرور ختم کرو۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد افضل البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا اپنا شیوہ بناؤ۔ اگر مخلوق ایک بار رسول کریم ﷺ پر درود بھیجتی ہے تو خدا اس مخلوق پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔

ح۔ اہل بیت کی محبت ضروری ہے جس کسی نے کچھ پایا ہے اہل بیت سے محبت کی بدولت پایا ہے۔

د۔ مقدمات میں دین کا اتباع شریعت کی پیروی لازم ہے۔ اگر عام مقدمے پیش ہوں تو ہاتھ کاٹنے یا کسی سخت سزائیں دینے میں جلدی نہ کرو۔ بعض اوقات سچائی کچھ مدت گزر جانے پر ہی ظاہر ہوتی ہے۔

ذ۔ نماز روزے و زکوٰۃ کے پابند رہو۔ نماز پہلی چیز ہے جس کے متعلق قیامت میں پہلے پہل پرسش ہوگی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان یہی وجہ امتیاز ہے۔

ر۔ چاروں فقہی مذہب برحق ہیں صوفیاء کرام کے چودہ خانوادے بھی درست ہیں۔ ہمارا طریقہ سہروردی ہے۔

ز۔ آدھی رات کو جاگنے کی عادت ڈالو۔ آدھی رات کی دعا تین مختلف بلاؤں کو دفع کرتی ہیں۔

ط۔ دنیا کے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو علماء اور صلحاء کی صحبت میں بیٹھو۔

(منشور الوصیہ کی بحوالہ ذکر سندھ ص [illegible])

۵۔ ''نامہ نغز'' جو میاں موصوف کی سرپرستی میں مرتب کیا گیا تھا جس سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے موصوف کی دینی دلی جذبات واضح ہوتی ہیں۔

(۱) نخستین که درکار بگذاشت دست
بدین پروریں کار از جان ببست

ترجمہ : اس نے کاروبار میں ہاتھ ڈالتے ہی سب سے پہلے دل و جان سے دین پروری پر توجہ کی۔

(۲) بجز شرع ہرگز نہ او زد قدم
بیار است گیتی چو باغ ارم!!

(مہران تاریخ سندھ ص: ۹۱-۱۰۰، غلام رسول مہر)

ترجمہ : اس کا قدم شریعت سے باہر ہرگز نہ پڑا دنیا کو اس نے باغ ارم کی طرح آراستہ کر دیا۔

عہد کلہوڑہ میں دینی قدریں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام :

دور کلہوڑہ کے مقتدر فاضل علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاکم وقت کو ان خلاف شرع باتوں کی طرف توجہ دلائی جو مسلمانوں میں رواج پا چکی تھیں۔ مخدوم موصوف کی تجویز کے مطابق شعبان ۱۱۷۳ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۱۷۵۹ء کو ایک فرمان تمام کارپردازان حکومت کے نام جاری ہوا جس میں مندرجہ ذیل امور کی تاکید کی گئی تھی۔

(۱) ایام محرم میں ماتم کرنے اور تابوت نکالنے کو روکا جائے۔

(۲) تمام نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا جائے۔

(۳) جوئے، زنان فاحشہ اور مخنثوں کو پابند کیا جائے۔

(۴) مسلمان عورتیں قبرستان نہ جائیں۔

(۵) جاندار چیزوں کی تصویریں نہ اتاری جائیں۔

(۶) ڈاڑھی مٹھی بھر چھوڑ کر ترشوائی جائے اور منڈانے کی اجازت کسی کو نہ دی جائے۔

(۷) تعزیت کے وقت مردوں اور عورتوں کو چیخ کر رونے اور نوحہ کرنے سے روکا جائے۔

(۸) مسلمانوں کو نماز روزے اور تمام مالی و جانی عبادتوں کی پابندی پر متوجہ کیا جائے۔

(۹) ہندوؤں کو حکم دیا جائے کہ دکانوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں گھنٹے نہ بجائیں۔ ہولی، گانے بجانے اور ڈھول ڈھمکے سے باز رہیں۔ بتوں کے سامنے یا دریا اور سمندر کو علی الاعلان سجدے نہ کریں۔

(وصیت نامہ میر بہت ۱۵ جنوری ۱۷۳۹، بحوالہ تاریخ سندھ ص ۱۷۹ ج ۱ حصہ دوم)

میاں یار محمد خان مرحوم نے اپنی رعایا کے متعلق ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے :

"اللہ کا ہزار شکر ہے کہ ان میں سے کسی کو قانون شریعت سے باہر کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچایا گیا"۔ (کلہوڑا دور بہار ص ۱۰۹ بحوالہ تاریخ سندھ ص ۳۳۲ ج ۲)

اپنے دور حکومت میں کلہوڑوں نے خطہ سندھ میں اسلامی اقتدار کے اس قدر گہرے نقوش چھوڑے کہ مدتوں بعد جب کہ ان کی حکومت کو ختم ہوئے تقریباً نصف صدی ہونے کو تھی اہل سندھ میں دینی مذاق کا اثر نمایاں طور پر محسوس کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ سفرنامہ بخارا کے حوالے سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔

(سفرنامہ بخارا جلد اول بحوالہ تاریخ سندھ ص ۳۴۳ ج ۵ کلہوڑا دور)

کلہوڑا دور کے فقہاء

شیخ ابوالحسن الکبیر:

شیخ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی الکبیر سندھی مرکزِ علم ٹھٹھہ کے اطراف میں پیدا ہوئے۔ ایامِ طفولیت یہیں گزارے۔ حصولِ علم کے لئے پہلے ٹھٹھہ کا سفر اختیار کیا پھر مدینہ طیبہ کی راہ لی اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اکابر علماء سے اکتسابِ فیض کیا۔ جن میں محمد بن عبدالرسول البرزنجی، شیخ ابراہیم بن حسن کورانی قابلِ ذکر ہیں۔ مدت العمر حرمِ نبوی میں درس دیتے رہے۔ قابلِ قدر تصنیفات عالم میں یادگار چھوڑیں۔ ۱۲ شوال ۱۱۳۸ھ بمطابق ۱۷۲۶ء کو آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔

([illegible])

شیخ ابوالحسن:

شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی المدنی سندھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ محمد حیات سے تعلیم پائی۔ مدت دراز تک ان کی صحبت میں رہے۔ بعد ازاں مدینہ طیبہ میں تعلیم و تدریس کا مشغلہ رہا۔ متعدد کتب صفحاتِ عالم پر یادگار چھوڑیں۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۸۷ھ جمعۃ المبارک کی شب میں مدینۃ الرسول میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

([illegible])

میاں احمد:

میاں احمد مرحوم مضافاتِ ٹھٹھہ کے مفتی مانے جاتے تھے۔ نیز میاں محمد باقر

موصوف کے شاگرد تھے۔ ۹۶۱ھ میں وفات پائی۔ عزت تخلص فرماتے تھے۔

(تاریخ سندھ ص ۹۸۴ حصہ دوم ج ۱)

مخدوم جعفر بوبکانیؒ :

مخدوم جعفر بن عبدالکریم المعروف میراں بوبکانی سندھیؒ۔ علامہ موصوف بوبکان میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت وفات سے اوراق تاریخ خاموش ہیں۔ البتہ تاریخ معصومی سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم موصوف مرزا شاہ بیگ ارغون قندھاری کے حملہ کے وقت بقید حیات تھے۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی وفات ۹۳۰ھ کے بعد ہوئی ہوگی۔ مخدوم نوح بھکریؒ کے معاصر تھے۔ مسلک حنفی پر گہری نظر تھی۔ المعتقد فی مرتب الفقر کے علاوہ اور کئی گراں بہا تالیفات یادگار عالم ہیں۔ "حل العقود فی طلاق السنود" مخدوم موصوف کی عجیب و غریب کتاب ہے جس میں سندھیوں کے طلاق دینے کے طریقے اور ان کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ ([illegible])

[illegible]

مخدوم روح اللہ بھکریؒ :

[illegible] تھے۔ [illegible] تھے۔ صالحیت و بزرگی میں [illegible] ہے۔ شیخ قانع نے مخدوم موصوف [illegible]

[illegible]

مخدوم رحمت اللہؒ :

مخدوم رحمت اللہؒ ۱۱۳۸ھ-۱۷۲۶ء میں وفات پائی۔ مخدوم ضیاء الدین کو موصوف سے شرف تلمذ تھا۔ (تاریخ سندھ ص ۹۹۰ حصہ دوم جلد دوم ول ہیر)

مخدوم عبدالرؤف سندھیؒ :

مخدوم عبدالرؤف بن مخدوم عمر علی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ میاں نور محمد کلہوڑہ والئی سندھ نہایت درجہ مخدوم موصوف کا قدر دان تھا۔ ۱۱۶۹ھ بمطابق ۵۶-۱۷۵۵ء یا ۵۷-۱۷۵۶ء میں راہئ ملک بقاء ہوئے۔ کان ولیا رؤف الخلق مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ سندھ ص ۵۵۹ ج ۲، اعجاز الحق قدوسی تاریخ سندھ ص ۹۸۸ حصہ دوم جلد دوم ول ہیر)

مخدوم عبداللطیف ٹھٹھویؒ :

مخدوم قاضی عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھیؒ حدیث فقہ اور اصول کے ماہر تھے۔ موصوف کے والد ماجد مخدوم محمد ہاشمؒ بلند مرتبہ عالم تھے۔ بلند بخت بیٹے نے بھی افادہ علماء و طلبہ کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا تھا۔ ۱۱۸۷ھ کو محمد سرفراز کے لشکر میں منصب قضاء پر فائز تھے۔ (تحفۃ الطاہرین ص ۲۹۹، نزہۃ الخواطر ص ۱۶۹ ج ۶ تذکرہ مشاہیر سندھ ج ۱ بابت)

شیخ عبداللہ سندھیؒ :

شیخ عبداللہ بن محمد بن حسین سندھیؒ معروف بہ محدث چالیس سال تک مدینۃ الرسول میں قیام رہا۔ ارض طیبہ کے کثیر طلباء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ موصوف سخاوت، مروت، دین اور شفقت میں عدیم المثال تھے۔ سن ۱۱۹۳ھ میں اس عالم رنگ و بو کو الوداع کیا۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۲۵ ج ۶)

مخدوم عثمان ٹھارو :

شیخ مخدوم عثمان ٹھارو فاضل متبحر، نادرِ روزگار عالم تھے۔ میاں نور محمد ناصر پوری سے شرفِ تلمذ تھا۔ مخدوم محمد ابراہیم سے بعض مسائل میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔

(تحفۃ الکرام ص ۹۹۰)

فقیر اللہ علوی شکارپوری :

شاہ فقیر اللہ علوی بن شاہ عبد الرحمن بن شاہ شمس الدین میاں سرفراز خان کلہوڑا والیٔ سندھ کے معاصر اور جلیل القدر بزرگ تھے۔

(تاریخ سندھ ص ۴۰ ج ۱/۲ ایاز الحق قدوسی، تاریخ سندھ ص ۲۰۰ ، رسالہ)

حاجی محمد قائم سندھی :

حاجی محمد قائم سندھی عالم اکمل، فاضل اجل، مجموعہ علوم عقلیہ ونقلیہ ملا محمد باقر مخدوم رحمت اللہ سندھی اور مخدوم نور محمد نصر پوری کے شاگرد تھے۔ ۱۱۵۵ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ (فی جلت تجری) مادۂ تاریخ وفات ہے۔

(تاریخ سندھ ص ۶۹۹، رسالہ مہران ۱۹۵۸ء ص ۲۳ ج ۲)

مخدوم محمد معین سندھی :

مخدوم محمد معین بن مخدوم محمد امین بن طالب اللہ سندھی مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں علامہ زمان تھے۔ عمدہ شاعر تھے۔ فارسی میں حکیم اور ہندی میں بیراگی تخلص فرماتے تھے۔ متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ ۱۱۶۱ھ میں اس جہان رنگ وبو کو خیرباد کہا۔ رند مشرب بزرگ تھے۔ دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ

سالحبیب موصوف کی شاہکار تصنیف ہے۔ (تاریخ سندھ ص ۶۹۰ حصہ دوم غلام رسول مہر تاریخ سندھ ص ۵۵۵ ج ۱۲ اعجاز الحق قدوسی نزھۃ الخواطر ص ۱۵۱ ج ۶ مقدمہ دراسات اللبیب)

شیخ محمد حیات سندھیؒ:

باز گو از نجد و از یاران نجد
تا در و دیوار را آری بوجد

شیخ محمد حیات بن ابراہیم سندھیؒ المدنی قوم چاچڑ کے چشم و چراغ تھے۔ قصبہ عادل پور جو کہ روہڑی اور گھوٹکی کے درمیان واقع ہے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بیت الحکمۃ ٹھٹھہ میں مخدوم محمد معین سندھیؒ سے حاصل کی۔ عنفوان شباب میں دیار حبیب ﷺ کا رخ کیا۔ علوم ظاہری کی تکمیل اپنے ہم وطن شیخ ابوالحسن الکبیرؒ سے کی۔ شیخ موصوف کو حدیث نبوی ﷺ میں کامل دسترس حاصل تھی۔

احمد بن عبدالرحمن عبدالخالق یمنی تحریک نجد کے بانی محمد بن عبدالوہاب نے آپ سے حدیث پڑھی تھی۔ گراں قدر کتب تالیف فرمائیں۔ علوم نبوت کی اشاعت میں شیخ کا خاص مقام تھا۔ بارہویں، تیرہویں صدی میں جن خوش قسمت علماء نے مختلف اقطار میں احیاء سنت کا فریضہ انجام دیا ان میں سے اکثر کا سلسلہ موصوف سے ملتا ہے۔ ایک سندھی عالم کا یہ عظیم المرتبت کارنامہ ہر سندھی کے لئے باعث فخر ہے۔ ۱۱۶۳ھ بمطابق جنوری ۱۷۵۰ء بروز بدھ سفر آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔

(تحفۃ المرجان ص ۷۵ نزھۃ الخواطر ص ۱۳۸ ج ۶ ماثر الکرام میر غلام علی تاریخ سندھ ص ۱۰۰۰ ج ۲ مہر و دور وزنامہ ۷۵ ج ۲)

بارہویں صدی ہجری

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی :

فقیہ سندھ، الفاضل العلامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن ۱۰ ربیع الاوّل ۱۱۰۴ھ مطابق ۹۲-۱۶۹۳ء پیدا ہوئے۔ مخدوم عبدالرؤف اور مخدوم ضیاء الدین سے تعلیم حاصل کی۔ ابھی سفینۂ حیات نے تویں منزل بھی پوری نہ کی تھی کہ موصوف علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے۔

۱۱۳۵ھ مطابق اگست ۱۷۲۳ء میلادی میں زیارت بیت الحرام سے مشرف ہوئے۔ ۱۲ رجب ۱۱۳۶ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۷۲۴ء کو مقدس سرزمین طیبہ میں روحِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء پر حاضری دی۔ نابغۂ روزگار فاضل تھے۔ فقہ و حدیث اور تفسیر و کلام میں کامل رسوخ تھا۔ کم و بیش ساڑھے تین سو کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ مخدوم محمد معین جیسے نامور فضلاء موصوف کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت رہتی تھی اور بحسب فرمان احیاء دین کے احکام کا اجراء و نفاذ ہوتا تھا۔ ۶ رجب ۱۱۷۴ھ مطابق ۹ فروری ۱۷۶۱ء کو وفات پائی۔

(تحفۃ الکرام ص ۴۹۲، نزہۃ الخواطر ص ۱۱۰، ج ۶، تذکرہ علماء ٹھٹھہ ص ۸۱)

مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی :

مخدوم محمد ابراہیم بن مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد ہاشم اپنے والد محترم اور جد امجد کی طرح فاضل روزگار تھے۔ آپ کی تصانیف کثیرہ یادگار ہیں۔ مقام میندلی جو ریاست کچھ میں واقع ہے۔ وفات پائی اور وہیں سپرد خاک کیے گئے۔

میاں نور محمدؒ:

مخدوم میاں نور محمدؒ فقہی مسائل میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ میاں غلام شاہ کلہوڑا کے لشکر میں منصب قضاء انہیں کے سپرد تھا۔ (تحفۃ الکرام ص ۵۳۰)

میاں نعمت اللہ سندھیؒ:

میاں نعمت اللہ بن میاں عبد الجلیل مخدوم ضیاء الدینؒ کے نواسے تھے۔ درس وتدریس معمول زندگی تھا۔ مورخ سندھ سید علی شیر قانعؒ کو بھی موصوف سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ قانع نے موصوف کے مدرسہ میں میزان الصرف سے شرح ملا تک تمام کتابیں میاں نعمت اللہ سے پڑھی تھیں۔ (تاریخ سندھ ص ۵۶۳ ج ۲ قلمی)

میر نجم الدینؒ:

میر نجم الدین مخدوم محمد معین ٹھٹویؒ کے خواہر زادے تھے۔ اور میر محمد رفیع بھکری کے فرزند مسلکاً شیعہ تھے۔ صاحب درس وفتویٰ تھے۔ (مقدمہ دراسات اللبیب ص ۵۰)

مخدوم ضیاء الدین سندھیؒ:

مخدوم ضیاء الدین بن ابراہیم بن ہارون بن عجائب بن الیاس صدیقی ٹھٹوی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی اولاد میں سے تھے۔ مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹوی م ۱۱۳۱ھ سے علم حاصل کیا تھا۔ مخدوم ضیاء الدین ۱۰۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۰ سال ۱۱۷۱ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۴ ج ۶)

مولانا محمد مراد سندھیؒ:

مولانا محمد مراد حنفی سندھیؒ اپنے شہر کے منصب قضاء پر مامور تھے۔ ہمیشہ وعظ وتذکیر

اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آخیر ایام میں ارض حجاز جدہ میں بسر کیے۔ قرآن، حدیث اور فقہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب تصنیف کی جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان کی یہ تصنیف کتاب و سنت اور فقہ کے نقطۂ نظر سے بہت سے مسائل کو محیط ہے۔ ۱۱۲۰ھ سے پہلے وفات پائی۔ (نزھۃ الخواطر، ج ۶ مقبوضہ ۱۳۲۰ ص ۳۰۴)

میرک محمد احسنؒ :

میرک محمد احسن بن میرک محمد افضل بن میر محمد بن مہدی بن میر عبدالباقی علی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ دہلی کی تباہی کے بعد مصائب سے دوچار ہو کر وافغستان چلے گئے اور وہاں دوبارہ کھویا ہوا منصب شیخ الاسلامی حاصل کیا۔ ۱۱۶۲ھ میں وفات پائی "جنت الماویٰ مقام احسن است" وہ تاریخ وفات ہے۔ موصوف کی وفات کے بعد آپ کے بھائی میرک محمد محسنؒ منصب شیخ الاسلامی سے نوازے گئے۔ (تحفۃ الکرام ص ۲۱۳)

. . .

عہدِ تالپور

دورِ حکومت : ۱۱۹۹ھ تا ۱۲۵۹ھ بمطابق ۱۷۸۴ء تا ۱۸۴۳ء

تالپور کی وجہ تسمیہ :

تال پور بلوچوں کی ایک شاخ ہیں۔ بلوچوں کا دعویٰ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

تالپور کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ "تال" ان بلوچوں کے ایک خاندانی بزرگ کا نام تھا اور "پور" فارسی میں اولاد کو کہتے ہیں۔ انہی دو لفظوں سے مرکب ہو کر تال پور بنا۔ پھر عوام

کے کثرت استعمال سے یہ تالپر ہو گیا۔ (تاریخ سندھ ص ۲۸۵ ج ۱ قدوسی)

خاندانِ تالپور کا پہلا فرمانروا

فاتح سندھ میر فتح علی خانؒ:

میاں عبدالنبی کلہوڑا کے فرار کے بعد میر فتح علی خان نے سندھ پر تسلط حاصل کیا اور وہ تالپر خاندان میں سندھ کا سب سے پہلا فرمانروا ہے۔ (تاریخ سندھ ص ۱۹۱ ج ۲ قدوسی)

تالپور عہد حکومت اور ان کی علمی خدمات:

تالپر عہد ۱۷۸۳ء سے شروع ہو کر ۱۸۴۳ء پر ختم ہوتا ہے۔ تالپروں کی حکومت کا دور اگرچہ ساٹھ سال کی مختصر مدت پر محیط ہے۔ لیکن علمی اعتبار سے بعض گوناں گوں خصوصیات کا حامل ہے۔ تمام تالپر حکمران پڑھے لکھے مہذب تھے اور بعض ان میں عالم فاضل صاحب تصانیف و تالیف شاعر تھے اور اپنے دور کے علماء کی قدردانی کرتے تھے۔ تالپور حکمران اپنے دور حکومت میں تعلیم کو عام کرنے کی دھن میں رہتے تھے۔ تعلیمی مشاغل میں ان کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے زیر نگیں علاقوں سے عوام کی تعلیم کی سہولت کے لئے جگہ جگہ مکاتب و مدارس قائم کئے تھے۔ ان کے عہد میں خصوصاً سندھ کے چھ علمی مرکز مشہور تھے۔

(الف) سیہون (ب) ٹھٹی (ج) کھرا (د) شیاری (ھ) کھیر (و) عمرکوٹ

علاوہ ازیں انہوں نے گاؤں گاؤں اور شہر شہر شاہی خزانہ سے مکاتب کھولے تھے۔ بڑے مدارس کے نصاب میں صرف نحو منطق، فقہ، تفسیر، حدیث، معانی، بیان، وغیرہ تک کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بیگمات تالپور علم کی نشر و اشاعت میں بڑی دلچسپی رکھتی تھیں۔ چنانچہ شہزادی خیران نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے جملہ اخراجات وہ خود اٹھاتی تھیں۔ (تاریخ سندھ ص ۵۰۰ ج ۲ اعجاز الحق قدوسی)

عہد تالپور کے فقہاء

مخدوم عثمان حعلوی :

مخدوم عثمان حعلوی مجتہد فی المذہب شمار کئے جاتے تھے۔ مرحوم ''ٹھٹھہ'' کے بعد علمی فیضان مخدوم موصوف ہی کے ذریعے سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم فضلاء مٹیاری سے حاصل کی۔ بعد ازاں نصرپور کے مشہور فاضل نور محمد نصرپوری سے تکمیل علوم کی۔ مخدوم موصوف نے جن لوگوں سے کسب کمال کیا وہ وادی مہران کے درخشندہ و تابندہ آفتاب و مہتاب تھے۔ مختلف درسی کتب کے مشکل مقامات پر ان کے قلمی حواشی یادگار ہیں۔ میر فتح علی خان تالپور کے دور حکومت میں شرعی فیصلوں کا قلمدان مخدوم عثمان ہی کے سپرد تھا۔ بعض مسائل میں مخدوم عبد الواحدؒ سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۱۹ھ میں دار فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۲۰۰)

مخدوم عبد الواحد سیوستانیؒ :

مخدوم عبد الواحد سیوستانیؒ المعروف بہ نعمان ثانی بن مخدوم دین محمد صدیقی بن مفتی عبد الواحدؒ ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ''فرخ سیر'' مادہ تاریخ ولادت ہے۔ مخدوم موصوف کے معاصرین میں قاضی محمد شکارپوری اور مخدوم عثمان مٹیاری ہیں۔ جن سے بعض فقہی مسائل پر رد و قدح رہتی تھی۔ قحط الرجال کے اس دور میں مخدوم موصوف جیسے فاضل روزگار کثیر التصانیف بزرگ کی مثال وادی سندھ میں عنقاء ہے۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۲۰۳)

مخدوم محمد عابد سندھیؒ :

شیخ مخدوم محمد عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن یعقوب حافظ بن محمود انصاری خزرجی سندھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ وادی سندھ کے روحانی مرکز سیہون شریف "حیدرآباد" میں پیدا ہوئے۔ عم محترم محمد حسین بن محمد مرادؒ کے علاوہ دیگر علماء یمن اور حجاز سے بھی اکتساب علم کیا تھا۔ مخدوم موصوف کی جلالت علمی کے باعث والئ مصر نے آپ کو رئیس العلماء کے عہدۂ جلیلہ پر مدینہ طیبہ میں مقرر کردیا تھا۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں بروز سوموار وفات پائی۔ جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔ حنفی مسلک کے پیرو تھے۔ متعدد علمی کتب تالیف فرمائیں۔ روحانی سلسلہ نقشبندیہ سے متعلق تھا "فاضل برگزیدہ زمان" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تکملۃ المتقین ص ۱۴۰، نزہۃ الخواطر ص ۴۴۳ ج ۷، حدائق الحنفیہ ص ۴۴۳، تاریخ الحج ص ۹۹)

مخدوم محمد عارف سیوستانیؒ :

مخدوم محمد عارف بن مخدوم محمد حسن بن دین محمد بن مفتی عبدالواحد صدیقیؒ۔ مخدوم موصوف نے ظاہری علوم اپنے عم محترم مولانا عبدالواحد سیوستانیؒ سے حاصل کئے۔ میران تالپور کے دور حکومت میں شرعی فیصلوں اور فتووں کا مرجع آپ کی ذات تھی۔ مخدوم عبدالواحدؒ نے زندگی ہی میں ان کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔ ۱۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔ "رضی اللہ المجید عنہ" مادہ تاریخ وفات ہے۔

(تذکرہ مشاہیر سندھ ص ۲۱۳)

☆ ☆ ☆

دورِ غلامی

ے آفتاب فلک رفعت شاہی بود یم
بُردور شام زوال آہ سیاہ کاری ما

دورِ غلامی کے اسباب :

ع چھوڑا نہیں ہے کوئی گلستان تیرے لئے

جہانگیر اور اس کے جانشینوں کی یہ سنگین غلطی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کو ہندوستان میں قدم جمانے کا موقع دیا اور ان کی طرف سے آنکھیں بند کیے خاموش تماشائی بنے رہے۔ اگر شروع ہی سے ان کی بیخ کنی کر دی گئی ہوتی تو شاید ہندوستان کی تاریخ اس غلامی کے بدنما داغ سے محفوظ رہتی۔ تاریخ کا یہ کتنا عظیم جاں فرسا حادثہ اور اسلامیان سندھ کے درخشندہ چہرے پر کلنک کا کس قدر غیر معمولی گھناؤنا داغ ہے کہ گیارہ سو سال پہلے وادیٔ کفر و ضلالت میں جو شمع نورِ عرب کا مقدس خون دے کر روشن کی گئی تھی۔ وہ ۱۸۴۳ء میں کفر ہی کے تند و تیز جھکڑوں میں گل ہوتی دیکھی گئی ......

ے لٹ رہا ہے چمن اور آہ نہیں کر سکتے مجبور ہے کہ ہم سا کوئی مجبور نہیں

غداران ملت کی ریشہ دوانیوں کے باعث "دبہ اور میانی" کے میدان میں انگریزوں نے تالپوروں کو شکست دی اور سندھ کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے۔ اور میران حیدرآباد کے آخری مسلم تاجدار میر محمد نصیر خان کو ۱۸۴۳ء میں انگریزوں نے شکست دی تھی۔ گرفتار کر کے بمبئی میں نظر بند کر دیا اور وہیں حالت اسیری میں اس نے وفات پائی۔ اس سنگین انقلاب کے بعد افرنگ کے حق میں راہ بالکل ہموار تھی۔ اپنی

شاطرانہ چالوں سے اس عیار قوم نے اپنی وطن سے وہی سلوک روا رکھا جو عموماً فاتح اقوام روا رکھا کرتی ہیں۔ جس کی ادنیٰ جھلک ملکۂ سبا کے اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی پارلیمنٹ کے سامنے دیا تھا کہ "قالت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذلک یفعلون"۔

انگریزوں نے بھی بعینہٖ حرف بحرف اس کا عملی مظاہرہ کیا۔ خذلھم اللہ تعالیٰ۔

...

دورِ غلامی کے فقہاء

شیخ ابراہیم سندھی:

شیخ ابراہیم بن ستایہ جعلوی (مٹیاروی) سندھی ۱۲ رجب المرجب ۱۲۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قاضی اسماعیل اور عبدالغفور بن ابراہیم المتوفیٰ ۱۲۸۶ھ جیسے اکابر علماء سے شرف تلمذ تھا۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳ ج ۸)

شیخ اسعد اللہ سندھی:

شیخ اسعد اللہ بن اللہ بخش حنفی سندھی ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ... دارالعلوم دیوبند کے ابنائے قدیم میں سے تھے۔ "تحفۃ النعیم فی تخریج لغات القرآن الکریم" "تحفۃ الحذاق فی ترجمۃ الدریاق"، رسائل علم تجوید" قلمی سرمایہ ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۳ ج ۸)

مولانا عبداللہ سندھی:

مولانا عبداللہ مرحوم حاجی عبدالکریم مٹیاروی مہاجر مکی کے شاگرد تھے۔ جزئیات

فقہ میں محققانہ رائے رکھتے تھے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ اور خلیفہ محی الدین سیوستانی سے بعض مسائل پر تحریری مناظرہ رہتا تھا۔ جس میں موصوف کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا۔ نصاب زکوٰۃ میں ایک رسالہ تحریر کیا جس میں مولانا لکھنوی مرحوم کا رد فرمایا۔ اسقاط کے عدم جواز پر بھی ایک تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ خواجہ عبدالرحمٰن مجددی سرہندی المتوفی ۱۳۱۰ھ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت تھے۔ اخیر عمر میں نگاہ جاتی رہی تھی اور تقریباً ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی۔

(تذکرہ ... حیدرآبادی ص ۲۸۱)

مولانا عبدالغفور الہمایونیؒ :

مولانا عبدالغفور الہمایونی بن خلیفہ مولانا محمد یعقوبؒ کی ولادت با سعادت ۱۲۹۱ھ شکارپور سندھ کی ایک مضافاتی بستی "ہمایوں" میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم بلوچستان کے شہر "سبی" کے باشندے تھے۔ ہمایوں کے ایک بااثر زمیندار غازی خان سومرو کی استدعا پر ہمایوں میں اسلامی تعلیم و تدریس کے لیے ایک مکتب کی بنیاد رکھی۔ مولانا موصوف نے اکثر کتابیں اپنے والد مرحوم سے پڑھی تھیں سنہ ۱۳۰۷ھ میں ان کی وفات کے بعد مولانا سلطان محمد سیت پوری پنجابی سے بقیہ علوم کی تکمیل کی تھی۔ فراغت کے بعد ہمایوں کی مسند تدریس کو زینت بخشی۔ شعر و نظم کا خاص ذوق تھا۔ مفتون تخلص کرتے تھے۔ جمیع علوم میں یکتائے روزگار و فاضل تھے۔ بلوچستان کے حکام شرعی فیصلوں کے لیے شاہی جرگوں کے موقع پر آپ کو طلب کر کے موصوف سے اہم فیصلے کراتے تھے۔ مولانا ہمایونی نے ۱۱ رمضان شب جمعہ ۱۳۳۲ھ انتقال فرمایا۔ سردار گل محمد زیب نے حسب ذیل قطعہ سے تاریخ وفات نکالی ہے ....

استاذی فاضل ہمایوں	آں شمس زمان شہاب گیتی
روپوش چوں گشت گفت ہاتف	پنہاں شد آفتاب گیتی ۱۳۳۲ھ

آپ کی قبر ہمایوں میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ فتاویٰ الہمایونی آپ کا علمی شاہکار ہے۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء، تذکرہ مشاہیر سندھ ص:۲۲۹)

مولانا عبدالرحمٰن شکارپوریؒ :

مولانا عبدالرحمانؒ ۲۳ رذی الحجہ ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۳ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون میں مہارت پیدا کر لی۔ مولانا عبدالغفور ہمایونیؒ سے علمی استفادہ کیا۔ مسلک اہلِ سنت والجماعت پر سختی سے کاربند تھے۔ شرک و بدعات سے حد درجہ نفرت تھی اور غیر اسلامی رسومات کا شدت سے رد فرماتے تھے۔ مولانا کی سندھی فارسی عربی میں متعدد تالیفات ہیں۔ مولانا موصوف نے چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ وفات "داخل جنت فردوس بہ عبدالرحمٰن ہے"۔ (رسالہ مہران سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص ۱۰۳)

مولانا عبدالرحمٰن سندھیؒ :

مولانا عبدالرحمٰن بن عنایت اللہ ۲۷ رجب ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا عبداللہ مرحوم سے حاصل کی اور تکمیل علوم مولانا ہمایونی سے کی۔ درس و تدریس وظیفہ حیات تھا۔ ۱۳۳۸ھ میں وفات پائی۔ فتاوی رحمانی فارسی قلمی یادگار ہے۔

(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر ۱۹۵۷ء ص ۱۱۴)

مخدوم عبدالخالق سندھیؒ :

مخدوم عبدالخالق سندھیؒ بن محمد عاقل بلند پایہ عالم متقی اور بے مثل فقیہ تھے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ مشکل مسائل کی ایسی وضاحت فرماتے کہ علماء وقت تک دنگ رہ جاتے۔ موصوف کی فقہی بیاض دو جلدوں میں ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی ص ۱۱۷) جس میں حل مسائل کے لئے کلی قواعد درج ہیں۔ ۱۲۳۳ھ میں عہدہ قضاء پر فائز

ہوئے اور ۱۸ رجب ۱۲۶۸ھ بروز ہفتہ وفات پائی۔ شکارپور کے لکھی دروازے کے قریب مزار عالی ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی ص ۱۲۷)

مولانا عنایت اللہ سندھیؒ:

مولانا عنایت اللہ غیاری سندھی حنفی ۱۵ شعبان ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ علماء سندھ اور حرمین شریفین سے شرف تلمذ تھا۔ متعدد کتب درسیہ پر تعلیقات مفیدہ یادگار ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ص ۳۰۵ ج ۸)

مولانا لعل محمد سندھیؒ:

مولانا لعل محمد بن قاضی رحمت اللہ غیاری سندھی حنفی ۳ شوال ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ علماء غیاری سے علم حاصل کیا تھا۔ فقہ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۸۱ ج ۸)

قاضی محمد حسین ثانی ٹھٹھویؒ:

قاضی محمد حسین ثانی ٹھٹھویؒ اوچ شریف کے مشہور قاضی محمد کی اولاد میں سے تھے جام نظام الدینؒ کے دور حکومت میں جب سید محمد مہدیؒ ٹھٹھہ میں وارد ہوئے تو علماء وقت نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ لیکن قاضی محمد نے علماء ظواہر کا رد فرمایا۔ ملتان اور اوچ شریف کی بدنظمی کے باعث قاضی محمد حسین ثانیؒ کے خاندان نے ترک وطن کر کے بکھر کو مستقل سکونت کے لئے اختیار کر لیا تھا۔ قاضی شکر اللہ شیرازیؒ نے جب ٹھٹھہ کی قضاء سے سبکدوشی اختیار کی تو مرزا شاہ حسن نے قاضی شکر اللہؒ کی سفارش پر قاضی محمدؒ کو بلا کر عہدۂ قضاء سپرد کیا۔ آج تک منصب قضاء اسی خاندان میں ہے۔ قاضی محمد حسینؒ نے ۱۲۰۵ھ میں عہدہ قضاء سنبھالا اور ۱۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی ص ۱۲۷)

مخدوم محمد عاقل :

مخدوم محمد عاقل بن عبدالخالق والد محترم کی وفات کے بعد ۱۳۶۸ھ میں مسند قضاء پر متمکن ہوئے۔ مخدوم موصوف وقت کے جید عالم، جواد کامل، زاہد و فیاض بزرگ تھے۔ اہل رفض کے رسالہ جواب لا جواب کے رد میں جواب باصواب اور فتح المعانی تفسیر میں یادگار ہیں۔ مذہب حنفی کی تائید میں ایک رسالہ تحریر کیا جس میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں قرآن وحدیث سے دلائل دیئے ہیں ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی ص ۳۲)

مفتی محمد ہالائی :

مولانا مفتی محمد ہالائی بن اخوند محمد اسماعیل بن اخوند دین محمد ہالہ قدیم حیدرآباد سندھ کے باشندے تھے۔ ۲۷ رمضان ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سندھی فضلاء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ مسلسل ایک سال قیام فرمایا۔ دوران قیام مکہ شریف مولانا عبدالحق الہ آبادی سے احادیث مسلسل بالاولیات پڑھیں اور حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی باقاعدہ ان سے سند اور اجازت حاصل کی۔ ساری زندگی علمی مشغلہ رہا۔ موصوف کا جاری کردہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ بعارضہ قولنج وفات پائی۔ خلاصۃ الاصول اور الفتاوی الحمدیہ فی احکام الاحمدیہ موصوف کا فقہی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اہم دینی کتب بھی تالیف فرمائی ہیں۔

(نزہۃ الخواطر ص ۴۸۷ ج ۸، رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۶ء)

مولانا محمد قاسم گڑھی یاسین سندھی :

مولانا محمد قاسم ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو بروز اتوار بوقت صبح پیدا ہوئے۔ درس

نظامی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ فراغت کے بعد والد مرحوم ہی کے مدرسے میں پڑھانا شروع فرمایا۔ سندھی، فارسی، عربی کے قادر الکلام ادیب تھے۔ شاعری کا عمدہ مذاق رکھتے تھے۔ کئی غزلیات اہل دل کی ضیافت کا سامان ہیں۔ فتویٰ نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فتاویٰ قاسمیہ کی کئی قلمی جلدیں موجود ہیں۔ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۶ء ص ۱۱۸)

مفتی محمد سندھی:

مولانا مفتی محمد سندھی بن مولانا عبداللہ قریشی صدیقی ۱۰۵۸ھ مطابق ۱۶۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ سو سال سے متجاوز عمر پا کر ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء میں وفات پائی۔ ان کے فقہی فیصلوں کی تحریرات کا مجموعہ "مخزن الروایات" کے نام سے ان کے خاندان میں موجود ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی مئی ۶۷ء ص ۴۸)

مولانا نور محمد شہدادکوٹی سندھی:

مولانا نور محمد مرحوم ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ریاست قلات آبائی وطن تھا۔ علمی وجاہت کی بدولت مفتی اعظم کے خطاب سے مشہور تھے۔ موصوف کی علمی شہرت کے باعث والیٔ قلات خداداد خان نے انہیں قاضی القضاۃ کا عہدہ سپرد فرمایا تھا۔ عرصہ دراز تک منصب قضاء پر فائز رہے۔ آخر عمر میں کسی شرعی مسئلہ میں والیٔ قلات سے ناراض ہو کر عہدۂ قضاء سے سبکدوش ہو گئے اور واپس سندھ تشریف لے آئے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی مئی ۶۷ء ص ۴۹)

مولانا ہدایت اللہ ضیاروی سندھی:

مولانا ہدایت اللہ بن محمود حنفی ضیاروی سندھی رمضان المبارک ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً اکابر علماء سندھ سے علم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مولانا

عبدالسبحانؒ، مولانا عبدالحقؒ اور سید عبداللہ شافعیؒ سے بھی استفادہ فرمایا تھا۔

(نزہۃ الخواطر ص ۲۱۲ ج ۸)

مولانا محمد حسن سندھیؒ :

مولانا محمد حسن بن عبدالرحمن حنفی سندھیؒ شوال ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ بن مولانا خلیل احمد کیرانویؒ سے اکثر درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولانا فضل محمد سندھیؒ سے بھی شرف تلمذ تھا۔ ٹنڈو محمد خان میں سکونت پذیر تھے۔

(نزہۃ الخواطر ص ۴۱۹ ج ۸)

مخدوم فضل اللہ سندھیؒ :

مخدوم فضل اللہ سیوستانی پاٹ لائی صدیقی سندھیؒ سیوستان کے خاندان سے نسبی تعلق تھا۔ موصوف کا گھرانہ ہمیشہ علمی مرکز رہا۔ مولانا عبدالواحد سیوستانیؒ کے بعد علمی دنیا میں آپ کا شمار تھا۔ موصوف بلند پایہ فقیہ، صاحب درس و افتاء اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی تحریرات کے قلمی مجموعے سندھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ آپ کی تالیفات میں کتاب اصطلاح فارسی مشہور ہے۔ (ماہنامہ الرحیم سندھی حیدرآباد)

دورِ آزادی

عہدِ خزاں گزر گیا اور بہار آگئی
دوشِ صبا پہ بوئے گل ہو کے سوار آگئی

(مولانا ظفر علی خانؒ)

حصولِ آزادی میں اہلِ وطن کی خدمات:

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا، چمن میں جب بہار آئے

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایک ہی نکتہ پر نہیں ٹک سکتی۔ عروج وزوال فتح و شکست سے اقوامِ عالم کو ہر دور میں پالا پڑتا ہے۔ کسی قوم کا میدانِ کارزار میں بھاگ جانا ہرگز ہزیمت نہیں کہلاتا۔ ہزیمت دراصل اس قوم کی سیاہ قسمت بن جاتی ہے جو ہمت توڑ کے ناموافق سے موافقت کی ٹھان لے۔ بلا امتیاز متحدہ ہندوستان کی اولوالعزم جوان ہمت قیادت نے جبر واستبداد کا خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ قید وبند کی کٹھن صعوبتوں کے علاوہ تختۂ دار کو زینت بخشی۔ جیوڑ دریائے شور کی جلا وطنی نبھائی۔ گونا گوں حوادثات میں پس کر عزت و آبرو کی بازی لگائی اور وطنِ عزیز سے ہزاروں میل دور جزیرہ نما ناشا میں آہنی سلاخوں کو گلے لگایا اور استقلالِ وطن کے عظیم موقف پر بڑی پامردی سے ڈٹے رہے اور اس طرح جرأتِ رندانہ کا کھیل کھیلا کہ نہ تو طمع ولالچ ان کے پائے استقلال کو جنبش دے سکی اور نہ ہی خوف و ہراس کی گیدڑ بھبکیوں سے ان کے ضمیروں کو خریدا جاسکا۔ سچ ہے کہ: "ہمتِ مرداں مددِ خدا"

کمال جور و جفا سہنے کے باوجود برطانوی سورماؤں کو جن کی عظیم قلمرو میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا۔ تاک سے وہ آہنی چنے چبوائے کہ انہوں نے ہند کے عظیم

سپاہیوں کے عزم کے سامنے ذات کے گھٹنے ٹیک دیئے۔ دو صد سالہ ظلم و ستم اور قتل و غارت کی بھاری قیمت کر راہ فرار اختیار کی۔ دور آزادی کی وہ مبارک ساعت جس کے حصول کی خاطر لاکھوں معصوم جانوں کو اپنے خون کی قیمت دینی پڑی ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آ ہی گئی۔ امید یہی کے روپ میں صد سالہ غلامی سے نجات دہندگی کے بعد یہ امید ہو چلی تھی کہ اب غیروں والی قدغنیں تمام تک ختم رہیں گی اور آزاد مملکت میں آزادی مذہب کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے۔ مگر . . .

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ تمنا دعویٰ کہ یہ جو بالکل سہانے بے حقیقت خواب تھے جو ۴۰ برس گزرنے کے باوجود بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ اس آزاد مملکت میں متعدد حکومتیں بنیں اور بگڑیں مگر جو بھی مسند اقتدار پر براجمان ہوا وہ "رحم اللہ النباش الاول" (ترجمہ: اللہ پہلے والے کفن چور پر رحم فرمائے) کا مصداق بنا۔ اس سے اہل بصیرت اسلامی نقطہ نظر سے دونوں ادوار میں سر مو فرق محسوس نہیں کرتے

ع جب مالی ہی چور ہو پھر کون رکھوالی کرے؟

دورِ آزادی کے فقہاء

مولانا مفتی احمد بالائی مرحوم:

مولانا مفتی احمد بن مولانا محمد بن اخوند محمد اسماعیل بن اخوند دین محمد بالا قدیم حیدر آباد سندھ کے آبائی باشندے اور علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ۷ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی سے فراغت پر رتہ نقلیات اپنے خولیہ آقا حافظ محمد حسن جان صاحب مرحوم سرہندی سے کرنی تھی۔ مفتی موصوف نے ساری عمر درس و تدریس میں گزار

ہیں۔ بوم سندھ ایسے رجال علم کو مدتوں بعد پیدا کرتی ہے۔ کثیر التصانیف ہونے کے علاوہ دیگر علمی مصروفیات میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

مولانا دین محمد سندھیؒ شرف یافت دنیا ز دین محمد :

مولانا دین محمدؒ ۱۵؍ شوال ۱۳۱۳ھ بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۲۱؍ مارچ ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور حسن ہے۔ ادیب تخلص تھا۔ نسبی تعلق مخدوم بہاؤ الحق زکریا ملتانی سے ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتابوں کے سندھی مترجم ہیں۔ (رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر، بت ۱۹۵۷ء ص: ۲۲۲)

مفتی رشید احمد لدھیانوی سندھیؒ :

نام و نسب : مفتی رشید احمد صاحب کا نسبی تعلق ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شریک علماء لدھیانہ کے عالی خانوادہ سے ہے ...... ؎

بنا کردند خوش رسمے با خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مفتی صاحب موصوف ۳؍ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۶؍ ستمبر ۱۹۲۲ء بروز منگل چک 101/15L خانیوال قسمت ملتان پنجاب میں مولانا محمد سلیمؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی صحبتوں سے منجھے ہوئے تھے اور بزم اشرف میں صاحب رؤیا کے لقب سے معروف تھے۔ تاریخی نام مسعود اختر ہے۔ چک نمبر 101/15L اشرف الاولیاء حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے نام پر کوٹ اشرف سے مشہور ہے۔ ابتدائی تعلیم قسمت پنجاب کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ تکمیل علوم کے لئے شوال ۱۳۶۰ھ میں مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور شیخ العرب و

الجم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ سے شرف تلمذ کی سعادت حاصل کی۔

اخلاق وعادات :

حضرت مفتی صاحب خاموش طبع، خلوت نشین، درویش صفت، صاحب استغناء صوفی منش انسان تھے۔ تھانوی سلسلہ کے صاحب نسبت شیخ تھے۔

مشاغل :

درس وافتاء گویا گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ میں (دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی) نامی ایک مثالی درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ جس کا واحد مقصد فارغ التحصیل علماء کو فتویٰ نویسی کی تمرین ہے۔ ارشاد القاری الی صحیح البخاری۔ مقدمہ تفسیر بیضاوی۔ احسن الفتاویٰ کے علاوہ دیگر رسائل حضرت مفتی صاحب کا قلمی کارنامہ ہیں۔

(یہ تعارفی نوٹ حضرت مفتی صاحبؒ سے بالمشافہ حاصل کیا گیا تھا۔ اگرچہ اب انوار الرشید اور احسن الفتاویٰ جلد اول کی ابتداء میں تذکرۃ المولف کے ذیل میں یہ باتیں بالتفصیل آگئی ہیں)

مولانا سید زوار حسین شاہ مجددی سندھیؒ :

مولانا سید زوار حسین شاہ سید احمد حسین مرحوم ترمذی کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب شاہ زید سے جن کا مزار سیانہ سیداں ضلع کرنال میں ہے جا ملتا ہے۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کو قصبہ گوندہ تحصیل کیتھل ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ دینی وعصری علوم میں کامل دسترس رکھتے ہیں۔ مفتی کفایت اللہ مرحوم شاہ جہان پوری اور مولانا محمد شفیع دہلویؒ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب نسبت روحانی پیشوا ہیں۔ مختلف علمی موضوعات کے علاوہ صرف فقہی موضوع پر تقریباً چار ضخیم جلدوں میں عمدۃ الفقہ آپ کی

ا چھوٹی تالیف ہے اور اس کا خلاصہ زبدۃ الفقہ موصوف کے رواں دستِ قلم کا نقشِ ثانی ہے۔

ترکِ وطن کے بعد کچھ عرصہ خیر پور ناتھن شاہ، میرا لی قسمت بہاولپور میں جلوہ فرما رہے، پھر مستقل طور پر وادیٔ سندھ کے مدینۃ العلوم، عروس البلاد، باب الاسلام کراچی ناظم آباد میں قیام پذیر ہے۔

حضرت مخدوم سید شیر محمد سندھی مہاجر مدنیؒ :

مخدوم سید شیر محمد ولد سید عارف شاہ گھوٹکی ضلع سکھر کے رہنے والے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلفاء کبار میں ہونے کے علاوہ خاندانی پیر تھے۔ فنِ تجوید کے ماہر قاری تھے۔ عمدۃ المناسك، القول المختصر في زكوٰة الغنم، قرة العين في زيارة الحرمين کے علاوہ جمال القرآن، بہشتی زیور کا سندھی ترجمہ موصوف کے تالیفی کارنامے ہیں۔ ۱۳۸۶ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ (رسالہ مہران سندھی

سوانح نمبر بابت ۱۹۵۵ء-۱۹۹۰ء ماہنامہ الفرقان لکھنؤ وفیات نمبر ص ۲۴۸ بزم اشرف کے چراغ ص ۱۰۵)

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی دیوبندی سندھیؒ :

مولانا ظفر احمد عثمانی ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بمقام دیوبند پیدا ہوئے۔ تاریخی نام (مرغوب نبی) تھا۔ سرکاری کاغذات میں ننھیالی نام ظریف احمد ہے۔ دارالعلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور، امداد العلوم تھانہ بھون، جامع العلوم کانپور کے شیوخ سے شرف تلمذ رہا۔ جن میں سے سید انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمهم الله تعالى عليهم اجمعين خاص کر قابلِ ذکر ہیں۔

علومِ متداولہ سے فراغت کے بعد موصوف نے برصغیر پاک و ہند کی متعدد علمی درس گاہوں کو اپنے علوم و معارف کی نشر و اشاعت کے حوالے سے شرف بخشا۔ جن میں

سے مظاہر العلوم سہارن پور، امداد العلوم تھانہ بھون، اشرف العلوم ڈھاکہ، ڈھاکہ یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، جامع قرآنیہ ڈھاکہ، رنگون، ارشاد العلوم گڑھی پختہ۔ عمر عزیز کے آخری سال وادئ سندھ کی مردم خیز سرزمین کے دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار حیدرآباد میں درس حدیث دینے میں بسر فرمائے۔ متعدد تالیفات موصوف کا علمی شاہکار ہیں۔ جن میں مقدمہ اعلاء السنن اور اعلاء السنن جو تقریباً ۲۰ جلدوں پر محیط ہے اور احکام القرآن قابل ذکر ہیں۔ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ (انوار النظر فی آثار الظفر خود نوشت سوانح حیات)

کس کس کو یاد کیجئے کس کس کو روئیے کیا کیا نہ آسماں سے ہوا انقلاب ہے

مولانا عبدالحفیظ حقانی سندھی:

مولانا عبدالمجید سابق مفتی آگرہ ولد مولانا عبدالمجید آبائی وطن قصبہ آنولہ ضلع بریلی ہے۔ تاریخی نام حفظ الرحمٰن ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء اپنی ننھیال بانس بریلی محلہ بانس منڈی میں پیدا ہوئے۔ ۲۳ جون ۱۹۵۵ء بمطابق ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مدینۃ الاولیاء ملتان میں وفات پائی۔ مدرسہ مظہر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں والد ماجد سے تکمیل علوم وفنون کی۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے علم فرائض کی تکمیل اور مفتی حافظ بخش قادری بدایونی سے سند فراغ حاصل کی۔ ۱۹۱۸ء میں سند حدیث حاصل کی۔ عمر بھر تدریسی مشاغل میں منہمک رہے۔ کچھ عرصہ شاہی مسجد آگرہ کے مفتی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ۵۵-۱۹۵۳ء میں پاکستان (کراچی) آگئے۔ عربی ادب پر عبور تھا۔ فقہی تالیفات کے علاوہ مولانا کی متعدد تالیفات مشہور ہیں: المصطفیٰ و المنجد لمحب التعلیم، السیوف الکلامیہ لقطع دعوی الغلامیہ علم غیب، آئینہ سنت تہافۃ الوہابیہ، تشریح کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت شمع ہدایت بارغام حاسد جواب نقش ماہر،

صیانۃ الصحابۃ عن عواقات بلہا" یا خلیل دان بخاری کے جواب میں قلم زد کر دیا"۔
(تذکرہ علماء اہل سنت ص ۔ ڈاکٹر محمد قادری)

مولانا عبدالکریم سندھی :

مولانا عبدالکریم بن اللہ ورایا سندھی ۱۳۱۵ھ ضلع دادو میں پیدا ہوئے ۔ متعدد کتب تجوید کے مؤلف ہیں ۔ وادیٔ سندھ میں صحیح قرآن پڑھانے پر مقدور بھر کوشش فرمائی ۔ سندھی، فارسی، عربی میں بلا تکلف درس دیتے تھے ۔ دینی ضروریات کا جس سے علم ہو جانے اس کے لئے ایک مختصر المیعاد نصاب جاری فرمایا ۔ جو تا حال جاری ہے ۔ جملہ معاملات کو شرعی میزان پر تولتے تھے ۔ یہاں تک کہ شادی، غمی، خورد و نوش، خرید و فروخت گویا سب معاملات شریعت کے مطابق کرتے تھے ۔ متعدد کتب کے مؤلف بھی ہیں ۔
(ماہنامہ براں سندھی، تاریخ نمبر ۔ بہت ۱۹۵۶ء ص ۱۹۰)

مولانا محمد صادق سندھی :

مولانا محمد صادق بن عبداللہ بن عبدالکریم بن میاں عبداللطیف بن میاں محمد امین سندھی ۲۵ محرم الحرام ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۸۷۴ء بروز ہفتہ پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور مولانا احمد دین چکوالی سے حاصل کی ۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ کو تکمیل علوم کی غرض سے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے ۔ ۱۳۱۳ھ میں سند فراغت حاصل کی ۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری آپ کے ہم درس تھے ۔ ۹ شوال ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۹۵۳ء بروز جمعرات انتقال فرمایا ۔

مخزن کرم مولانا محمد صادق ۱۳۷۲ھ خلاصۃ الاخیار مولانا محمد صادق ۱۹۵۳ء مادہ تاریخ وفات ہیں ۔ تقسیم ملک سے پہلے کراچی میں فتویٰ کا دار و مدار ان پر ہی تھا ۔ ساری عمر درس و تدریس اور افتاء کی خدمت میں صرف کی ۔

سندھ میں آپ کے تلامذہ بکثرت ہیں۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی اور ایک خلقت کو اپنے فیوض علمی سے سیراب فرمایا۔

(ماہنامہ نیر الاسلام کراچی بابت ربیع الثانی و جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ ص ۱۰ - ۹ ج ۱)

مولانا مفتی محمد صابر امروہی سندھی :

تاریخ پیدائش صحیح طور پر تو معلوم نہیں البتہ قرائن سے جنوری ۱۸۹۸ء معلوم ہوتی ہے۔ مفتی محمد صابر بن محمد سعید امروہی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مجاز بیعت تھے۔ تقسیم سے پہلے مدرسہ عثمانیہ کی بستی ریواڑی ضلع گڑگانواں میں صدر مدرس رہے۔ مارچ ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے اور مفتی محمد شفیع کی نیابت میں دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کی شاخ دارالافتاء میں مقرر ہوا۔ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ بمطابق ۴ مارچ ۱۹۷۳ء کو کراچی میں وفات پائی۔ سیرت صدیق، سیرت فاروق، مشکوٰۃ السراج شرح سراجی، حاشیہ محمد امین تصنیفی یادگاریں چھوڑیں۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۲۵۵)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سندھی

سلسلہ نسب :

مفتی محمد شفیع دیوبند کے مشہور عثمانی خاندان سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا محمد یٰسین دیوبندی کے گھر مرکز علوم اسلامیہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں اکیس شعبان معظم ۱۳۱۴ھ کی درمیانی شب مطابق جنوری ۱۸۹۷ء میں مفتی صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم :

مفتی صاحب نے روز اول تا آخر ساری تعلیم دارالعلوم دیوبند کے اکابر شیوخ

سے حاصل کی۔ جن میں امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

درس وتدریس :

درسِ نظامی سے فراغت کے بعد شعبان ۱۳۳۷ھ میں آپ کا استاذ دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ خداداد صلاحیت کے باعث ۱۳۴۹ھ میں موصوف کو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عظیم المرتبت منصب پر فائز کر دیا گیا۔ مسلسل ۲۶ سال جلیل القدر علمی خدمات سرانجام دینے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو گئے۔

علمی مصروفیات :

حضرت مفتی صاحب نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی وہ نمایاں کردار ادا فرمایا کہ دورِ حاضر میں ان کی ہمسری محال ہے۔ موصوف کی جملہ تالیفات ۲۲۰ کے لگ بھگ ہیں۔ جن میں صرف فقہی موضوع پر پچانوے کتب تالیف فرمائی ہیں۔

(بزم اشرف کے چراغ ص: ۸۰، ماہنامہ الرشید لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۵۰۵، تاریخ دارالعلوم دیوبند ص: ۸۵)

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

سلسلہ نسب :

مولانا محمد یوسف بنوریؒ ممتاز عالم دین سید محمد زکریا بن سید مزمل شاہ بن سید احمد شاہ بنوری مدنیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ سلسلۂ نسب نویں پشت میں جد امجد عارف باللہ سید آدم بن اسماعیل حسینی غزنوی بنوریؒ کی وساطت سے سیدنا حسین بن علیؓ سے جاملتا ہے۔

ولادت :

مولانا موصوف ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء بروز جمعرات بوقت سحر

پشاور کے مضافات کی ایک بستی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت :

ابتدائی تعلیم وتربیت پشاور ہی میں حاصل کی۔ پھر افغانستان کا رخ کیا۔ کچھ عرصہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (بھارت) میں بھی زیر تعلیم رہے۔ درس نظامی کی تکمیل ایشیاء کی سب سے بڑی درسگاہ ازہر ہند دار العلوم دیو بند میں کی۔ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہے۔ بلکہ علوم انوری کے امین تھے۔

مشاغل علمیہ :

مولانا موصوف کے مشاغل علمیہ میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ دنیائے علم میں آپ کا ایک خاص مقام ومرتبہ ہے۔ عربی ادب میں علماء ہند وپاک میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ نہایت بلند پایہ ادیب اور اونچے درجے کے ذوق عربیت کے مالک تھے۔

عربی میں بے تکان وبے تکلف گفتگو فرماتے تھے۔ جس میں برجستگی اور بلا کی روانی ہوتی تھی۔ زبان وقلم میں شوکت وسلاست، فصاحت وبلاغت اور متانت وپختگی موصوف کا طرۂ امتیاز ہے ....

زمدح ناتوان ما، جمال یار مستغنی است

بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

شیوخ واساتذہ :

شیخ علامہ بنوری کو امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے علاوہ جن بڑے بڑے علماء واعیان سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ ان میں سے

چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

محقق کبیر علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری، عالم کبیر شیخ خلیل الخالدی المقدسی، محدث جلیل شیخ عمر بن حمدان المحرسی المالکی المغربی۔

تلامذہ:

برصغیر پاک و ہند کے علماء کے علاوہ بلاد حرمین میں جن حضرات علماء نے مولانا بنوری سے اجازت لی ہے ان میں بعض حضرات کے نام یہ ہیں:

شیخ سلیمان بن عبدالرحمن الصنیع (مکہ مکرمہ کے ادارہ ہیئت الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے سربراہ) محدث شیخ حسن المشاط (مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے مدرس) اور عالم جلیل شیخ عبدالفتاح ابوغدہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تالیفات:

علامہ بنوری نے مندرجہ ذیل کتب تالیف فرمائی ہیں:

(۱) بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ و المحاریب (۲) نفحۃ العنبر فی حیات امام العصر الشیخ محمد انور (۳) یتیمۃ البیان فی شیء من علوم القرآن (۴) معارف السنن شرح سنن ترمذی (۵) عوارف المنن مقدمہ معارف السنن (۶) الاستاذ المودودی و شیء من حیاتہ و افکارہ قابل ذکر ہیں۔ یہ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں۔

مخدوم محمد ابراہیم گڑھی یاسین:

مخدوم محمد ابراہیم بن مولانا محمد ہاشم ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ تکمیل علوم اپنے برادر بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب سے کی۔ انہیں

سندھ مولانا جتا یوئی کے نواسے کی خصوصی تعلیم وتربیت کے لئے موصوف ہی کو مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا محمد قاسم کی وفات کے بعد گڑھی یاسین میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مولانا موصوف کی متعدد تالیفات میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :

(۱) رسالہ ثوالۃ الارتیاب (۲) رسالہ حکم نو گرانی (۳) مناسک حج

(۴) جماعت ثانیہ (۵) ھدایۃ العباد فی ما یتعلق بالفساد۔

(ماہنامہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص ۲۲۰)

مفتی محمد صاحبداد خانؒ :

شیخ الجامع' جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ ضلع سکھر مفتی صاحبداد خان بن قمیہ خان ۱۳۱۶ھ بمقام سبی پیدا ہوئے۔ آبائی وطن جھوک سید قاسم شاہ تحصیل بھاگ ڈویژن قلات ہے۔

مولانا محمد یوسف ساکن لاڈھی فقیر صاحبان ریاست قلات بلوچستان کے ہاں زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں وادی سندھ کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ قاسمیہ گڑھی یاسین سے سند فراغ حاصل کی ۱۳۵۲ھ بمطابق جولائی ۱۹۳۳ء میں سندھ وبلوچستان کے مشہور روحانی پیشوا خواجہ محمد حسن مجددی کے انتخاب پر نواب معظم خان، میر احمد یار خان والئی قلات کے استاذ اور ریاست کے قاضی القضاۃ مقرر کئے گئے لیکن مزاج کی عدم مناسبت کی وجہ سے جلد ہی ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو واپس وطن چلے آئے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے مولانا نے ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ میں شمولیت فرمائی تھی اور کانگریس کے خلاف مسجد منزل گاہ سکھر میں آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کچھ عرصہ سندھ یونیورسٹی میں دینیات کا درس دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا کو سندھ اور کراچی کی جمعیت اہل سنت کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ مولانا موصوف کی

تالیفات کا سلسلہ دراز ہے۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

البلاغ المبین، الحق الصریح، تعمیر مساجد کا اہم فتویٰ وغیرہ۔

(رسالہ مہران سندھی سوانح نمبر بابت ۱۹۵۷ء ص ۲۳۲)

مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی:

بس سراپا خدمت دین کا علم تیری حیات
ہے کتاب دہر میں زریں رقم تیری حیات

حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن صاحب ریاست ٹونک صوبہ راجستان کے قاضی و مفتی مولانا انوار الحسن خان صاحبؒ کے ہاں ۱۹۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ سے شروع فرمائی۔ ۱۲ سال کی عمر میں موصوف اپنے دادا کے بھائی مولانا حیدر حسن خان ٹونکی کے ہمراہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے۔ دارالعلوم ندوۃ سے واپسی پر کچھ مدت کے لئے محکمۂ شرعیہ ٹونک میں بحیثیت دارالافتاء کے منصب پر فائز رہے۔

زمانہ ملازمت میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے مولوی اور دوافش کدہ پنجاب سے مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں دو سال مظاہر العلوم میں زیر تعلیم رہ کر دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھا۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد ریاست ٹونک کے مفتی مقرر کئے گئے۔ تقسیم ہند کے روح فرسا حادثہ میں ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ مدت کراچی کے ایک اسکول میں عربی کے استاذ رہے۔ پھر دارالعلوم کراچی میں نائب مفتی اور مدرس مقرر ہوئے۔ شوال ۱۳۷۳ھ سے تا حال جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی میں صدر مفتی اور استاذ حدیث کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں (یہ تعارف حضرت کی حیات میں زیر قلم لایا گیا تھا) ....

افسانہ یاران کہن خواہدم ورقم
در پای کہ لعل و گہر افشاندم ورفتم

امامِ اعظم ابو حنیفہؒ
کے حیرت انگیز واقعات

از مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

اردو میں سب سے پہلی اور کامیاب کاوش فکر و نظر، علم و عمل، تاریخ و تذکرہ،
اخلاص و للّٰہیت، عبادت و تقویٰ، سیاست و اجتماعیت، تبلیغ و اشاعت
دین، تعلیم و تدریس، اور فن، ہمہ جہت جامع، منقح بحث، بہترین انداز و تاکل،
مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت۔

صفحات : 272 ... قیمت : =/200 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النیموی

(دو جلد مکمل)

تصنیف مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن ۔۔۔ محقق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تشریح کی تحقیقی و مدلل افادات
اور علمی تحقیقات کا عظیم الشان مجموعہ ہے، علم حدیث اور فقہ کے تحقیقی مباحث کا شہ پارہ، مسلک
احناف کے قطعی دلائل اور مخالفین کی تشریح و معروضات کا مدلل مباحث پر مشتمل اور اہم مقدمہ اور تحقیقی
تعلیقات اس پر مستزاد۔
کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور ٹائٹل کے لحاظ سے خوبصورت و دیدہ زیب
معیاری اور شاندار اساتذہ اور طلباء مدارس کے لئے خاص رعایت۔

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان